www.KitaboSunnat.com

سلسلۂ مشورات اردو سروس ریڈیو متحدہ عرب امارت، ام القیوین ۲

سوئے حرم

حج و عمرہ اور قربانی کے احکام و مسائل

ترتیب و پیشکش
محمد منیر قمر

تخریج
حافظ عبد الرؤف

مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمبر، تحصیل ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

سوئے حرم

حج وعمرہ اور قربانی کے مسائل واحکام

www.KitaboSunnat.com

تالیف وترتیب : محمد منیر قمر بن حاجی نواب الدین رحمۃ اللہ

تخریج : — حافظ عبدالرؤف مولانا حکیم محمد اشرف سندھو

:- ملنے کے پتے :-

(۱) مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمبر تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

(۲) مکتبہ کتاب وسنت، شارجہ، ص ب : ۵۰۰۸، U.A.E

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

04744

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرستِ مضامین

سلسلہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۱.	پیش لفظ	۱۰	۲۰.	مفہومِ استطاعت	۴۱
۲.	تلبیہ	۱۱	۲۱.	زادِ راہ اور سواری	"
۳.	حج و عمرہ کے بنیادی احکام کلام الٰہی میں	۱۲	۲۲.	امن	۴۴
۴.	حج و عمرہ کے فضائل و برکات	۲۳	۲۳.	محرم	"
۵.	مجموعہ عبادات	"	۲۴.	ایک وضاحت	۴۶
۶.	اسلام کا رکن	"	۲۵.	ایک اہم سوال	۴۸
۷.	افضل عمل	۲۵	۲۶.	جواب	"
۸.	حج مبرور	"	۲۷.	جسمانی استطاعت	۴۹
۹.	گناہوں سے کلی طہارت	۲۶	۲۸.	حج بدل	۵۰
۱۰.	جنّت کی بشارت	۲۸	۲۹.	حج بدل کی شرائط	۵۳
۱۱.	بوڑھوں، ضعیفوں اور عورتوں کا حج	۲۹	۳۰.	چند اہم امور	۵۴
۱۲.	اللہ کے مہمان	۳۲	۳۱.	تقویٰ	۵۴
۱۳.	قابلِ رشک زندگی اور قابلِ فخر موت	"	۳۲.	توبہ	۵۵
۱۴.	عمرۂ رمضان	۳۳	۳۳.	حقوق و امانات کی ادائیگی	۵۷
۱۵.	فضیلتِ حج	۳۴	۳۴.	خلوص و للہیت	"
۱۶.	نفلی حج	۳۵	۳۵.	مالِ حلال	۵۸
۱۷.	فریضۂ حج کی ادائیگی میں جلدی کرنا	۳۷	۳۶.	ممنوع زیب و زینت	۵۹
۱۸.	ترکِ حج پر وعید	۳۸	۳۷.	شرک و بدعات	۶۱
۱۹.	مسائل و احکامِ عمرہ	۴۰	۳۸.	حج و عمرہ کیلئے روانگی اور آدابِ سفر	۶۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۳۹.	وسعت	۶۵
۴۰.	اسوۂ حسنہ	//
۴۱.	مسنون ومستحب دن	۶۵
۴۲.	مسنون ومستحب وقت	۶۷
۴۳.	رفیقِ سفر	۶۹
۴۴.	نمازِ سفر؟	//
۴۵.	رات کے وقت اچانک گھر واپس نہ لوٹنے کی مصلحتیں	۷۳
۴۶.	سفر کی دعائیں	۷۴
۴۷.	دورانِ سفر	۷۹
۴۸.	پیدل حج؟	۸۲
۴۹.	مواقیتِ حج وعمرہ	۸۶
۵۰.	میقاتِ زمانی	//
۵۱.	میقاتِ مکانی	۸۷
۵۲.	ذوالحلیفہ	۸۹
۵۳.	جحفہ	//
۵۴.	قرن المنازل	//
۵۵.	یلملم	//
۵۶.	ذاتِ عرق	//
۵۷.	احرام کے بغیر؟	۹۰
۵۸.	عمرۂ تنعیم	//
۵۹.	چھوٹا عمرہ بڑا عمرہ؟	۹۱
۶۰.	ایک ضروری وضاحت	۹۲
۶۱.	احرام باندھنے کا طریقہ	۹۳
۶۲.	غسل کرنا	۹۳
۶۳.	مردوں کا خوشبو لگانا	۹۵
۶۴.	احرام کے کپڑے پہننا	۹۶
۶۵.	نمازِ احرام؟	۹۷
۶۶.	اقسامِ حج	۹۹
۶۷.	حجِ تمتع	//
۶۸.	حجِ قران	//
۶۹.	حجِ مفرد	//
۷۰.	افضل حج؟	۱۰۱
۷۱.	تلبیہ	۱۰۴
۷۲.	مسنون تلبیہ	//
۷۳.	آدابِ تلبیہ	۱۰۶
۷۴.	فضائلِ تلبیہ	//
۷۵.	محرماتِ احرام	۱۱۲
۷۶.	بال کٹوانا یا نوچنا	۱۱۳
۷۷.	فدیہ	//
۷۸.	صاعِ شرعی کا وزن ایک تحقیق	
۷۹.	ناخن کاٹنا	۱۱۶
۸۰.	سلے ہوئے کپڑے پہننا	//
۸۱.	جرابیں پہننا	//
۸۲.	سر ڈھانپنا	//
۸۳.	خوشبو لگانا	//
۸۴.	دستانے پہننا	۱۱۹
۸۵.	نقاب باندھنا	//

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۸۶	پردہ	۱۲۰	۱۱۰	احرام کو بدلنا یا دھونا	۱۳۸
۸۷	اس سستی کا سبب	"	۱۱۱	سایہ کرنا	۱۳۹
۸۸	لغوی تشریح	"	۱۱۲	آنکھوں میں سرمہ یا دوا لگانا	۱۴۱
۸۹	ڈھاٹے کی ممانعت	۱۲۱	۱۱۳	سمندری شکار	۱۴۲
۹۰	نکاح و منگنی کرنا	۱۲۳	۱۱۴	بلا مقصد عورت سے چھپانا	۱۴۴
۹۱	جنگلی جانوروں کا شکار کرنا	۱۲۵	۱۱۵	موذی جانوروں کو مارنا	"
۹۲	فدیہ	۱۲۶	۱۱۶	منہ ڈھانپنا	۱۴۷
۹۳	شکار میں اشتراک	۱۲۹	۱۱۷	پچھنے یا فصد لگوانا	۱۴۸
۹۴	حرم مدنی	۱۲۹	۱۱۸	سر یا جسم کے کسی حصہ کو خراشنا	۱۴۹
۹۵	وادیٔ وَجّ کا شکار	"	۱۱۹	بیلٹ گھڑی زیور عینک، پرس آئینہ	۱۵۰
۹۶	درخت کاٹنے کا فدیہ؟	۱۳۰			"
۹۷	جماع کرنا	"	۱۲۰	پھول یا کوئی بوٹی سونگھنا	۱۵۱
۹۸	بوس و کنار کرنا	"	۱۲۱	کوئی چیز سر پر اٹھا لینا	۱۵۲
۹۹	بدکاری و معصیت کرنا	"	۱۲۲	مہندی لگانا	"
۱۰۰	لڑائی جھگڑا کرنا	"	۱۲۳	حدود و آدابِ دخولِ حرم و مکہ مکرمہ	
۱۰۱	حرم کے درخت و گھاس کاٹنا	۱۳۱			۱۵۴
۱۰۲	حدودِ حرم میں شکار کرنا	"	۱۲۴	حدودِ حرمِ مکی	"
۱۰۳	گری پڑی چیزیں اٹھانا	"	۱۲۵	حدودِ حرمِ مدنی	۱۵۵
۱۰۴	کنگھا کرنا	۱۳۲	۱۲۶	حرمِ ثالث؟	۱۵۶
۱۰۵	خلاصہ	۱۳۴	۱۲۷	آدابِ دخولِ مکہ مکرمہ	۱۵۷
۱۰۶	مباحاتِ احرام	۱۳۴	۱۲۸	آدابِ دخولِ مسجدِ حرام	۱۶۰
۱۰۷	غسل کرنا	"	۱۲۹	مسائل و احکام اور طریقۂ طواف	۱۶۲
۱۰۸	سر کو مل کر دھونا	۱۳۷	۱۳۰	طہارت و وضو	"
۱۰۹	سر دھوتے وقت اس کا ڈھک جانا	"	۱۳۱	طریقۂ طواف	۱۶۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۱۳۲	بھیڑ کی شکل میں	۱۶۸
۱۳۳	بوسۂ حجر اسود کی فضیلت	۱۶۹
۱۳۴	دھکم پیل سے احتراز	۱۷۲
۱۳۵	رَمَل و اضطباع	۱۷۷
۱۳۶	مشروعیت رَمَل کا سبب	۱۸۰
۱۳۷	ملتزم سے چمٹنا اور دعائیں کرنا	۱۸۳
۱۳۸	حطیم سمیت طواف	〃
۱۳۹	رُکن یمانی کو چھونا	۱۸۶
۱۴۰	حجر اسود اور ملتزم کے سوا	۱۸۸
۱۴۱	دوران طواف کی دعائیں اور لایعنی گفتگو سے پرہیز	۱۹۰
۱۴۲	بیت اللہ کا قرب	۱۹۴
۱۴۳	طواف کے چکروں کی تعداد میں شک	۱۹۵
۱۴۴	پیدل و سوار طواف	〃
۱۴۵	وقتِ طواف میں وسعت	۱۹۷
۱۴۶	استحاضہ، بواسیر اور مسلسل ریح	۱۹۹
	والوں کا طواف	〃
۱۴۷	دورانِ طواف رکاوٹ	۲۰۰
۱۴۸	نمازِ طواف	۲۰۱
۱۴۹	آبِ زمزم	۲۰۴
۱۵۰	آبِ زمزم میں کفن یا نقدی بھگونا	۲۰۸
۱۵۱	طواف کا اول و آخر حجر اسود پہ	۲۰۹
۱۵۲	ایک باطل پروپیگنڈے کی تردید	۲۰۹
۱۵۳	صفا و مروہ کے مابین سعی	۲۱۲
۱۵۴	طریقۂ سعی	۲۱۳
۱۵۵	سعی کا ایک چکر	۲۱۶
۱۵۶	طواف اور سعی کے ایک چکر میں فرق	۲۱۷
۱۵۷	پیدل و سوار ہو کر سعی کرنا	۲۱۹
۱۵۸	سعی کی دعائیں	۲۲۰
۱۵۹	سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا	۲۲۱
۱۶۰	حج قران کی نیت فسخ کرنا	۲۲۱
۱۶۱	خواتین کے لیے حکم	۲۲۵
۱۶۲	مسائل و احکامِ حج	۲۲۸
۱۶۳	۸ ذوالحجہ، یوم ترویہ	۲۳۰
۱۶۴	۹ ذوالحجہ، یوم عرفہ یا الیوم حج	۲۳۲
۱۶۵	روانگی کا وقت	۲۳۳
۱۶۶	وادیٔ نمرہ میں	۲۳۴
۱۶۷	وادیٔ عرنہ میں	۲۳۴
۱۶۸	وقوفِ عرفات	۲۳۵
۱۶۹	طریقۂ وقوف	۲۳۶
۱۷۰	یوم عرفہ کی فضیلت اور دعائیں	۲۴۰
۱۷۱	قرآن کریم سے	۲۴۵
۱۷۲	حدیث شریف سے	۲۵۳
۱۷۳	لیلۃ الجمع یا مزدلفہ کی رات	۲۷۲
۱۷۴	کنکریاں اکٹھی کرنا	۲۷۴
۱۷۵	ضعیفوں کیلئے حکم	۲۷۵
۱۷۶	مشعر الحرام اور عام حجاج کیلئے مسنون طریقہ	۲۷۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۱۷۷	وادیٔ محسّر	۲۷۷
۱۷۸	۱۰ ذوالحجہ یا یوم نحر و قربانی کی فضیلت	۲۸۰
۱۷۹	رمی جمرۂ عقبہ	۲۸۲
۱۸۰	اہل منیٰ کی عید	۲۸۴
۱۸۱	نحرِ قربانی	۲۸۵
۱۸۲	قربانی نہ ہونے کی صورت میں	۲۸۷
۱۸۳	قربان گاہ	۲۸۸
۱۸۴	ہَدی (حجاج کی طرف سے قربانی) میں اشتراک	〃
۱۸۵	نحر کا طریقہ	۲۸۹
۱۸۶	قربانی کے جانور کا گوشت کھانا	۲۹۰
۱۸۷	حلق یا تقصیر	۲۹۰
۱۸۸	تحلّلِ اوّل	۲۹۳
۱۸۹	طوافِ افاضہ یا طوافِ زیارت	〃
۱۹۰	اس طواف کا مسنون طریقہ	۲۹۴
۱۹۱	طوافِ افاضہ کا طریقہ و آداب	۲۹۵
۱۹۲	تحلّلِ ثانی یا کلّی تحلّل	۲۹۹
۱۹۳	ایامِ تشریق کی مصروفیات	۳۰۰
۱۹۴	قیامِ منیٰ	〃
۱۹۵	زیارت و طوافِ کعبہ	〃
۱۹۶	ذکر و عبادت	۳۰۱
۱۹۷	مسجدِ خیف میں نمازیں	〃
۱۹۸	دو دن یا تین دن رمی	۳۰۳
۱۹۹	وجوبِ قیامِ منیٰ	۳۰۴
۲۰۰	ایامِ تشریق کی رمی کا وقت	۳۰۵
۲۰۱	رمی جمار کا طریقہ	۳۰۷
۲۰۲	رمی جمار کیلئے سواری	۳۰۸
۲۰۳	رمی کیلئے وکیل مقرر کرنا	〃
۲۰۴	بچوں کا حج و عمرہ	۳۱۲
۲۰۵	بچوں کے حج کا صحیح اور کارِ ثواب ہونا	〃
۲۰۶	عہدِ نبوی اور دورِ خلفاء و صحابہ میں بچوں کو حج کروانے کے واقعات	۳۱۵
۲۰۷	بچوں کا احرام	۳۲۰
۲۰۸	بچوں کا عمرہ	۳۲۱
۲۰۹	بچوں کا حج	۳۲۶
۲۱۰	ایامِ تشریق میں بچوں کی طرف سے رمی کرنے میں احتیاط	۳۲۸
۲۱۱	بچوں پر فدیہ و قضاء؟	۳۳۰
۲۱۲	قبل از بلوغت حج کا حکم	۳۳۲
۲۱۳	طوافِ وداع	۳۳۲
۲۱۴	وجوبِ طوافِ وداع	۳۳۲
۲۱۵	طوافِ وداع کا طریقہ و آداب	۳۳۴
۲۱۶	شہر مکہ سے روانگی	۳۳۴
۲۱۷	آدابِ زیارتِ مدینہ طیبہ	۳۳۵
۲۱۸	مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام	۳۳۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۲۱۹	حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۳۳۶
۲۲۰	روضۂ شریفہ	۳۳۷
۲۲۱	مسجد نبوی میں داخل ہونے کے آداب	"
۲۲۲	درود وسلام	۳۳۸
۲۲۳	مسجدِ قبا	۳۴۵
۲۲۴	بقیع الغرقد	"
۲۲۵	شہداء احد	
۲۲۶	تاریخی یادگاریں	۳۴۸
۲۲۷	قیامِ مدینہ طیبہ	"
۲۲۸	چالیس نمازیں؟	"
۲۲۹	یہ تشویش کیوں؟	۳۵۱
۲۳۰	دورانِ حج تجارت ومزدوری	"
۲۳۱	عام تحائف اور مقدس ہدیئے	۳۵۴
۲۳۲	جلد واپسی کا مستحب ہونا	۳۵۸
۲۳۳	واپسی کے آداب	۳۶۱
۲۳۴	مسائل و احکامِ قربانی	۳۶۲
۲۳۵	عشرۂ ذوالحج کی فضیلت	۳۶۳
۲۳۶	نوادراتِ سلف	۳۷۲
۲۳۷	قربانی کی فضیلت واہمیت	"
۲۳۸	حج اکبر	"
۲۳۹	قربانی کے معاملہ میں اسوۂ نبوی	۳۷۷
۲۴۰	قربانی کی شرعی حیثیت	۳۷۸
۲۴۱	ترکِ قربانی پر وعید	۳۸۰
۲۴۲	ایک قربانی میں پورے گھر والوں کی شرکت	۳۸۱
۲۴۳	ایک جانور میں شراکت	۳۸۴
۲۴۴	ایام میں قربانی	۳۸۵
۲۴۵	قربانی کرنے والے کیلئے ہدایات نبوی:	۳۸۶
۲۴۶	بال اور ناخن نہ کاٹنا	"
۲۴۷	اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا	۳۸۸
۲۴۸	عورت کا ذبیحہ	۳۸۹
۲۴۹	مزدوری میں قربانی کا گوشت نہ دینا	۳۹۰
۲۵۰	چمڑے اور گوشت سے کچھ بیچنا	۳۹۱
۲۵۱	اُجرت میں کھالیں؟	۳۹۲
۲۵۲	نمازِ عید کے بعد قربانی کرنا	"
۲۵۳	ذبح ونحر کا مسنون طریقہ	۳۹۴
۲۵۴	جانور کی نظروں سے دُور چھری تیز کرنا	۳۹۴
۲۵۵	نحر کرنا	۳۹۶
۲۵۶	ذبح کرنا	۳۹۷
۲۵۷	گائے یا بھینس ذبح یا نحر	"
۲۵۸	جانور کو قبلہ رو کرلینا	"
۲۵۹	کھڑے اونٹ کو نحر کرنا	۳۹۸
۲۶۰	جانور کو ذبح کرنیکی کیفیت	۴۰۰
۲۶۱	تکبیر	"
۲۶۲	قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ذکر و دعا	۴۰۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۲۶۳	قربانی کے جانور	۴۰۲
۲۶۴	بھینس اور بھینسے کی قربانی	۴۰۴
۲۶۵	قربانی کے جانوروں میں مطلوبہ اوصاف	۴۰۶
۲۶۶	افضل قربانی	۴۰۹
۲۶۷	قربانی کے جانور کو پالنا	۴۱۰
۲۶۸	قربانی والے جانوروں کے عیوب و نقائص	۴۱۱
۲۶۹	کانوں اور آنکھوں کے عیوب	۴۱۱
۲۷۰	اندھا، کانا، بیمار، لاغر	"
۲۷۱	کٹے ہوئے کان، ٹوٹے ہوئے سینگ والے اور اندھے جانور	۴۱۲
۲۷۲	خارش زدہ اور بعض کٹا جانور	۴۱۳
۲۷۳	متفق علیہ اور مختلف فیہ عیوب	۴۱۳
۲۷۴	خصی جانور کا حکم؟	۴۱۴
۲۷۵	حاملہ جانور کا حکم؟	۴۱۴
۲۷۶	جانور خریدنے کے بعد رونما ہونے والے عیب	۴۱۶
۲۷۷	جانور کو بدلنا	۴۱۸
۲۷۸	قربانی والے جانوروں کی عمریں اور دانت	۴۱۸
۲۷۹	مسنہ یا دو دانتا	۴۱۹
۲۸۰	جذعہ یا کھیرا	۴۲۰
۲۸۱	کسی فوت شدہ کی طرف سے قربانی	۴۲۱
۲۸۲	ایک وضاحت	۴۲۳
۲۸۳	قربانی کے گوشت کی تقسیم	۴۲۴
۲۸۴	گوشت کی مدت	۴۲۵
۲۸۵	قرض لیکر قربانی کرنا	۴۲۷
۲۸۶	قربانی خلاف ایک بلیغ ترین سازش	"
۲۸۷	قربانی اور تعامل امت	۴۲۸
۲۸۸	قربانی پر بے رحمی کے واویلہ کا جائزہ	۴۳۰
۲۸۹	مویشیوں کی قلت کا بہانہ	۴۳۵
۲۹۰	ضیاع اموال کا رونا	۴۳۶
۲۹۱	آگے آگے دیکھئے....	۴۳۸
۲۹۲	قربانیوں کا معاشی پہلو	۴۳۹
۲۹۳	قربانی کے مادی فوائد	۴۴۱
۲۹۴	حجاج کی ہدی کے فوائد و معارف	۴۴۳
۲۹۵	مصادر و مراجع تالیف	۴۴۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

إنّ الحمد لله، نحمده و نستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيّئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضلّ له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لّا إله إلّا الله وحده لا شريك له، وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسوله.

امّا بعد! قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ریڈیو متحدہ عرب امارات، ام القیوین سے شمال اسٹوڈیوز کی اُردو سروس میں نشر ہونے والے ہمارے سلسلہ وار پروگرام "سوئے حرم" کی یہ کتابی شکل ہے۔ جس میں مناسب ترمیم اور مفید اضافے بھی ہیں۔ خصوصاً ہمارے فاضل دوست جناب حافظ عبدالرؤف صاحب (فاضل مدینہ یونیورسٹی مقیم الذید۔ شارجہ) نے ہماری درخواست پر تمام احادیث و آثار کی علمی و تفصیلی تخریج کر کے کتاب کی افادیت کو دوبالا کر دیا ہے۔ جس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ جزاہ اللہ خیراً۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اسے اُردو داں طبقہ کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین۔

تمام قارئین نیز عازمینِ حج و عمرہ اور زائرین حرمین شریفین سے استدعا ہے کہ اس کتاب کے مؤلف، مُخرّج و معلّق اور طابع و ناشر کے لیے دُعاء خیر و برکت کرنا نہ بھولیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابو عدنان محمد منیر قمر سیالکوٹی
متحدہ عرب امارات
ام القیوین
۱۹ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ، ۱۸ نومبر ۱۹۸۹ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَلبِیّہ

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ

میں حاضر ہوں ، اے اللہ! میں حاضر ہوں

لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ

میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ، میں حاضر ہوں

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ

بیشک ہر قسم کی تعریف تیرے لیے اور ہر نعمت تیری دی ہوئی ہے اور تیری ہی بادشاہی ہے۔

لَا شَرِیْكَ لَكَ .

تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج وعمرہ کے بنیادی احکام

کلامِ الٰہی میں

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ، فَاِنْ اُحْصِرْ
تُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْ
سَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ، فَمَنْ كَانَ
مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ
فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ، فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ،
تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ، ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ
حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۱۹۶
اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ، فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ
الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي
الْحَجِّ ، وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ،
وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ
يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۱۹۷ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ
تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ
عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ
وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ، وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِمَنَ الضَّآلِّیْنَ ۱۹۸ ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ
النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ، اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۱۹۹
فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ
اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا، فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ
رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ ۲۰۰
وَمِنْہُمْ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ
فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۲۰۱
اُولٰٓئِکَ لَہُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا، وَاللّٰہُ سَرِیْعُ
الحساب ۲۰۲ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ،
فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ وَ مَنْ
تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ لِمَنِ اتَّقٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ۲۰۳

[سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۹۶ تا ۲۰۳]

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ
ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۹۶ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ
اِبْرٰھِیْمَ، وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا، وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ
حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا، وَمَنْ کَفَرَ
فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۹۷

[سورۃ آل عمران، آیت: ۹۶، ۹۷]

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ
الْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادِ، وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ
نُّذِقْہُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۲۵ وَاِذْ بَوَّاْنَا
لِاِبْرٰھِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا وَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ
السُّجُودِ ۲۶ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ
رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ
عَمِيقٍ ۲۷ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا
اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ
مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا
الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۲۸ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا
نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۲۹

(سورۃ الحج، آیت: ۲۵ تا ۲۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ
مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ
اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ
ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۹۴ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ
قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ
مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا
بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ
ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا اللَّهُ
عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ
عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۹۵
أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ
وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ
حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۹۶
جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ، ذَٰلِكَ
لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۹۷
اعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ ۹۸ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ۹۹

(المائدہ : ۹۷ تا ۹۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُم
بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي
الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ، إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ٥
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللّٰهِ وَلَا
الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا
آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ
وَرِضْوَانًا ، وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ، وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ، وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ
وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ، وَاتَّقُوا
اللّٰهَ ، إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ٥

(المائدہ : ۱-۲)

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ
الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ
بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ
عَلِيمٌ ٥

(البقرہ : ۱۵۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى
الْقُلُوْبِ ۝ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ
مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا
مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ
مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ، فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ
اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝
الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ
عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ، وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ
لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ، فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا
صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ
اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا
لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا
وَلَا دِمَآؤُهَا، وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ، كَذٰلِكَ
سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ
وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(الحج : ۳۲ ـ ۳۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ

اور اللہ کی خوشنودی کے لیے جب حج و عمرہ کی نیت کرلو تو اسے پورا کرو، اور اگر کہیں گھر جاؤ تو قربانی میسّر آئے، اللہ کی جناب میں پیش کرو، اور اپنے سر نہ مونڈو جب تک کہ قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ مگر جو شخص مریض ہو یا جس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس بناء پر اپنا سر منڈوالے، تو اُسے چاہیئے کہ فدیہ کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔ پھر اگر تمہیں امن نصیب ہو جائے (اور تم حج سے پہلے مکہ پہنچ جاؤ) تو جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اُٹھائے وہ حسبِ مقدور قربانی دے اور اگر قربانی میسّر نہ ہو، تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات گھر پہنچ کر، اس طرح پورے دس روزے رکھ لے۔ یہ رعایت ان لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر مسجدِ حرام کے قریب نہ ہوں اللہ کے اِن احکام کی خلاف ورزی سے بچو اور خوب جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں، جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیّت کرے، اُسے خبردار رہنا چاہیئے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی اور کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہونے پائے اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔ اور سفرِ حج کے لیے زادِ راہ ساتھ لے جاؤ اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری (بھیک سے بچنا) ہے، پس اے ہوشمندو! میری نافرمانی سے پرہیز کرو۔ اور اگر حج کے ساتھ ساتھ تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر جب عرفات سے چلو تو مشعر الحرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس کی ہدایت اس نے تمہیں کی ہے۔ ورنہ اِس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے تو تم بھٹکے ہوئے تھے۔ پھر جہاں سے اور سب لوگ پلٹتے ہیں وہیں (عرفات) سے تم بھی پلٹو اور اللہ سے معافی چاہو یقیناً وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

پھر جب اپنے حج کے ارکان ادا کر چکو تو جس طرح پہلے اپنے اباء و اجداد کا ذکر کرتے تھے، اُس طرح اب اللہ کا ذکر کرو، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ لوگوں میں سے کوئی تو ایسا ہے، جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب، ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دے دے۔ ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔

اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب، ہمیں دُنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصّہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چکاتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

یہ گنتی کے چند روز ہیں جو تمہیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہئیں۔ پھر جو کوئی جلدی کرکے دو ہی دن میں (منیٰ سے) واپس ہو گیا تو کوئی حرج نہیں، اور جو کچھ دیر زیادہ ٹھہر کر (تیسرے دن) پلٹا تو بھی کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ یہ دن اس نے تقویٰ کے ساتھ گزارے ہوں اور اللہ کی نافرمانی سے بچو اور خوب جان رکھو کہ ایک روز اس کے حضور تمہاری پیشی ہونے والی ہے۔

بیشک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکّہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکزِ ہدایت بنایا گیا تھا۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا مقامِ عبادت ہے اور اس کا یہ حال ہے کہ جو اس میں داخل ہوا مامون ہو گیا۔ اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق (فرض) ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہوں وہ اس کا حج کریں اور جو کوئی اس کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور جو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس مسجدِ حرام کی زیارت میں مانع ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے بنایا ہے جس میں مقامی باشندوں اور باہر سے آنے والوں کے حقوق برابر ہیں۔ اور اس مسجد حرام میں جو بھی راستی سے ہٹ کر ظلم کا طریقہ اختیار کرے گا اسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اور یاد کرو وہ وقت جبکہ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی (اس ہدایت کے ساتھ کہ) میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام در کوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔ اور لوگوں کو حج کے لیے اذنِ عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دُور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور چند مقرر دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انھیں بخشے ہیں۔ خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلائیں۔ پھر اپنا میل کچیل دُور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں (یہ تھا تعمیرِ کعبہ کا مقصد)۔

اے ایمان والو! اللہ تمہیں اس شکار کے ذریعہ سے سخت آزمائش میں ڈالے گا جو بالکل تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوگا، یہ دیکھنے کے لیے کہ تم میں سے کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے۔ پھر جس نے اس تنبیہ کے بعد اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے تجاوز کیا اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے دردناک عذاب ہے۔ اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے فدیہ دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ فدیہ کعبہ پہنچایا جائے گا۔ یا پھر اس گناہ کے کفارہ میں مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا یا اس کے بقدر روزے رکھنے ہوں گے تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا اُسے اللہ نے معاف کر دیا۔ لیکن اب اگر کسی نے اس حرکت کا اعادہ کیا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا، اللہ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔

تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا، جہاں تم ٹھہرو وہاں اسے کھا سکتے ہو اور قافلہ وسفر کے لیے زادِ راہ بھی بنا سکتے ہو البتہ خشکی کا شکار کرنا جب تک تم احرام میں ہو تم پر حرام کیا گیا ہے پس اللہ کی اس نافرمانی سے بچو جس کی پیشی میں تم سب کو گھیر کر حاضر کیا جائے گا۔

اللہ نے مکانِ محترم، کعبہ کو لوگوں کے لیے (اجتماعی زندگی کے) قیام کا ذریعہ بنایا اور ماہ حرام اور قربانی کے جانوروں اور قلادوں کو بھی (اس کام میں معاون بنا دیا) تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ آسمانوں اور زمین کے سب حالات سے باخبر ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔

خبردار ہو جاؤ، اللہ سزا دینے میں بھی سخت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بہت درگزر کرنے اور رحم کرنے والا بھی ہے رسول پر تو صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، آگے تمہارے کھلے اور چھپے سب حالات کا جاننے والا اللہ ہے۔

اے ایمان والو! اللہ کے احکام کو پورا کرو، تمہارے لیے چارپائے جانور حلال ہیں سوائے ان کے جو (آگے) تم کو پڑھ کر سنائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا رہے ہیں مگر جب (حج یا عمرہ کا) احرام باندھے ہو تو شکار کو حلال نہ سمجھنا۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے۔

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں (اور اس کے احکام) کی بے حرمتی مت کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی نہ قربانی (ہدی) کے جانور کی نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں قلادے ہوں نہ ان لوگوں کی جو حرمت والے گھر (بیت اللہ) کو جا رہے ہوں۔ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا مندی چاہتے ہوں، اور جب احرام کھول لو تو شکار کرو اور جن لوگوں نے تم کو مسجد حرام میں آنے سے روکا تھا (سال حدیبیہ) ان کی دشمنی تم سے زیادتی نہ کرائے اور نیکی و پرہیزگاری کے امور میں آپس میں ایکدوسرے کی مدد کرو اور گناہ و ظلم کے امور میں مدد مت کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بلا شبہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

بیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اور ان دونوں کے مابین طواف (سعی) کرے تو کوئی برا نہیں اور جو کوئی شوق سے نیک کام کرے تو اللہ قدر دان اور جاننے والا ہے۔

یہ تو ہوا، اور جو اللہ کے نام کی چیزوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ ان (قربانی کے) جانوروں سے تم کو ایک معین مدت تک فائدے ہیں پھر ان کا ٹھکانا پرانے گھر (خانہ کعبہ) کی طرف ہے۔ اور ہر قوم کے لیے ہم نے قربانی کا ایک طریقہ (یا عید و عبادت کا دن) ٹھہرا دیا ہے تاکہ وہ اُن جانوروں پر جو اس نے انھیں دیئے ہیں (ہدی و قربانی کو ذبح کرتے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں۔ تو (اے لوگو) تمہارا معبود وہی ایک ہے اسی کے تابعدار رہو اور (اے پیغمبر) عاجزی کرنے والوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو (ہماری رضا و جنّت کی) خوشخبری دے دو۔ جن کے دل اللہ کا نام لیتے ہی ڈر جاتے ہیں اور جو مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا ہے وہ اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور قربانی اونٹوں (اور گایوں) کو بھی ہم نے اللہ کے نام کی ادب والی چیزوں میں سے بنایا ہے ان میں تمہارا (دین و دنیا کا) فائدہ بھی ہے۔ ان پر جب وہ (نحر کے وقت) پاؤں بندھے کھڑے ہوں، اللہ کا نام لو اور جب وہ کروٹوں پر گر (کر ٹھنڈے ہو) جائیں تو خود بھی ان میں سے کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے فقیر اور مانگنے والے فقیر کو بھی کھلاؤ۔ ہم نے اس طرح ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کو نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ خون بلکہ اسے تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے، اللہ نے اسی طرح ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا اس لیے کہ اللہ نے جو تم کو راہ پر لگایا، تم بھی (اس کے بدلے میں) اللہ کی بڑائی کرو اور (اے پیغمبرؐ) نیک لوگوں کو (جنّت کی) خوشخبری دیدو!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج وعمرہ کے فضائل وبرکات

مجموعۂ عبادات نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح ہی حج وعمرہ بھی ایک اہم عبادت ہے بلکہ ایک اعتبار سے تو یہ دیگر عبادات سے بھی جلیل القدر ہے کیونکہ نماز اور روزہ صرف بدنی عبادات ہیں اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے جبکہ حج وعمرہ مالی اور بدنی ہر قسم کی عبادات کا مجموعہ ہے۔

اسلام کا رُکن دینِ اسلام میں حج وعمرہ کی اس قدر اہمیت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسے اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک رکن قرار دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بنی الاسلام علیٰ خمس:
شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ. وانّ محمداً رسول اللّٰہ
واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان و
حجّ البیت [1]

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱: - یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مختلف سندوں سے مروی ہے اسے بخاری (۸) مسلم (۱/ ۱۷۶ - ۱۷۷) ترمذی (۲۶۰۹) نسائی (۸/ ۱۰۷ - ۱۰۸) سب نے "کتاب الایمان" میں، ابن خزیمۃ (۳۰۸، ۳۰۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۲۵۰۵) ابن حبان (۱۵۸ تحقیق شعیب) طبرانی نے المعجم الکبیر (۱۲/ ۳۰۹، ۳۱۲) میں بیہقی (۱/ ۳۵۸، ۴/ ۸۱، ۱۹۹) احمد (۲/ ۲۶، ۹۳، ۱۲۰، ۱۴۳) ابو یعلی (۵۷۸۸) عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" (۸۲۳) میں، ابو عبید نے "الایمان" (۱۴) میں ابن مندہ نے بھی "الایمان" (۴۰ - ۴۳ - ۱۴۸ - ۱۵۰) میں دولابی نے "الکنی" (۱/ ۸۰) میں آجری نے "الشریعۃ" (۱۰۶) میں، مروزی نے "تعظیم قدر الصلاۃ" (۴۱۱، ۴۱۸) میں اور بکری نے "الأربعین" (۸۲) میں روایت کیا ہے۔ یہ حدیث جریر بن عبداللہ البجلی، ابوھریرۃ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ (۱) حدیث جریر کو احمد (۴/ ۳۶۲، ۳۶۴) ابو یعلی (۷۵۰۲، ۷۵۰۷) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۲/ ۳۲۶، ۳۲۷) اور "المعجم الصغیر" (۲/ ۸) میں، مروزی (۴۱۹، ۴۲۲) اور آجری اور ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" (۷/ ۳۸۹) میں روایت کیا ہے اور یہ جریر رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح ثابت ہے (۲) حدیث ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کو ابن النجار (۱۵/ ۲۸۷، ۲۸۸) نے روایت کیا ہے اور اسکی سند ضعیف ہے (۳) حدیث ابن عباس کو طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۲/ ۱۷۴) میں روایت کیا ہے اور اسکے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے۔ "جس نے ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی ترک کر دیا وہ کافر ہے اور اس کا خون حلال ہے۔" مگر اس کی سند بھی ضعیف ہے، اس کی سند پر بحث اور اس کی مفصل تخریج ہم دادا مرحوم کے رسالہ "فلاح دارین" حدیث (۳۳) میں کریں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افضل عمل

ایسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو افضل ترین اعمال میں سے ایک شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ہی حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اَیُّ العمل افضل؟ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

الایمان باللہ ورسولہ۔ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔

کہا گیا کہ اس کے بعد؟ تو ارشاد ہوا:

الجھاد فی سبیل اللہ۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

پھر پوچھا گیا کہ اس کے بعد؟ تو آپ نے فرمایا:

حَجٌّ مبرور [۲] حج مقبول

حجِّ مبرور؟

علماء کرام نے "حج مبرور" کی شرح بیان کرتے ہوئے متعدد آراء کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مدظلہ العالی "القریٰ لقاصدام القریٰ" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

۲: اس حدیث کو بخاری (۲۶، ۱۵۱۹) "الایمان والحج" مسلم (۲/۷۲) "الایمان" ابوعوانہ (۱/۶۲) نسائی (۵/۱۱۳، ۶/۱۹) "الحج والجھاد" اور "الایمان" (۸/۹۳، ۹۴) میں اس کا پہلا ٹکڑا، دارمی (۲/۲۰۱) "الجھاد" ابن حبان (۱۵۳۔ تحقیق الشیخ شعیب) بیہقی (۵/۲۶۲، ۹/۱۵۷) اور أحمد (۲/۲۶۴، ۲۶۸، ۲۶۹) نے سعید بن المسیب کے واسطہ سے ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسکو ترمذی (۱۶۵۸) "فضائل الجھاد" طیالسی (۱/۲۰۲، ۲۳۲) اور اسی طرح أحمد (۲/۲۵۸، ۲۸۷، ۳۴۸، ۴۴۲، ۵۲۱) نے بھی ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے اور واسطوں سے بھی کچھ لفظی فرق سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث عبداللہ بن حُبشیؓ، عبداللہ بن سلام، عمرو بن العاص اور عائشہ بنت عبداللہ بن شفاء رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے مگر خوفِ طوالت سے انکی احادیث کی تخریج ترک کیجاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" بعض کے نزدیک اس سے مُراد وہ حج ہے جس کے دوران کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ حج ہے جو عند اللہ مقبول ہو جائے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے وہ حج مُراد ہے جس میں ریاء و شہرت فحاشی اور لڑائی جھگڑا نہ کیا گیا ہو اور کچھ اہلِ علم کا کہنا ہے کہ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ اس سے آدمی پہلے کی بہ نسبت بہتر ہو کر لوٹے اور گناہ کی کوشش نہ کرے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایسا حج جس کے بعد انسان دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طلبگار بن جائے۔ جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حج کے مفہوم میں یہ سبھی امور شامل ہیں۔ [المرعاۃ شرح المشکوٰۃ جلد ۶ ص۱۹۰ طبع مکتبۂ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ پاکستان]

گناہوں سے کلّی طہارت

کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو فریضۂ حج سے سبکدوش ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور سابقہ گناہوں سے کلی طور پر پاک ہو کر لوٹتے ہیں جیسے کوئی نوزائیدہ بچہ جنم لیتے وقت اس دُنیا میں گناہوں سے پاک آتا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من حجّ ، فلم یرفث ولم یفسق رجع من ذنوبہ کیوم ولدتہ اُمّہ [۳]

جس نے حج کیا اور دورانِ حج اس سے نہ کوئی شہوانی فعل سرزد ہوا اور نہ ہی اس نے فسق و فجور (گناہ) کا ارتکاب کیا۔ وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر لوٹا کہ گویا آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔

۳: اس حدیث کو بخاری (۱۵۲۱، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰) "الحج والمحصر" مسلم (۹/۱۱۹) ترمذی (۸۱۱) نسائی (۵/۱۱۴) دارمی (۲/۳۱) ابن خزیمہ (۲۵۱۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیہقی (۵/ ۶۷، ۲۶۱، ۲۶۲) اور احمد (۲/ ۲۲۹، ۲۴۸، ۲۱۰، ۲۸۴، ۴۹۴) نے روایت کیا ہے۔

تنبیہ:۔ بحشل الواسطی نے "تاریخ واسط" (۱۸۲) میں اور دارقطنی (۲/۲۸۴، ۲۱۳) نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ان کے ہاں اس میں "او اعتمر" (یا جس نے عمرہ کیا) اس کا اضافہ بھی ہے مگر یہ اضافہ صحیح نہیں کیونکہ اس اضافہ کو روایت کرنے والے حجاج بن أرطاۃ ہیں اور یہ بہت زیادہ غلطیاں کرتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں کہا ہے۔

یہی اضافہ ایک دوسرے طریق (سند) میں بھی ہے اور اس طریق سے اس حدیث کو عقیلی (۴/ ۳۳۸) اور ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" (۷/ ۱۴۳) میں روایت کیا ہے مگر اس طریق میں بھی یہ اضافہ صحیح نہیں کیونکہ اس میں ایک راوی ھشام بن سلیمان ہے اس کی جو حدیث ابن جریج سے نہ ہو اس میں اس کو وہم ہوتا ہے جیسا کہ عقیلی نے کہا ہے اور یہ حدیث اس نے ابن جریج سے نہیں بلکہ ثوری سے بیان کی ہے نیز اس سے اس حدیث کی سند میں بھی غلطی ہوئی ہے جیسا کہ عقیلی نے صراحت کی ہے اسی لیے ذہبی نے "میزان" (۴/ ۲۹۹) میں کہا ہے کہ اس نے یہ حدیث عجیب سند سے روایت کی ہے۔ اور ابونعیم نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے ھشام اسے بیان کرنے میں متفرد ہے اور اس نے لفظ "الاعتمار" بڑھا دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صحیح مسلم وابن خذیمہ میں حضرت ابن شماسہؓ سے مروی ہے کہ معروف صحابی رسول حضرت عَمرو بن عاصؓ پر موت کا عالم طاری ہوا تو اس وقت ہم ان کے پاس موجود تھے. وہ دیر تک خشیتِ الہٰی سے روتے رہے اور پھر اپنے قبول اسلام کا جذبہ پیدا فرمایا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ ! اپنا دست مبارک آگے بڑھایئے تاکہ میں بیعت کر دوں. اور جب آپؐ نے اپنا دست مبارک بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپؐ نے فرمایا: عَمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں ایک شرط پیش کرنا چاہتا ہوں، فرمایا: وہ کیا؟ میں نے عرض کیا، صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔ تو آپؐ نے فرمایا: اے عَمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں:

ان الاسلام یھدم ماکان قبلہٗ واَنّ الھجرۃ تھدم ماکان قبلھا واَنّ الحجّ یھدم ماکان قبلہ [۴]

اسلام قبول کرنا پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت کرنا (دین کی خاطر) پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور حج کرنا بھی سابقہ گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔

جنّت کی بشارت

حج و عمرہ سے حاصل ہونے والی سعادتوں، کامرانیوں اور فضائل و برکات کا یہ عالم ہے کہ تمام گناہوں کے کفارے کے ساتھ ساتھ جنّت کی خوشخبریاں بھی کانوں میں رس گھولتی. دلوں میں ایمان جگاتی اور روح کو بالیدگی و تازگی بخشتی ہیں چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

العمرۃ الیٰ العمرۃ کفّارۃ لما بینھما والحجّ المبرور لیس لہٗ جزآءٌ الاّ الجنّۃ۔ [۵]

---

[۴] اس حدیث کو مسلم (۲/۱۳۷، ۱۳۸) "الایمان" ابن خزیمۃ (۲۵۱۵) اور اسی طرح أبو عوانۃ (۱/۷۰) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا ثواب تو جنت ہی ہے۔

بوڑھوں، ضعیفوں اور عورتوں کا جہاد

میدانِ کارزار میں کفار و مشرکین کو تہ تیغ کرنے والے غازیوں اور شہیدوں کو اللہ تعالیٰ جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے وہ صرف انہی لوگوں کا حصہ ہے جو اپنی جانیں ہتھیلیوں پہ لیے اور سروں پر کفن باندھے محاذِ جنگ پر دشمنوں کو للکارتے ہیں مگر وہ انسانی طبقے جو اس دل گردہ کے مالک نہیں ہوتے کہ معرکۂ حق و باطل کو سر کریں۔ انھیں جہاد کا ثواب عطا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حج کو اس کا نعم البدل قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف اور بعض دیگر کتبِ حدیث میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

نری الجہاد افضل الاعمال، افلا نجاھد؟

ہم جہاد کو افضل اعمال میں سے سمجھتے ہیں تو کیا ہم (عورتیں) بھی جہاد نہ کریں؟

اس پر نبیٔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لکنّ افضل الجہاد، حج مبرور [۶] تمہارے لیے افضل جہاد، حج مبرور ہے جبکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے میں نے آپؐ سے جہاد کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا: جہادکنّ الحج [۷] تمہارا جہاد حج ہے۔

۵: یہ أبوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس کو مالک (۱/ ۳۴۶/ ۶۵) بخاری ۱۷۷۳ مسلم (۹/ ۱۱۷-۱۱۸) نسائی (۵/ ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵) ترمذی (۹۳۳) دارمی (۲/ ۳۱) ابن ماجہ (۲۸۸۸) ابن خزیمۃ (۲۵۱۳، ۲۵۱۲، ۳۰۷۲، ۳۰۷۳) بیہقی (۴/ ۳۴۳، ۵/ ۲۶۱) اور احمد (۲/ ۲۴۶، ۴۶۱، ۴۶۲) نے روایت کیا ہے۔ ۶: ان الفاظ سے اس حدیث کو بخاری (۱۵۲۰، ۲۷۸۴) "الحج والجہاد" بیہقی (۹/ ۲۱) اور أبو یعلی (۴۷۱۰) نے روایت کیا ہے۔

مذکورہ الفاظ سے کچھ مختلف الفاظ کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے اور ان الفاظ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اس کو بخاری (۱۸۶۱) "جزاء الصید" بیہقی (۴/ ۳۲۶) اسی طرح نسائی (۵/ ۱۱۴، ۱۱۵) أحمد (۶/ ۷۹) اور ابن مندہ نے "الإیمان" (۲۲۹) میں روایت کیا ہے۔

۷: ان الفاظ سے اس حدیث کو بخاری (۲۸۷۵) "الجہاد" بیہقی (۴/ ۳۲۶، ۹/ ۲۱) اور أحمد (۶/ ۶۷، ۱۶۵، ۱۶۶) نے روایت کیا ہے۔ بیہقی اور أحمد میں "جہادکن" کے بعد "أو حسبکن" کے الفاظ بھی ہیں۔ اس حدیث کو سعید بن منصور (۲۳۳۹) ابن عدی (۴/ ۱۳۸۷) اور أبویعلی (۴۵۱۱) نے "جہاد النساء الحج" (عورتوں کا جہاد حج ہے) کے الفاظ سے بھی روایت کیا ہے اسی طرح ملاحظہ ہو "مسند أحمد" (۶/ ۶۸، ۷۱، ۱۲۰)

۸: اس کو احمد (۶/ ۱۵۶) ابن ابی شیبۃ (۳/ ۱۲۲۔ دارالتاج) ابن ماجہ (۲۹۰۱) ابن خزیمۃ (۴/ ۳۲) فاکھی (۱/ ۳۷۶، ۳/ ۷۷) اور دارقطنی (۲/ ۲۸۴، ۲۱۵) نے عائشہ بنت طلحۃ کے واسطے سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ ابن خزیمۃ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور نووی نے اس کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، ملاحظہ ہو "المجموع" (۷/ ۴) احمد (۶/ ۷۵) بیہقی (۴/ ۳۵۰) اور دارقطنی نے اس کو عمران بن حطان کے واسطے سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور یہ سند جیّد ہے نووی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ مسند احمد اور ابن ماجہ کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا:

نعم، علیھن جھاد لا قتال فیہ، الحج والعمرۃ [8]

ہاں ان پر ایسا جہاد ہے جس میں کوئی قتال و جنگ نہیں۔ اور وہ ہے: حج و عمرہ۔

اس حدیث کی سند کو محدّثِ عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے [انظر تحقیق المشکوٰۃ ۲/ ۷۷۰ حدیث: ۲۵۳۴، ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل ۴/ ۱۵۱]

جبکہ نسائی شریف کی ایک حسن سند والی حدیث میں حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جھاد الکبیر والضعیف والمرأۃ: الحج والعمرۃ [9]

بوڑھوں، کمزوروں ضعیفوں اور عورتوں کا جہاد حج و عمرہ ہے۔

(حسّنہ المنذری فی الترغیب والترھیب ۲/ ۵
بہ تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید

9: اس کو نسائی (۵/ ۱۱۴) سعید بن منصور (۲۳۴۴) بیہقی (۴/ ۳۵۰، ۹/ ۲۳) عبدالرزاق (۹۷۰۹، ۹۷۱۰) اور احمد (۲/ ۴۲۱) نے روایت کیا ہے۔
منذری نے اگرچہ اس کی سند کو حسن کہا ہے مگر یہ مضطرب ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن یہ حدیث اپنے شواھد کی بناء پر صحیح ہے۔
ان شواھد میں علیؓ، اُم سلمہؓ اور عائشہؓ کی حدیثیں ہیں۔
(۱)۔ حدیث علی کو قضاعی نے "مسند الشہاب" (۸۱) میں روایت کیا ہے۔
(۲)۔ حدیث اُم سلمہ کو ابن ابی شیبہ (۳/ ۱۲۲۔ دارالتاج) ابن ماجہ (۲۹۰۲) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۲۳/ ۲۹۲، ۳۹۳) میں فاکھی نے "أخبار مکۃ" (۱/ ۳۷۷) میں طیالسی (۱/ ۲۰۲) احمد ۶/ ۲۹۴، ۳۰۳، ۳۱۴) ابو یعلی (۶۹۱۶، ۲۹۰۷) اور قضاعی نے روایت کیا ہے ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ ہر کمزور کا جہاد حج ہے۔ ۳۔ حدیث عائشہؓ اس کی تخریج ۸ میں ملاحظہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے مہمان حجاجِ کرام کے لیے یہی شرف کیا کم ہے کہ عازمینِ حج و عمرہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث میں اللہ کے وفد و مہمان قرار دیا ہے۔ چنانچہ نسائی شریف کی ایک حدیث ہے جس کی سند کو علامہ البانی حفظہ اللہ نے تحقیق المشکاۃ (۲/۷۷۸، حدیث: ۲۵۳۷) میں حسن قرار دیا ہے اور جسے امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی شعب الایمان میں روایت کیا ہے، اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا:

وَفْدُ اللّٰہِ ثَلَاثَۃٌ ، اَلْغَازِیْ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ [۱]

تین قسم کے لوگ اللہ کے وفد (مہمان) ہیں: جہاد، حج اور عمرہ کرنیوالے۔

قابلِ رشک زندگی اور قابلِ فخر موت حاجی کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر شرف و ثواب سے نوازا ہے کہ اس کا جینا بھی قابلِ رشک ہے اور اس کی موت بھی قابلِ فخر و اعزاز۔ صحیح بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ میدانِ عرفات میں ایک شخص اونٹنی سے گرا اور جانبر نہ ہوا بلکہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِسے بیری کے پتوں والے پانی سے غُسل دو اور اِنہی احرام کے کپڑوں میں کفن دے دو۔ اس کے سر کو نہ ڈھانپو اور نہ ہی اسے خوشبو لگاؤ۔ اور فرمایا:

فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مُلَبِّیًا [۲]

---

[۱] اسکو نسائی (۵/۱۱۳، ۶/۱۶) "الحج والجہاد" اسی طرح ابن خزیمۃ (۲۵۱۱) ابن حبان ۹۶۵ حاکم (۱/۴۴۱) بیہقی (۵/۲۶۲) ابن مندہ نے "الایمان" (۲۳۱) میں اور ابو نعیم نے "الحلیۃ" (۸/۳۲۷) میں روایت کیا ہے اور اسکو ابن خزیمۃ، ابن حبان اور حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے اور یہ مسلم کی شرط پر ہی ہے۔ [۲] اسکو بخاری (۱۲۶۵، ۱۲۶۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۱) "الجنائز و جزاء الصید" مسلم ۸/۱۲۶، ۱۳۰ "الحج" ابو داؤد ۳۲۳۸، ۳۲۴۱، "الجنائز" ترمذی ۹۵۱ "الحج" نسائی ۳۹/۴، ۵/۱۴۲ تا ۱۴۵، ۱۹۵، ۱۹۷ "الجنائز و الحج" ابن ماجہ ۳۰۸۴ ۳۰۸۵ "المناسک" وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا کہ یہ لبیک اللھم لبیک پکار رہا ہو گا۔

عمرۂ رمضان عموماً دیکھا جاتا ہے کہ صاحبِ استطاعت لوگ ماہ رمضان المبارک میں اکثر عمرہ کے لیے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہی ہے کہ دیگر مہینوں کی بنسبت رمضان المبارک کے مہینہ میں عمرے کا ثواب بہت زیادہ ہے رمضان میں عمرہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ عمرة فی رمضان تعدل حجّة [۱۲]

رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

---

[۱۲]: یہ حدیث ابن عباس، جابر، وھب بن خنبش، یوسف بن عبداللہ بن سلام ام معقل ام طلیق اور دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

(۱) ابن عباس کی حدیث کو بخاری (۱۷۸۲، ۱۸۶۳) مسلم (۲/۹) نسائی (۲/۱۳۰، ۱۳۱) دارمی (۲/۵۱) وغیرہ نے عطاء کے واسطے سے ابن عباس سے روایت کیا ہے ابوداؤد (۱۹۹۰) وغیرہ میں یہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے (۲) جابر کی حدیث کو احمد (۳/۳۵۲، ۳۶۱، ۳۹۷) اور ابن ماجہ ۲۹۹۵ نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے "تلخیص" (۲/۲۲۷) میں اسکی سند کو صحیح قرار دیا۔ (۳) حدیث وھب بن خنبش کو احمد (۴/۱۷۷، ۱۸۶) ابن ماجہ (۲۹۹۱) اور خطیب نے "الموضح" (۲/۲۳۸، ۲۳۹) میں روایت کیا ہے اور بوصیری نے اسکی سند کو صحیح کہا ہے "مصباح الزجاجۃ" (۱۰۴۸) ابن ماجہ (۲۹۹۳) احمد (۴/۱۷۷) بیہقی (۴/۳۴۶) دولابی نے "الکنی" (۲/۱۶۲) اور خطیب نے "الموضح" (۲/۲۳۹) میں اسکو ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے لیکن یہ سند ضعیف ہے نیز اسمیں وھب کی بجائے ھرم ہے جو کہ صحیح نہیں بلکہ صحیح وھب ہی ہے جیسا کہ بخاری اور خطیب نے کہا ہے (۴) حدیث یوسف بن عبداللہ بن سلام کو احمد (۴/۳۵) نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (۵) حدیث ام معقل کو ابوداؤد (۱۹۸۸) اور ترمذی ۹۳۹ وغیرہ نے روایت کیا ہے حاکم اور ذہبی نے اسکو صحیح کہا ہے (۶) حدیث ام طلیق کو بزار (۱۱۵۱) اور دولابی نے "الکنی" (۱/۱۴۲) میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر یاد رہے کہ اس عمر سے اسلام کے رکنِ حج کی فرضیت ہرگز ساقط نہیں ہوگی۔
بلکہ جب کسی پر فرضیتِ حج کی شرائط پوری ہو جائیں تو اس پہ حج کرنا فرض ہوگا۔

فرضیتِ حج

یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حج و عمرہ پر ان تمام فضائل و برکات اور عظیم انعامات کی بشارت دی ہے جن کا ذکر ہم نے سابقہ سطوروں میں کیا ہے ورنہ مسلمانوں کے لیے تو اس کی فرضیت کا حکم بھی تعمیلِ ارشاد کے لیے کافی ہے اور اس کی فرضیت قرآن و سنّت اور اجماعِ امت سے ثابت ہے چنانچہ سورۂ آل عمران، آیت: ۹۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق (فرض) ہے کہ جو اس کے گھر (بیت اللہ شریف) تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، وہ اس کا حج کریں۔ اور جو کوئی اس کے حکم کی پیروی سے انکار کرے تو (اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ) اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج و عمرہ کو اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن قرار دیا ہے ۱۳ جب کہ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يا أيها الناس! قد فرض عليكم الحج فحجوا ۱۴

اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا تم حج کرو۔

اور امام نووی و حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ سے نقل کرتے ہوئے امام شوکانی رحمہ اللہ

۱۳: اس حدیث کی مفصل تخریج ۱ میں گزر چکی ہے۔
۱۴: اس حدیث کی تخریج ۱۵ میں آرہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں کہ اس بات پر پوری امتِ اسلامیہ کا اجماع ہے کہ پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ ہی حج و عمرہ کرنا فرض ہے (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ۴/۳۱۲/ ۳۱۳، طبع مصر)

نفلی حج | اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ مرتبہ حج کرے تو وہ نفلی ہوگا کیوں کہ صحیح مسلم، نسائی اور مسند احمد میں حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا:

یا ایّھا النّاس! قد فرض علیکم الحجّ فحجّوا فقال رَجُلٌ: اَکلّ عام یا رسول اللّٰہ؟ فسکتَ حتی قالھا ثلاثاً.

اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا تم حج کرو ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج کریں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتیٰ کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال دُھرایا۔

تب پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو قُلت، نعم، لوجبت و لما استطعتم [۱۵]

اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال حج کرنا) واجب ہوجاتا۔ اور تم اس کی طاقت نہ پاتے۔

www.KitaboSunnat.com

نسائی مسند احمد اور دارمی میں سوال کرنے والے اس شخص کا نام بھی مذکور ہے جو کہ حضرت اقرع بن حابسؓ ہیں۔ [۱۶]

اس ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ حج و عمرہ زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے ... بخاری و مسلم میں مذکور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے

۱۵: اس حدیث کو مسلم (۹/۱۰۰، ۱۰۱) نسائی (۵/۱۱۰) ابن خزیمہ (۲۵۰۸) دارقطنی (۲/۲۸۱/ ۲۸۲) بیہقی (۴/۳۲۶) احمد (۲/۵۰۸) اور ابن حزم نے "المحلیٰ" (۷/۶۲) اور "الاحکام فی اصول الاحکام" (۸/۱۷) میں روایت کیا ہے ۱۶: یہ ابن عباسؓ کی حدیث ہے اور اسکی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ نبوی ہے:

العمرةُ الی العمرة کفّارة لما بینهما والحج المبرور لیس لهٗ جزآءٌ الّا الجنّة [۱۷]

ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے گناہوں کا کفّارہ ہے اور حج مبرور کی جزاء کو جنت ہی ہے۔

اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے مُفتی عالمِ اسلام سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ ابنِ باز حفظہ اللہ (سابق وائیس چانسلر مدینہ یونیورسٹی و موجودہ ڈائرکٹر جنرل ادارات بحوثِ علمیہ ودار الافتاء و دعوت وارشاد سعودی عرب) نے لکھا ہے کہ نفلی حج وعمرہ میں کثرت مسنون ہے۔ (التحقیق والایضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرة والزیارة ص۸ بیسواں ایڈیشن وفی الباب احادیث اخری، انظرها فی الفتح الربانی للبنّا: ۱۱/۸، ۹، ۱۰)

اور صحیح ابن حبان، بیہقی، مصنّف عبدالرزاق، مسند ابی یعلیٰ اور طبرانی اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یقول اللہ تعالیٰ: اِنّ عبداً اَصححت لهٗ جسمه و وسّعت علیه فی المعشیة، تمضی علیه خمسة اعوام لا یفد الیّ، لمحروم [۱۸]

اللہ تعالیٰ کہتا ہے: میں اپنے بندے کو جسمانی صحت اور مالی وسعت عطا کی مگر پھر بھی پانچ سال گزرنے کے باوجود وہ میرے پاس (حج کے لیے) نہیں آتا۔ ایسا آدمی (فضائل و برکات سے) محروم ہوتا ہے۔

۱۷: اس کی تخریج ص۵ میں گزر چکی ہے

۱۸: ابن حبان (۹۶۰) بیہقی (۲۶۲/۵) عبدالرزاق (۸۸۲۶) ابو یعلیٰ (۱۰۳۱) طبرانی اوسط ۴۹۰ میں اسطرح اس کو ابن عدی (۹۳۳/۳) فاکھی نے "اخبار مکۃ" (۲۳۶/۱، ۲۳۷) میں، بیہقی نے "شعب الایمان" (۲/۸، ۳، ۷) میں اور خطیب نے بھی "تاریخ بغداد" (۳۱۸/۸) میں روایت کیا ہے یہ حدیث ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے اسکو عقیلی ۲/۲۰۶، ۲۰۷ ابن عدی ۳۹۲/۴ فاکھی بیہقی اور خطیب نے الموضح ۲۶۹/۱، ۲۷۰ میں روایت کیا ہے شیخ البانی نے اس کو "الاحادیث الصحیحۃ" ۱۶۶۲ میں ذکر کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ و مستدرک حاکم (وصحّحہ واقرّہ الذہبی) مسند احمد اور بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اِرشادِ نبوی ہے:

الحجّ مرّة ، فمن زاد فتطوع [19]

فرض حج صرف ایک مرتبہ ہے جو زیادہ مرتبہ کرے وہ نفل ہے۔

فریضۂ حج کی ادائیگی میں جلدی کرنا

جب کوئی آئینی رقم، حالات اور وسائل کا مالک ہو جائے کہ وہ حج کر سکتا ہے تو اُسے حکم ہے کہ وہ فوراً اس فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جائے کیونکہ مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

تعجّلوا الى الحجّ يعنى الفريضة فانّ احدكم لا يدرى ما يعرض له من مرض او حاجة [20]

فریضۂ حج کی ادائیگی میں جلدی کرو۔ اس لیے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اُسے کب کوئی بیماری یا شدید ضرورت اس سے روک لے۔

اِس اور ایسی ہی دیگر احادیث کی بناء پر امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، مالک اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے قدرت واستطاعت حاصل ہو جانے پر فوراً حج کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے اور امام شافعی، اوزاعی، ثوری اور محمد (صاحب ابی حنیفہ) رحمہم اللہ اور بقول ماوردی: صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباس، انس اور جابر رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے امام عطاء و

---

[19]: اس حدیث کو ابوداؤد (۱۷۲۱) نسائی (۵/۱۱۱) ابن ماجہ (۲۸۸۶) دارمی (۲/۲۹) ابن ابی شیبۃ (۴/۸۵) دارقطنی (۲/۲۷۸، ۲۸۰) حاکم (۱/۴۴۱، ۴۷۰) بیہقی (۴/۳۲۶، ۵/۱۷۸) احمد (۱/۲۵۵، ۲۹۰، ۲۹۱، ۳۵۲، ۳۰۷، ۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۲) اور عبد بن حمید نے المنتخب من المسند ۶۷۷ میں ابوسنان کے واسطے سے ابن عباس رض سے روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے حاکم نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ابن الجارود (۴۱۰) دارمی، طیالسی (۱/۲۰۲) اور احمد (۱/۲۹۲، ۳۱، ۳۲۵) نے اس کو عکرمہ کے واسطے سے بھی ابن عباس رض سے روایت کیا ہے اس سے بھی ابوسنان کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاؤس رحمہما اللہ کے نزدیک وقتِ وجوب کے بعد جب چاہے حج کر سکتا ہے۔

(جانبین کے دلائل کی تفصیل کے لیے دیکھئے: الفتح الربانی وشرحہ بلوغ الامانی از احمد عبدالرحمٰن البنّا ۱۱/ ۱۹-۲۲)

ترکِ حج پر وعید جو شخص استطاعت کے باوجود اپنے دنیاوی مشاغل میں مصروف رہے اور جان بوجھ کر فریضۂ حج کی ادائیگی کو مؤخر کرتا جائے حتیٰ کہ اسی حالت میں اسے حج کئے بغیر ہی موت آجائے اس کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔ سنن سعید بن منصور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

میں نے ارادہ کیا کہ ان شہروں کی طرف اپنے آدمی بھیجوں۔ وہ ہر اس آدمی کا پتہ چلائیں جس نے طاقت کے باوجود حج نہ کیا ہو تاکہ میرے آدمی ایسے لوگوں پر غیر مسلموں سے لیا جانے والا ٹیکس (جزیہ) نافذ کر دیں۔ اور آخر میں فرمایا:

ما ھم بمسلمین، ما ھم بمسلمین [۲۱]

وہ مسلمان نہیں، وہ مسلمان نہیں۔

---

[۲۰]: اس حدیث کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے یا عبداللہ سے فضل نے یا فضل نے عبداللہ سے روایت کیا ہے اور یہ شک بعض راویوں سے ہے۔ اور یہ صحیح حدیث ہے اس کو احمد (۱/ ۲۱۴، ۲۱۴، ۳۲۳، ۳۵۵) ابن ماجہ (۲۸۸۳) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۸/ ۲۸۷-۲۸۸، ۲۹۶) میں فاکھی نے "أخبار مکۃ" (۱/ ۳۸۴) میں بیہقی (۴/ ۳۴۰) اور خطیب نے "الموضح" (۱/ ۲۰۷) میں روایت کیا ہے۔ اور یہ سند ابو اسرائیل اسماعیل بن حلیفہ کی وجہ سے ضعیف ہے مگر طبرانی (۱۸/ ۲۸۸) میں اس کی سند کی متابعت موجود ہے۔ اس سند میں ایک راوی عبدالکریم ہے یہ عبدالکریم اگر عبدالکریم الجزری ہیں تو یہ سند حسن درجہ کی ہے غالباً یہ عبدالکریم جزری ہی ہیں کیونکہ اس حدیث کو عبدالکریم سے روایت کرنے والا "فرات بن سلمان الجزری" ہے، فرات کو ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸۰/۷) میں ذکر کیا ہے اور اپنے باپ ابوحاتم سے اس کے بارے میں یہ کلمات نقل کیے ہیں۔ "لا بأس به محله الصدق صالح الحدیث"

اس سند کے باقی سب راوی ثقہ ہیں۔ جبکہ عبدالکریم عبدالکریم بن ابی المخارق نہیں بلکہ عبدالکریم الجزری ہوں اس حدیث کی ابن عباس سے ایک دوسری سند بھی ہے مگر اس سند سے الفاظ مختصر ہیں اور وہ یہ ہیں "من اراد الحج فلیتعجل" "جو حج کا ارادہ رکھتا ہے اسے جلدی کرنی چاہیئے"۔

ان الفاظ سے اس کو ابوداؤد (۱۷۳۲) دارمی (۲۸/۲) حاکم (۴۴۸/۱) بیہقی (۳۴۰/۴) احمد (۲۲۵/۱) عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" (۲۰/۲) میں اور دولابی نے "الکنی" (۱۲/۲) میں روایت کیا ہے۔

اس سند میں ابن عباس سے راوی مہران ابوصفوان ہے اور یہ مجہول ہے جیسا کہ "تقریب" (۲۷۹/۲) میں ہے۔

شیخ البانی نے "ارواء الغلیل" (۹۹۰) میں اسرائیل اور مہران والی دونوں سندوں کو ملا کر اس حدیث کو حسن کہا ہے، ان کے پیش نظر اگر عبدالکریم والی سند بھی ہوتی تو غالباً وہ اس حدیث کو صحیح قرار دیتے۔

حاصل کلام اس حدیث کی سب سندوں کو ملا لینے سے یہ حدیث صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل و احکام

اور

طریقۂ عمرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفہومِ استطاعت

حج وعمرہ کی فرضیت کے لیے استطاعت اور طاقت و قدرت کا ہونا شرط ہے۔ لہٰذا استطاعت کے مفہوم اور اس کی اقسام کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے تاکہ اس بات کا فیصلہ کرنا آسان ہو جائے کہ کسی مسلمان پر کب تک حج فرض نہیں ہوتا اور کب اور کن حالات میں فرض ہو جاتا ہے؟ اس سلسلہ میں سورۂ آل عمران، آیت : ۹۷ میں ارشادِ الٰہی ہے :

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (آل عمران : ۹۷)

لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق (فرض) ہے کہ جو اس کے گھر (بیت اللہ شریف) تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، وہ اس کا حج کریں۔

۱۔ زادِ راہ اور سواری

اس آیت میں جس طاقت و استطاعت کا ذکر ہوا ہے اس کے مفہوم کی تعیین کے سلسلہ میں قرآن وسنت ہر دو میں ہی واضح ہدایات موجود ہیں۔ چنانچہ سورۂ بقرہ آیت ۱۹۷ میں ارشادِ الٰہی ہے :

وَتَزَوَّدُوْا، فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی (البقرہ : ۱۹۷)

اور زادِ راہ (سفرخرچ) اپنے ساتھ رکھو اس لیے کہ اچھا توشہ یہی ہے کہ (بھیک مانگنے سے) بچے رہو۔

تفسیر ابنِ کثیر میں اس آیت کا سببِ نزول بیان کرتے ہوئے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

کان اھل الیمن یحجون ولا تیزوّدون و یقولون : نحن المتوکلون، فاذا قدموا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکۃ، سألوا الناس فانزل اللہ عزوجل:
وَتَزَوَّدُوا، فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔
(تفسیر ابن کثیر ۲۳۹/۱ طبع حلبی مصر)

اہل یمن حج کے لیے نکلتے تو کوئی زادِ راہ ساتھ نہیں لیتے تھے اور اپنے آپ کو کہتے کہ ہم متوکل ہیں، لیکن جب مکہ مکرمہ پہنچتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے تھے۔ اس پر یہ ارشادِ الٰہی نازل ہوا کہ: زادِ راہ اپنے ساتھ رکھو اس لیے کہ اچھا توشہ یہی ہے کہ (بھیک مانگنے سے) بچے رہو۔

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا یہی تفسیری قول صحیح بخاری شریف، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالیٰ (وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی) اور متعدد دیگر کتبِ حدیث میں بھی مذکور ہے ۲۲

اور یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اس آیتِ مذکورہ میں "تقویٰ" سے اس کا معروف اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ یہاں اس کا لغوی معنی (بچنا) مراد ہے جیسا کہ علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر "روح المعانی" میں وضاحت کی ہے (تفسیر روح المعانی ۸۶/۲/۱ طبع بیروت واشرف الحواشی از مولانا محمد عبدہٗ الفلاح ص۳۸ حاشیہ ۷ ناشر شیخ محمد اشرف، لاہور)

اور طاقت کی تعیین اور مفہومِ استطاعت کے سلسلہ میں ہی سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ہے، جس کی سند کو حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے "تلخیص" میں حضرت حسن رحمۃ اللہ تک صحیح قرار دیا ہے اور اسے "مرسل" کہا ہے اور اس کے موصول ہونے کو وہم قرار دیا ہے۔ (الفتح الربانی ۱۱/۴۰، المرعاۃ ۲۸۶/۶) اس روایت میں ہے:

۲۲: البخاری (۱۵۲۳) و ابوداؤد (۱۷۳۰) والواحدی فی "اسباب النزول" (۳۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیل : یا رسول اللہ ! ما السبیل ؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ (ارشادِ ربانی : مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا میں) سبیل سے کیا مراد ہے ؟

اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

الزّاد والرّاحلة ۲۳ زادِ راہ اور سواری۔

اور زادِ راہ سے مراد یہ ہے کہ انسان کے پاس اتنا مال ہو کہ جو اس کی مکہ مکرمہ تک آمد و رفت، وہاں پر اس کی مدتِ اقامت کے دوران اخراجات اور اس کے گھر والوں کی گزر اوقات کے لیے کافی ہو۔

اور سواری سے مراد آمد و رفت کا ذریعہ ہے۔ سواری خواہ اپنی ہو یا

---

۲۳ : حسن بصریؒ کی اس مرسل روایت کو بیہقی (۴ / ۳۲۷ و ۳۳۰) نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ابن عمر، ابن عباس، عبداللہ بن مسعود، جابر عبداللہ بن عمرو اور عائشہؓ سے موصولاً بھی مروی ہے۔ (۱) حدیث ابن عمر کو ابن ابی شیبہ (۴/۹۰) ترمذی ۳/۸ ابن ماجہ (۲۸۹۶) دارقطنی (۲/ ۲۱۷، ۱/۱۰) بیہقی (۴/ ۳۳۰، ۵/۵۸، ۲۲۵) ابن عدی (۱/ ۲۲۸) عقیلی (۳/ ۳۳۲) اور شافعی نے "مسند" (۱۰۹) میں روایت کیا ہے اور اسکی سند انتہائی ضعیف ہے۔ (۲) ابن عباس کی حدیث کو ابن ماجہ (۲۸۹۷) نے روایت کیا ہے، بوصیری نے اسکو "مصباح الزجاجۃ" (۱۰۲۲) میں حسن کہا ہے مگر حافظ ابن حجر نے "تلخیص" میں اسکو ضعیف کہا ہے البانی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے اور اس میں تین علتیں بیان کی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہو "ارواء الغلیل" (۴/۱۶۳) (۳) حدیث ابن مسعود، جابرؓ اور عبداللہ بن عمرو کو دارقطنی (۲/ ۲۱۵، ۲۱۶) نے روایت کیا ہے۔ (۴) حدیث عائشہؓ کو دارقطنی (۲/۲۱۷/۸) بیہقی (۴/ ۳۳۰) اور عقیلی (۳/ ۳۳۲) نے روایت کیا ہے مگر ان سب احادیث میں سے کسی ایک کی بھی سند صحیح نہیں ہے بلکہ بعض کی سندیں انتہائی ضعیف ہیں اسلیے اس حدیث کو ابن المنذر، عبدالحق اشبیلی، نووی، ابن دقیق العید، ابن حجر اور البانی نے ضعیف کہا ہے مگر امام بیہقی نے مرسل حسن بصری کے پیشِ نظر اسکو قوی کہا ہے اسطرح شیخ شعیب نے تحقیق شرح السنۃ (۷/۱۴) میں کہا ہے کہ یہ حدیث کثرتِ شواھد کی بناء پر قوی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرائے پر ہو جیسا کہ ان عرب ممالک سے عموماً حج وعمرہ کے لیے لے جانے والے کاروان اور قافلے ہوتے ہیں، یا پھر بحری و ہوائی جہاز میں ان میں سے کسی بھی شکل میں سواری پہ آنے والا خرچ موجود ہو۔

۲. امن ایسے ہی اہلِ علم نے "استطاعتِ حج" کی شرائط میں اس چیز کو بھی داخل کیا ہے کہ بیت اللہ شریف تک جانے آنے کا راستہ اور سفر پُرامن ہو اور کسی جانی یا مالی نقصان کا خطرہ غالب نہ ہو۔ [الفتح الربانی ۱۱/۴۲، ۴۳]

۳. محرم اگر حج کرنے والی عورت ہو تو اس کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی بھی محرم ہو اور محرم میں ہر وہ رشتہ دار مَرد شامل ہے جس سے اس عورت کا نکاح حرام ہے جیسے باپ، بیٹا، بھائی، چچا ماموں وغیرہ۔ اور سفرِ حج میں محرم کے ساتھ ہونے کے متعدد دلائل کتب حدیث میں مذکور ہیں مثلاً:۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ [۲۴]

کوئی مرد (غیر محرم) کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے اور نہ ہی کوئی عورت محرم کے بغیر سفر کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی عورت محرم کے بغیر کسی قسم کا کوئی سفر اختیار نہ کرے اور اس میں اس سفر کی مدت وغیرہ کا ذکر نہیں جبکہ بعض دیگر احادیث میں سفر کی مدت بھی مذکور ہے مثلاً صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:۔

---

۲۴. اس کو بخاری (۳۰۰۶، ۵۲۳۳) "الجہاد والنکاح" مسلم (۹/۱۰۹) "الحج" بیہقی نے "سنن" (۳/۱۳۹، ۵/۲۲۶، ۷/۹۰) اور "الآداب" (۵۰۷) میں اسی طرح أحمد (۱/۲۲۲) اور ابو یعلی (۲۳۹۱) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کی ایک روایت میں سفر کی بجائے حج کا ذکر ہے اور اس کو دارقطنی (۲/۲۲۲، ۲۲۳/ ۳۰) نے روایت کیا ہے حافظ ابن حجر نے اس کو بزار کی طرف بھی منسوب کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے ملاحظہ ہو "درایہ" (۲/۴)

۲۵ : یہ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور اس کو مالک (۲/۹۷۹) بخاری (۱۰۸۸) "تقصیر الصلاۃ" طیالسی (۱/۱۲۴) اور أحمد (۲/ ۲۵۰، ۲۵۱، ۳۴۰، ۳۴۷، ۴۳۷، ۴۴۵، ۴۹۳) نے روایت کیا ہے۔

۲۶ : اس حدیث کو مسلم (۹/۱۰۸) أبوداؤد (۱۷۲۶) ابن ماجہ (۲۸۹۸) دارمی (۲/ ۲۸۹) ابن خزیمۃ (۲۵۱۹، ۲۵۲۰) بیہقی ۳/ ۱۳۸، ۵/ ۲۲۷، ۷/ ۹۸) أحمد (۳/ ۵۴) اور ابن المنذر نے "الاوسط" (۲/ ۳۰۶) میں روایت کیا ہے۔

۲۷ : اس حدیث کو بخاری (۱۰۸۷ أیضاً ۱۰۸۶) مسلم (۹/ ۱۰۲) أبوداؤد (۱۷۲۷) إبن خزیمۃ (۲۵۲۱) بیہقی (۳/ ۱۳۸، ۵/ ۲۲۷) أحمد (۲/ ۱۳، ۱۹، ۱۴۲، ۱۴۳) اور ابن المنذر نے "الأوسط" (۲/ ۳۰۶) میں روایت کیا ہے۔

۲۸ : یہ نمبر ۲۵ میں مذکور حدیث ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت ہے اور اس کو أبوداؤد (۱۷۲۵) ابن خزیمۃ (۲۵۲۶) اور حاکم (۱/ ۴۴۲) نے روایت کیا ہے اور اسے ابن خزیمۃ اور حاکم نے صحیح کہا ہے اس کی سند تو حسن درجہ کی ہے۔ مگر اس میں لفظ "بریدا" محل نظر آتا ہے حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے ملاحظہ ہو "فتح الباری" (۲/ ۵۶۸، ۵۶۹)

۲۹ : اس حدیث کی تخریج ۲۴ میں گزر چکی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا یحل لامرأة تؤمن باللّٰہ والیوم الآخر ان تسافر مسیرة یوم ولیلة الا مع ذی محرم منھا [۲۵]

اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی محرم کے بغیر ایک دن اور رات کی مسافت کا سفر کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک شب و روز کا سفر ہو تو کوئی عورت محرم کے بغیر نہ نکلے جبکہ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

لا یحل لامرأة تؤمن باللّٰہ والیوم الآخر ان تسافر سفراً یکون ثلاثة ایام فصاعداً الا ومعھا ابوھا او ابنھا او زوجھا او اخوھا او ذو محرم منھا [۲۶]

اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسا سفر اکیلی اختیار کرے جو تین دن یا اس سے زیادہ کا ہو سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا باپ، بیٹا، شوہر بھائی یا کوئی دوسرا محرم ہو۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی کے الفاظ اس طرح ہیں:

لا تسافر المرأة ثلاثاً الا مع ذی محرم [۲۷] کوئی عورت محرم کے بغیر تین دن کا سفر نہ کرے ان احادیث سے جو مجموعی مفہوم سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اول تو ایک شب و روز کی مسافت پر ہی کوئی عورت اکیلی سفر پر نہ نکلے اور اگر مزید وسعت سے بھی کام لیا جائے تو پھر تین دن یا اس سے زیادہ ایام کا سفر ہو تو عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی محرم ہونا شرط ہے۔ اور حج تو اس سے کم مدت میں ممکن ہی نہیں کیونکہ اس کے لیے تو کئی ہفتے درکار ہوتے ہیں۔

ایک وضاحت: یہ ایک شب و روز یا تین دنوں کا سفر بھی بقول امام بیہقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بظاہر مختلف لوگوں کے مختلف مقامات پر کئے گئے سوالات کے جوابات میں اکیلی عورت کے لیے منع فرمایا گیا ہے مثلاً کسی نے سوال کیا کہ ایک دن کے سفر پر اکیلی عورت نکل سکتی ہے ؟ آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ کسی نے دو، تین یا اس سے زیادہ دنوں کے سفر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ اور ہر واقعہ کو سننے والوں نے اپنی الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ لہٰذا اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ شاید تین دن سے کم مسافت کے سفر پر اکیلی عورت کا نکلنا جائز ہوگا۔ ہرگز نہیں، بلکہ ابو داؤد کی ایک حدیث میں تو ایک "برید" یعنی نصف دن کا سفر بھی اکیلی عورت کے لیے منع کیا گیا ہے۔ [۲۸] اور حقیقت یہ ہے کہ مطلق مسافت جسے عرفِ عام میں سفر کہا اور سمجھا جاتا ہو اس کے لیے اکیلی عورت کا نکلنا منع ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی کے الفاظ میں صراحت پائی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لا تسافر امرأۃ الا و معھا ذو محرم [۲۹]

کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔

اور وہ عورت جو اس بھری دنیا میں اکیلی ہی رہ گئی ہو اور اس کا شوہر یا کوئی بھی محرم نہ ہو۔ یہ صورت اگرچہ نادر ہی ہے مگر کہیں کہیں اس کا پتہ چلتا ہے یا کم از کم ممکن ہے تو ایسی عورت سے فرضیتِ حج ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ اس پر شرائط استطاعت پوری نہیں ہوتیں البتہ بعض اہلِ علم نے بامر مجبوری اُسے دوسری ثقہ عورتوں کی رفاقت میں فرض حج کی ادائیگی کی اجازت دی ہے مگر وہ اس شکل میں نفلی حج یا عمرہ کے لیے نہیں جا سکتی (للتفصیل: بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی للبنا ۸۵/۵ ، الارشاد ص ۴۴)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بوڑھی عورت اکیلی بلا محرم سفرِ حج اختیار کر سکتی ہے۔ (مجموع الفتاوی ۱۳/۲۹)

جب کہ بعض کبار علماء و محدثین نے دوسری ثقہ عورتوں کی رفاقت میں حج پر جانے کو بھی ناپسند کیا ہے اور اس کے کئی مفاسد بیان کئے۔ خصوصاً اس صورت میں جب ایسی لا محرم یا دوسری کوئی بھی عورت کسی غیر محرم مرد کے ساتھ عارضی طور پر نکاح کر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر اسی عارضی نکاح میں سفرِ حج پر روانہ ہو جاتی ہے۔ اس میں تو کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ عارضی نکاح، نکاح نہیں بلکہ "متعہ" ہے جو کہ اسلام میں حرام ہے۔ پھر ایسے عارضی محرم اور حقیقی نا محرم شخص کے ساتھ اس عورت کا اختلاط لدد اُٹھنا بیٹھنا بے حجابی و بے پردگی کا موجب ہوگا جو کہ ایک قطعی ممنوع فعل ہے۔

(نیز ملاحظہ فرمائیں: مناسک الحج والعمرۃ للالبانی ص۲۸ و ص۲۹ طبع جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کویت۔)

ایک اہم سوال موجودہ ہوائی سفر کی سہولتوں کے پیشِ نظر ایسی صورت بھی سامنے آسکتی ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ یا بیوی یا کسی بھی محرم عورت کو کراچی یا بمبئی وغیرہ سے ہوائی جہاز پر سوار کرا دیتا ہے اور جدّہ میں اس خاتون کا شوہر، بیٹا، بھائی یا کوئی دوسرا محرم رشتہ دار موجود ہے جو ائیرپورٹ سے اسے اپنے ساتھ لے لیتا ہے۔ اس طرح ہوائی سفر میں چند گھنٹے ایسے گزرتے ہیں جو کسی محرم کے بغیر ہوتے ہیں۔ آیا یہ صورت جائز ہوگی اور اس طرح کیا ہوا حج درست و صحیح ہوگا؟

جواب گزشتہ سطور میں "ایک وضاحت" کے زیرِ عنوان اس دنیا میں اکیلی رہ جانے والی عورت کی جو صورت گزری ہے وہ بامرِ مجبوری تھی کہ اس کا کوئی "محرم" موجود ہی نہیں۔ اور پھر اس صورت میں بھی عورت کو دوسری ثقہ عورتوں کے ساتھ حج پر جانے کی اجازت کوئی متفق علیہ مسئلہ نہیں بلکہ بعض نے اجازت دی ہے اور دوسرے ممانعت کے قائل ہیں جبکہ یہاں ویسی کوئی مجبوری درپیش نہیں بلکہ محض "خرچہ" بچانے کی غرض ہے۔ کچھ بھی ہو اولاً تو اس سفر کی ممانعت سابقہ احادیث میں سے اُس حدیث کی رو سے واضح ہے جس میں مطلق سفر سے اکیلی عورت کو منع کیا گیا ہے۔

ثانیاً:۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (فاضل دیوبند) اپنی کتاب "جدید فقہی مسائل" میں لکھتے ہیں کہ اصولی طور پر یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ امام ابوحنیفہؒ جیسے کبار آئمہ و فقہاء کے نزدیک "سفرِ شرعی" کے لیے تین دنوں کی مدت مطلوب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بلکہ اتنی مسافت مطلوب ہے جسے انسان پیدل تین دن میں طے کرسکے۔ اسی طرح ظاہر ہے کہ ہوائی جہاز کا یہ سفر اگرچہ چند گھنٹوں کا ہے لیکن ہے تو سفر شرعی، یہی وجہ ہے کہ اس مختصر وقت میں بھی نمازیں قصر پڑھی جائیں گی۔ لہٰذا اسی قلیل عرصہ میں بھی خواتین کے لیے شوہر یا کسی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر یہ سفر جائز نہ ہوگا۔ اور فقہاء نے ایک حد تک اس کی صراحت کر دی ہوئی ہے کہ عورت کے حق میں یہ شرط بھی معتبر ہے کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو جو شریکِ حج ہو یا پھر اس کا شوہر ہو۔ اور ان میں سے کسی ایک کے بغیر عورت کے لیے سفرِ حج درست نہیں، بشرطیکہ اس عورت کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تین دنوں یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو (مختصر القدوری بحوالہ جدید فقہی مسائل ص ۱۲۹، ص ۱۳۰ طبع مجلسِ تحقیقاتِ اسلامی، حیدرآباد، انڈیا)۔

۴۔ جسمانی استطاعت

استطاعت کی ایک قسم جسمانی استطاعت بھی ہے کہ انسان صحت مند اور تندرست و توانا ہو، یہاں تک کہ کم از کم وہ ہر قسم کی سواری، ہوائی جہاز، بحری جہاز، ریل گاڑی، بس، کار، اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہو کر آسانی سفر کر سکتا ہو۔ اگر ایسا نہیں تو پھر خود اس کا سفرِ حج پہ جانا واجب نہیں بلکہ اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص سفرِ حج و عمرہ کرے گا جیسا کہ صحیحین اور سننِ اربعہ میں ہے:

إِنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمٍ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ، وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ[۳۰]

۳۰: اس حدیث کو مالک (۱/ ۳۵۹) بخاری (۱۵۱۳) مسلم (۹/ ۹۷) ابو داؤد (۹۔۱۸) ترمذی (۹۲۸) نسائی (۵/ ۱۱۸، ۱۱۹) ابن ماجہ (۲۹۰۹) دارمی (۲/ ۴۰) ابن الجارود (۴۹۷) ابن خزیمہ (۳۰۴۲، ۳۰۳۳، ۳۰۳۶، ۳۰۴۲) بیہقی (۴/ ۳۲۸، ۳۲۹، ۵/ ۱۷۹) اور أحمد (۱/ ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۹، ۲۵۱، ۳۲۹، ۳۴۶، ۳۵۹) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی خثعم کی ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کا اپنے بندوں پر عائد کردہ فریضۂ حج میرے باپ پر عائد ہو چکا ہے مگر وہ نہایت ضعیف العمر بوڑھا ہے حتیٰ کہ وہ سواری پر بیٹھا نہیں رہ سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

حجِ بدل

اس حدیثِ مذکورہ بالا سے جہاں جسمانی استطاعت کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص (مرد و زن) مالدار تو ہو اور باقی تمام شرائطِ استطاعت بھی پوری ہوں مگر دائمی مرض و کمزوری یا کبرسنی و بڑھاپے کی وجہ سے وہ خود سفرِ حج اور ادائے مناسک کی مشقت برداشت کرسکنے سے قاصر ہو تو اُسے اجازت ہے کہ وہ خود تو حج کے لیے نہ جائے البتہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ اپنی طرف سے کسی دوسرے کو اپنے خرچ پر حج کرنے کے لیے بھیج دے۔ اسے ہی "حج بدل" کہا جاتا ہے۔ اور حجِ بدل کی مشروعیت و جواز کی ایک دلیل تو حدیثِ مذکورہ بالا ہی ہے جبکہ ایک دوسری دلیل صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے۔ جس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

اَتَیٰ رَجُلٌ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: اِنَّ اُخْتِیْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ وَاِنَّھَا مَاتَتْ۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لوکان علیھا دَیْنٌ اَکُنْتَ قَاضِیَہٗ؟ قال: نعم، قال: فاقضِ دَیْنَ اللّٰہِ؛ فَھُوَ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ [۳۱]

---

[۳۱] اس حدیث کو بخاری (۶۶۹۹) "الایمان والنذور" نسائی (۱۱۶/۵) ابن خزیمہ (۳۴۱/۴) ابن الجارود (۵۰۱) بیہقی (۱۷۹/۵، ۲۷۷/۶) طیالسی (۲۶۸۲) اور احمد (۲۳۹/۱، ۲۴۰، ۳۴۵) نے روایت کیا ہے۔ تنبیہ:۔ صاحبِ مشکوٰۃ نے اس حدیث کو مسلم کی طرف بھی منسوب کیا ہے مگر یہ مسلم میں نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی مگر وہ (حج کیے بغیر ہی) فوت ہوگئی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ اس نے کہا ہاں، تو آپ نے فرمایا: اللہ کا قرض (اس کی طرف سے حج) ادا کرو کیونکہ اللہ تو ادائیگی کا زیادہ حقدار ہے۔

اور حج بدل کی مشروعیت کی تیسری[۳] دلیل صحیح مسلم ابوداؤد اور ترمذی میں مذکور ہے۔ اس حدیث میں ایک عورت کا واقعہ مذکور ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہے کہ میری ماں مرگئی ہے اس حال میں کہ:

انّہ کان علیھا صوم شھر، أفاصوم عنھا؟ قال: صومی عنھا۔ اس پر ایک ماہ کے روزے باقی ہیں، کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا: رکھ لو۔

اور مزید وہ کہتی ہے:

انّھا لم تحجّ قطّ، أفاحج عنھا؟

اس نے کوئی حج نہیں کیا، کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حُجّی عنھا [۳۲] اس کی طرف سے تم حج کرلو۔

اس حدیث سے حج بدل کی مشروعیت کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مرنے والے پر کچھ روزے باقی ہوں جو مرض الموت کی وجہ سے اس سے قضاء ہو گئے ہوں تو اس کے وارثوں پر ضروری ہے کہ اس کی طرف سے وہ روزے رکھیں تاکہ وہ مرنے والا اس فریضہ سے سبکدوش ہو جائے۔

۳۲۔ یہ بریدۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس کو مسلم (۸/۲۵) "الصوم" ابوداؤد (۲۸۷۷) "الوصایا" ترمذی (۶۶۷، ۹۲۹) "الزکاۃ والحج" حاکم (۴/۳۴۷) بیہقی (۴/۲۵۶، ۳۳۵) اور احمد (۵/۳۴۹) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حج بدل کی مشروعیت کی چوتھی دلیل سنن ابی داؤد وابن ماجہ میں ہے جسے شیخ البانی تحقیق المشکوٰۃ (۷۷۶/۲، حدیث: ۲۵۲۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلاً يقول: لبّيك عن شبرمة، قال: من شبرمة؟ قال: أخٌ لي أو قريبٌ لي، قال: أحججت عن نفسك؟ قال لا. قال: حُجَّ عن نفسك ثم حُجَّ عن شُبرمة [۳۳]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: لبّیك عن شبرمة یعنی اے اللہ میں شبرمہ کی طرف سے حج کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی یا قریبی ہے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تم اپنی طرف سے حج کر چکے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، تو فرمایا: پہلے اپنی طرف سے حج کرو، پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔

۳۳۔ اس حدیث کو ابوداؤد (۱۸۱۱) ابن ماجہ (۲۹۰۳) ابن خزیمۃ (۳۰۳۹) ابن حبان (۹۶۲) ابن الجارود (۴۹۹) دارقطنی (۲۷۰/۲) بیہقی (۳۳۶/۴) أبویعلی (۲۴۴۰) اور ابن عبداللہ نے "التمہید" (۱۳۷/۹، ۱۳۸) میں سعید بن جبیر کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور یہ صحیح حدیث ہے اسکو ابن خزیمۃ، ابن حبان، بیہقی، ابن عبداللہ اور نووی نے "المجموع" (۱۱۷/۷) میں صحیح کہا ہے۔ بعض راویوں نے اسکو موقوفاً روایت کیا ہے، امام احمد بن حنبل، طحاوی اور ابن المنذر نے اسی موقوف ہی کو ترجیح دی ہے جبکہ عبدالحق اشبیلی، ابن القطان اور ابن حجر نے مرفوعاً کو ترجیح دی ہے ملاحظہ ہو "تلخیص الحبیر" (۲۲۳/۲)
مرفوع کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ طبرانی نے "المعجم الصغیر" (۲۲۶/۱) میں اس حدیث کو ابن عباس سے عطاء کے واسطے سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے اس سند کو صحیح کہا ہے دیکھیے "ارواء الغلیل" (۱۷۲/۴)۔
دارقطنی اور بیہقی نے اس کو دوسرے طرق سے بھی مرفوعاً بیان کیا ہے مگر یہ طرق ضعیف ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجِ بدل کی شرائط

مذکورہ بالا چاروں احادیث میں مذکور واقعات سے جہاں "حجِ بدل کے جواز و مشروعیت" کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ مرد کے بدلے میں عورت اور عورت کے بدلے میں مرد بھی حج کرسکتا ہے۔ کیونکہ پہلی حدیث والے واقعہ میں "قبیلۂ بنی خثعم کی عورت اپنے باپ کی طرف سے حجِ بدل کی اجازت طلب کرتی ہے۔ دوسری حدیث میں مذکور واقعہ ایک مرد سے تعلق رکھتا ہے جس نے اپنی ہمشیرہ کی طرف سے حجِ بدل کرنے کی اجازت چاہی۔ تیسری حدیث میں ایک عورت اپنی ماں کی طرف سے حجِ بدل کرنے کی اجازت کی طلبگار ہے اور چوتھی حدیث میں ایک مرد، کسی دوسرے مرد کی طرف حاضر ہوا ہے۔ اور چاروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی۔ اگرچہ چوتھے کو حکم فرمایا کہ پہلے خود اپنی طرف سے حج کرنا۔ لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ ہرگز ضروری یا شرط نہیں ہے کہ مرد کی طرف سے صرف مرد ہی حجِ بدل کرے اور عورت کی طرف سے صرف عورت۔ بلکہ حجِ بدل کی کل چار ہی شکلیں ہوسکتی ہیں:

(۱)۔ مرد کی طرف سے عورت　　(۲) عورت کی طرف سے مرد

(۳) عورت کی طرف سے عورت (۴) مرد کی طرف سے مرد۔

اور یہ چاروں شکلیں ہی جائز و روا اور ثابت ہیں۔

اور ان چاروں شکلوں میں سے پہلی دو کے بارے میں مرد و عورت کے احکامِ حج میں فرق ہونے کی بناء پر شبہ ہوسکتا تھا۔ وہ ان احادیث نے رفع کردیا ہے۔ اور رئیس المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے تو اپنی "صحیح" میں باب ہی اس طرح باندھے ہیں:۔

(۱)۔ باب الحج والنذر عن الميّت، والرجل يحجّ عن المرأة

فوت شدہ کی طرف سے حج کرنے اور اس کی مانی ہوئی نذر پوری کرنے کا بیان ــــ اور عورت کی طرف سے مرد کے حج کرنے کا بیان۔

(۲)۔ باب حج المرأة عن الرجل۔ مرد کی طرف سے عورت کے حج کرنے کا بیان۔ (بخاری مع فتح الباری ۴/ ۶۴، ۶۷ طبع دارالافتاء السعودیہ)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ حج بدل کے لیے ایک شرط تو یہ ہے کہ اگر کسی زندہ کی طرف سے ہو تو پھر یہ کسی ایسے ضعیف العمر بوڑھے، دائمی مریض اور لاغر و کمزور مرد یا عورت کی طرف سے کیا جائے جس کے تندرست و توانا ہونے کی کوئی اُمید باقی نہ رہی ہو اور وہ عمر رسیدہ یا کمزور ہونے کی وجہ سے کسی سواری پر بھی بیٹھا نہ رہ سکتا ہو جیسا کہ مذکورہ احادیث میں سے پہلی حدیث میں عورت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم فرمایا ہے: باب الحج عمن لا یستطیع الثبوت علی الراحلۃ [بخاری مع الفتح ۴/ ۶۶] اس شخص کی طرف سے "حجِ بدل کا بیان جو سواری پر بیٹھا نہ رہ سکتا ہو۔

اور حج بدل کے لیے دوسری اہم شرط یہ ہے کہ حج بدل کرنے والا شخص پہلے اپنی طرف حج ادا کر چکا ہو۔ اور اس فریضہ سے پہلے خود سبکدوش ہو چکا ہو جیسا کہ سابقہ احادیث میں سے چوتھی حدیث میں مذکورہ واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی آدمی کو لبیک عن شبرمۃ، پکارتے سنا تو پوچھا: کہ: وہ کون ہے؟ اور جب یہ بات آپؐ کے علم میں آگئی کہ وہ اس کا بھائی یا قریبی رشتہ دار ہے تو آپؐ دوسرا سوال کر دیا کہ: آیا تم اپنی طرف سے حج ادا کر چکے ہو؟ اس نے بتایا: نہیں تو آپؐ نے اسے حکم فرمایا کہ پہلے تم اپنی طرف سے حج کرو۔ پھر اپنے کسی بھائی یا قریبی (شبرمہ) کی طرف سے حج کرنا۔ آپؐ یہ ارشاد اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ حجِ بدل صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو پہلے اپنی طرف سے حج کر کے اس فریضہ سے خود سبکدوش ہو چکا ہو۔

چند اہم اُمور

یہاں چند ایسے اہم امور کی طرف نشاندہی کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کو حجاجِ بیت اللہ کا مدِ نظر رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے کیونکہ حج کے مقبول و مبرور ہونے میں ان امور کا گہرا دخل ہے۔ اور وہ درجِ ذیل ہے:

۱۔ تقویٰ:۔ ہر عازمِ حج کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے، تقویٰ و پرہیزگاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرے اور مقدور بھر کوشش کرے کہ پورے سفر حج اور ادائے مناسک کے دوران کسی ایسے کام کا ارتکاب نہ کرنے پائے جسے بحالتِ احرام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع قرار دیا ہے مثلاً بیہودہ اور شہوانی افعال لڑائی جھگڑا اور دیگر فسق و فجور، کیونکہ سورۂ بقرہ آیت ۱۹۷ میں ارشادِ الٰہی ہے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ، فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ، وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ، (البقرۃ : ۱۹۷)

حج کے مہینے مقرر و معلوم ہیں پس جو شخص ان مہینوں میں حج کا احرام باندھ لے تو شہوت کی باتیں، گناہ اور جھگڑا نہ کرے اور جو نیک کام تم کرو گے اللہ کو معلوم ہو جائے گا۔

ایسے ہی "فضائل و برکاتِ حج و عمرہ" کے ضمن میں جو ایک حدیث گزری ہے اس میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے حج کیا اور اس دوران اس سے کوئی شہوانی امر اور گناہ کا کام سرزد نہ ہوا تو شخص گناہوں سے ایسے پاک ہو کر لوٹا کہ گویا آج ہی اس کی ماں نے اُسے جنم دیا ہے"۔

اس ارشادِ نبوی سے بھی معلوم ہوا کہ دورانِ حج ان افعال کا ارتکاب کرنا نہ صرف منع ہے بلکہ کفارۂ ذنوب و سیئات کی راہ میں رکاوٹ کا سبب بھی ہے۔ اور حج کے مقبول و مبرور ہونے میں ایک مانع کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۔ توبہ

ہر حاجی کو چاہیئے سفرِ حج پر روانگی سے قبل اپنے سابقہ تمام گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور خلوصِ نیت کے ساتھ توبہ کرے کیونکہ سورۂ نور آیت ۳۱ میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (النور : ۳۱)

اے ایمان والو! تم سب اللہ کی طرف تائب ہو جاؤ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یاد رہے کہ پرخلوص توبہ وہ ہوتی ہے جس میں :

(۱). گناہوں سے کلی و فوری اجتناب اختیار کیا جائے۔

(۲). آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہدِ مصمّم اور عزمِ جازم و پختہ ارادہ کیا جائے۔

(۳). سابقہ گناہوں پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کیا جائے۔ [۳۴]

اگر توبہ کر لینے کے بعد اپنے آپ کو ان امور پر سختی سے پابند پائے تو سمجھ لو کہ اس کی توبہ کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ غفاری نے قبول کر لیا ہے اور اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں اور اس بات کی گواہی سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ [۳۵]

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

۳۴: صحیح حدیث میں ہے "النَّدَمُ تَوْبَةٌ" ندامت توبہ ہے۔ یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ انسؓ ابوہریرہؓ اور دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ (۱). حدیث ابن مسعود کو ابن ماجہ (۴۲۵۲) "الزھد" طبرانی نے "المعجم الصغیر" (۱/۳۳) میں حاکم (۴/۲۴۳) طیالسی (۲/۷۷) أحمد (۱/۳۷۶، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۳۳) أبو یعلیٰ (۴۹۶۹، ۵۰۸۱، ۵۱۲۹) قضاعی (۱۳، ۱۴) خطیب بغدادی نے "الموضح" (۱/۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۶۰) اور مزی نے "تہذیب الکمال" (۹/۵۱۱-۵۱۳) میں روایت کیا ہے۔ اور یہ صحیح حدیث ہے حاکم، ذہبی اور بوصیری نے بھی (مصباح الزجاجہ (۱۵۲۱)) میں اسکو صحیح کہا ہے۔ (۲) حدیث انسؓ کو بزار (۳۲۳۹۔ زوائد) ابن حبان (۲۴۵۲) اور حاکم (۴/۲۴۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔
(۳) حدیث ابوہریرۃؓ کو طبرانی نے "المعجم الصغیر" (۶۹۸) میں روایت کیا ہے۔

۳۵: اس حدیث کو ابن ماجہ (۴۲۵۰) "الزھد" طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۰/۱۸۵) اور "الدعاء" (۱۸۰۷) میں سہمی نے "تاریخ جرجان" (۳۹۹) میں ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" (۴/۲۱۰) میں، قضاعی نے "مسند الشہاب" (۱۰۸) میں اور خطیب نے "الموضح" (۱/۲۵۸) میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے اسکی سند تو منقطع ہے مگر اسکے بعض شواھد ہیں جنکی بناء پر حافظ ابن حجر اور شیخ البانی نے اسکو حسن کہا ہے ملاحظہ ہو "الاحادیث الضعیفۃ" (۱/۶۱۵-۶۱۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ حقوق وامانات کی ادائیگی

اللہ کے گھر کی طرف روانگی سے پہلے دوسرے لوگوں کے حقوق اور امانتیں ادا کر دے۔ کسی پر کوئی ظلم و زیادتی کی ہو تو اس سے معافی مانگے۔ کسی سے کوئی قرضہ لیا ہوا ہو اور تاحال واجب الادا ہو تو وہ دے کر جائے یا کم از کم لکھ کر یا ویسے ہی اپنے گھر والوں کو اچھی طرح سمجھا دے کہ فلاں شخص کی فلاں چیز میرے پاس امانت ہے یا اس کا میں نے اتنا قرض دینا ہے تاکہ بوقت ضرورت دمہلت وہ ادا کر سکیں اس سلسلہ میں سورۂ نساء آیت: ۵۸ میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا۔

(النساء: ۵۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس لوٹا دو۔

۴۔ خلوص وللّٰہیّت

سفرِ حج پر روانگی کے وقت اُسے یہ بات بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ وہ اپنے اندر خلوص وللّٰہیّت پیدا کرے۔ ویسے تو تمام اعمال میں ہی اخلاص قبولیتِ عمل کی بنیادی شرط ہے مگر خصوصاً حج و عمرہ کے اس جلیل القدر عمل کو ریاء کاری، شہرت اور فخر و مباہات کا ذریعہ ہرگز نہیں بنانا چاہیئے جیسا کہ بعض لوگ یہ غلط روش اختیار کرتے ہیں کہ گھروں کو جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے دروازوں پر محرابیں بنائی جاتی ہیں۔ انھیں رنگ و روغن کیا جاتا ہے اور دروازے سے ہر "حج مبارک" اور تاریخ وغیرہ لکھی جاتی ہے اور حاجی کو بہت بڑے جلوس کی شکل میں الوداع کیا جاتا ہے۔ یہ سب نمود و نمائش، ریاء و دکھلاوا اور فخر و مباہات نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو قرآنِ کریم کے متعدد مقامات پر ایسے افعال سے روکا اور اخلاص کی تعلیم دی ہے جیسا کہ سورۂ بیّنہ آیت: ۵ میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔ (البیّنۃ: ۵) لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں۔ اطاعت کو اسکے لیے خالص کرتے ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ مالِ حلال

حج و عمرہ پر جانے کے لیے حلال و پاکیزہ مال استعمال کیا جائے جس میں حرام کی آمیزش تک نہ ہو کیوں کہ مسلم ترمذی اور بعض دیگر کتب کی ایک صحیح حدیث میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اَیُّھَا النَّاسُ! اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ وَلَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا، وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ: یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ [المؤمنون: ۵۱] وَقَالَ: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ [البقرہ: ۱۷۲]

اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف حلال و پاک مال کو ہی قبول کرتا ہے اور اللہ نے مؤمنوں کو بھی وہی حکم فرمایا ہے جو انبیاء و رسل علیہم السلام کو فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: اے میرے رسولو! پاکیزہ و حلال چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو، میں جانتا ہوں۔ اور ارشادِ الٰہی ہے: اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں وہ تم کھاؤ۔

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس کے اوصاف یوں تھے:

یُطِیْلُ السَّفَرَ، اَشْعَثَ، اَغْبَرَ، یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَآءِ یَقُوْلُ: یَارَبِّ، یَارَبِّ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ؟ ۳۶

وہ لمبا سفر کر کے آتا ہے، اس کے بال پراگندہ ہوتے ہیں، وہ گرد و غبار سے اٹا ہوا ہوتا ہے وہ آسمان کی طرف ہاتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُٹھا کر یا رب یا رب کہتا ہے۔ جبکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام، اس کا پہننا حرام اور اس کی ساری غذا بھی حرام سے ہے بھلا ایسے شخص کی دُعائیں کہاں سُنی جائیں گی۔؟

اس ارشادِ گرامی کو پیشِ نظر رکھ کر وہ لوگ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر سوچیں جن کے ذرائع روزگار ہی سراسر غیر شرعی، غیر قانونی اور ناجائز و ممنوع کاروبار ہیں۔ ایسے کاروبار سے حاصل شدہ مال خرچ کر کے اس سے حج بھی کیا تو کیا حاصل؟ جبکہ وہ مقبول و مبرور نہ ہوا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی اس حدیثِ شریف میں مذکور شخص کے واقعہ سے درسِ عبرت حاصل کریں جو سود (LOAN) پر ہی ہر کام کرتے ہیں حتیٰ کہ حج کرنے کے لیے بھی بینکوں سے لون (سودی قرض) لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ارشادِ نبوی ان کے لیے ایک تازیانۂ عبرت ہے، اور سود کی قباحت و شناعت، اس کا گناہ اور انجام اور دیگر ناجائز ذرائع روزگار، ممنوع کاروبار اور حرام اشیاء کی تفصیل ہم بالتفصیل اپنے ریڈیو پروگرام میں ذکر کر چکے ہیں اور وہ بھی الگ مستقل شکل میں عنقریب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جانے والا ہے۔ انشاء اللہ!

---

۳۶ : یہ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس کو مسلم (۷/۱۰۰) "الزکاۃ" ترمذی (۲۹۸۹) "التفسیر" دارمی (۲/ ۳۰۰) "الرقاق" عبدالرزاق (۸۸۳۹) اُحمد (۲/۳۲۸) اور بیہقی نے "الآداب" (۳۸۲) میں روایت کیا ہے۔ ابوھریرۃؓ کی ایک دوسری حدیث میں ہے "جو شخص مالِ حرام سے حج کے لیے جاتا ہے جب وہ "لبیک اللھم لبیک" کہتا ہے تو آسمان سے ایک منادی اسے نداء دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا لبیک کہنا مقبول نہیں تیرا مال حرام کا ہے تیرا زادِ سفر اور سواری مالِ حرام سے ہے" (مختصراً) اس حدیث کو بزار (۱۰۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند سلیمان بن داؤد یمامی کی وجہ سے ضعیف ہے کامل ابن عدی (۳/۳، ۹۷) میں اسی معنی کی مگر مختصر ایک روایت عمرؓ سے بھی مروی ہے اور یہ بھی ضعیف ہے ابن عدی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦۔ ممنوع زیب و زینت

بعض حجاجِ کرام زیب و زینت کے زعم میں داڑھی کو خوب صاف کر کے (منڈا کر) احرام باندھتے اور لبیک اللھم لبیک پکارتے ہیں حالانکہ داڑھی منڈوانا یا مونڈنا فسق و گناہ ہے۔ اور اس بات کا غالباً ہر مسلمان کو علم ہے کہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام داڑھی بڑھانا ہے صحیح بخاری و مسلم اور ونسائی شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب وأوفروا اللحى [٣٧] مشرکین کی مخالفت کرو۔ (اس طرح کہ) مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

آرائش و زیبائش کے گمان سے ہی بعض حُجاج سونے کی انگوٹھی یا چین پہن لیتے ہیں جبکہ سونے کا استعمال مردوں کے لیے حرام قرار دیا گیا ہے جسکی تفصیل کتبِ حدیث میں مذکور ہے اور خاص انگوٹھی کے بارے میں تو صحیح بخاری و مسلم میں ایک حدیث موجود ہے جس میں ہے:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن خاتم الذهب [٣٨] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے (مردوں کو) منع فرمایا ہے۔

٣٧: اس حدیث کو بخاری (٥٨٩٢، ٥٨٩٣) "اللباس" مسلم (٣/ ١٣٧) "الطہارۃ" أبوعوانہ (١/ ١٨٩) ابوداؤد (٤١٩٩) "الترجل" ترمذی (٢٧٦٣، ٢٧٦٤) "الأدب" نسائی (١/ ١٦، ٨/ ١٨١، ١٨٢) "الطہارۃ والزینۃ" أحمد (٢/ ١٦، ١٥٦) اور بیہقی نے "السنن" (١/ ١٥١) اور "الآداب" (٦٩١) میں مختلف سندوں سے نافع کے واسطے سے ابن عمرؓ سے مروی ہے مسلم اور ابوعوانہ میں یہ حدیث أبوھریرہؓ سے بھی مروی ہے اسمیں "مشرکین" کی بجائے "مجوس" کی مخالفت کا حکم ہے۔ ابوعوانہ میں حدیث ابن عمرؓ میں بھی مجوس کی مخالفت کا ذکر ہے۔

٣٨: اس حدیث کو بخاری ٥٨٦٤ مسلم ٤/ ٦٥ نسائی ٨/ ١٧٠-١٩٢، اور بیہقی نے "الآداب" ٦٥٨ میں ابوھریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور گلے میں سونے کی چین ڈالنا بھی اِسی طرح ممنوع ہے۔ اور یہ دونوں کام (مرد وں کے لیے انگوٹھی یا چین پہننا اور داڑھی منڈوانا) تو عام حالات میں بھی ممنوع ہیں، چہ جائیکہ حجاج کرام اور زائرین حرمین شریفین روانگی کے وقت اور برّ و تقویٰ کے اس سفر کے دوران ان کا ارتکاب کریں؟ اور اگر اس نیک سفر کو ایسے امور سے پاک نہ رکھا تو حج و عمرہ کے مبرور ہونے کا معاملہ مخدوش ہو جائے گا۔

۷۔ شرک و بدعات

اس سلسلہ کی ساتویں، آخری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ اس سفرِ مبارک کو شرک و بدعات کی تمام انواع و اقسام اور الائشوں سے محفوظ رکھا جائے کیونکہ شرک وہ مرض ہے جو انسان کے تمام اعمال کو اکارت و ضائع کر دیتا ہے۔ سورۂ انعام کے دسویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ[۱۸] جلیل القدر انبیاء و رسل علیہم السلام کے نام لے لے کر ان کے مقام و مرتبہ کو بیان فرمایا اور آیت: ۸۹ میں ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(الانعام، رکوع: ۱۰، آیت: ۸۹)

اگر ان (انبیاء) نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کے بھی تمام اعمال اکارت و ضائع جاتے۔

اور خاص امام الانبیاء والرسل حضرت محمد رسول اللہ، علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام سے مخاطب ہو کر سورۂ زمر، آیت: ۶۵ میں فرمایا:

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ، لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

آپ کی طرف اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف وحی کی جا چکی ہے کہ اگر آپ بھی شرک کریں تو یقیناً آپ کا سارا عمل بھی ضائع ہو جائے گا اور آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اندازہ فرمائیں! شرک کے معاملہ میں جب انبیاء و رسل علیہم السلام کو اس طرح خطاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا گیا ہے تو ان کے سامنے ہماری حیثیت ہی کیا ہے؟ ہمیں تو اور بھی اپنی ساری زندگی کو اس مرضِ خطیر سے محفوظ رکھنا چاہیئے اور خصوصاً زائرینِ دیارِ مقدسہ کو اس سفرِ سعادت میں اپنے آپ کو شرک سے بچا کر رکھنا چاہیئے۔

اور شرک کی طرح ہی اپنے آپ کو انواع و اقسامِ بدعت سے بھی بچانا چاہیئے اور ہر اس کام سے اجتناب کرنا چاہیئے جو بظاہر کتنا ہی بھلا معلوم کیوں نہ ہوتا ہو مگر اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ بتایا ہو اور نہ ہی خود کیا ہو۔ خلفاء و صحابہ کرامؓ کے تعامل سے بھی جس کا ثبوت نہ ملتا ہو۔ کیونکہ ہر ایسا کام "ایجادِ نو" یا بالفاظِ دیگر بدعت شمار ہوگا بشرطیکہ اُسے دین اور نیکی و ثواب سمجھ کر اختیار کیا جائے۔ کیونکہ بدعات کی نہ صرف یہ کہ عنداللہ کوئی حیثیت و قیمت نہیں بلکہ یہ صاحبِ بدعت کے لیے باعثِ وبال ہیں۔ چنانچہ سورۂ نور آیت: ۶۳ میں ارشادِ الٰہی ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ (النور: ۶۳)

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انھیں اس بات سے ڈرنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی مصیبت یا دردناک عذاب نہ آجائے۔

اسی طرح صحیح مسلم میں ارشادِ نبوی ہے:

من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد (و في لفظٍ آخر) من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد ۳۹

جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا وہ مردود ہے (اور ایک روایت کے الفاظ ہیں) جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں وہ مردود ہے۔

بلکہ صحیح مسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

..... وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة" (وزاد النسائی:
وكل ضلالة في النار۴۰

اور بدترین امور وہ ہیں جو دین میں نو ایجاد کردہ ہیں اور دین میں ہر ایجاد نو بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (اور نسائی میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ) ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔

اور "سود" وغیرہ کی طرح ہی "شرک و بدعات" کا موضوع بھی قدرے تفصیل سے عنقریب طبع کروا کر آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ لہٰذا یہاں اس کی تفصیل میں جانے کی بھی ضرورت نہیں۔

۳۹: یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے "من عمل عملاً"۔۔۔ کے الفاظ سے یہ مسلم (۱۲/۱۶) "الأقضية" میں ہے۔ اور "من أحدث"۔۔۔ کے الفاظ سے اس کو بخاری (۲۶۹۷) "الصلح" مسلم ابوداؤد (۴۶۰۶) "السنة" اور ابن ماجہ (۱۴) وغیرہ میں ہے اور اس کی مفصل تخریج ہم "نزهة الخاطر تخريج روضة الناظر" میں کریں گے۔

۴۰: یہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ ہے اس کو مسلم (۶/۱۵۳) نسائی (۳/۱۸۸، ۱۸۹) اور ابن ماجہ (۴۵) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

"وكل ضلالة" کے الفاظ صحیح ابن خزیمة وغیرہ میں بھی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تخریج صلوٰۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۲۶۔۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج وعمرہ کے لیے روانگی

اور

عام آدابِ سفر

سفر حج وعمرہ کے لیے ہو یا کسی بھی دوسری غرض کے لیے، اس کا آغاز کرنے کے لیے اس کے کون کون سے اسلامی آداب ہیں؟

روانگی کے لیے کونسا دن اور کونسا وقت مناسب ہے؟

وسعت اس سلسلہ میں، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی دن کے کسی بھی وقت اور ہر چہار جانب سے کسی بھی طرف سفر کرنے سے ہمیں منع نہیں فرمایا ہے۔ اور برصغیر پاک وہند کے بعض ضعیف العقیدہ لوگوں سے جو یہ بات سننے میں آتی ہے کہ فلاں دن کو فلاں سمت یا طرف سفر نہ کرنا ورنہ تم جس کام کے لیے جاؤ گے وہ نہیں ہوگا بلکہ جیتی ہوئی بازی بھی ہار آؤ گے مثلاً صوبہ پنجاب کے لوگوں میں سے بعض وہمی لوگوں کا کہنا ہے کہ

منگلوار نہ جاویں پہاڑ !!
جتی ہوئی بازی آویں ہار !!

کہ منگل کے روز شمال کی جانب سفر پر نہ نکلنا ورنہ جیتی ہوئی بازی ہار آؤ گے ایسے ہی ممکن ہے کہ دیگر علاقوں میں دوسرے نظریات پائے جاتے ہوں جبکہ ایسے نظریات وعقائد قطعاً بے سروپا، غیر اسلامی اور غلط وہم ہیں۔ آپ جب چاہیں اور جس جہت کو چاہیں سفر کر سکتے ہیں۔ شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں بلکہ اس میں وسعت پائی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُسوۂ حسنہ حضرت محمد رسول اللہ ہمارے امام و پیشوا اور مطاع و راہنما ہیں۔ آپ کا طرزِ عمل ہمارے لیے بہترین نمونہ اور مشعلِ راہ ہے جیسا کہ سورۃ احزاب آیت: ۲۱ میں ارشادِ الٰہی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے

لہٰذا آپؐ کے طرزِ عمل کو اختیار کرنے میں ہمارے لیے عزّو شرف کے علاوہ اجر و ثواب بھی ہے۔ تو کیوں نہ ہم آغازِ سفر اور دیگر تمام دینی و دنیوی اُمور میں آپؐ کے طرزِ عمل کو اپنائیں۔ اس طرح کام بھی اپنا ہو اور نیکیاں بھی پائیں۔

مسنون و مستحب دن یوں تو کسی بھی دن سفر کا آغاز کیا جا سکتا ہے لیکن مسنون و مستحب یہ ہے کہ سفرِ حج وعمرہ بالخصوص اور دیگر اغراض کے لیے بالعموم جمعرات کے دن سفر شروع کیا جائے کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لقلّما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج في سفر إلّا يوم الخميس (و في لفظٍ للبخاري) أنّ النّبي صلى الله عليه وسلم كان يحبّ ان يخرج يوم الخميس [۴۱/۱]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے سوا کسی دوسرے دن سفر پر کم ہی نکلا کرتے تھے۔ (اور بخاری شریف میں یہ الفاظ بھی ہیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کو سفر پہ نکلنا پسند فرماتے تھے۔

۴۱/۱ ؎ اس حدیث کو بخاری (۲۹۴۹) سعید بن منصور (۲۳۸۰) اور سعید بن منصور سے ابوداؤد (۲۶۰۵) نے اسی طرح اس کو دارمی (۲/۲۱۴) ابن خزیمۃ (۷:۲۵) ابن ابی شیبۃ (۱۲/۵۱۶) بیہقی نے "السنن" (۵/۲۵۰، ۲۵۱، ۹/۱۵۱) اور "الآداب" (۸۲۴) میں طیالسی (۱/۲۲۳) اُحمد (۳/۴۵۶) اور عبد بن حمید نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"المنتخب عن المسند" (۳۷۵) میں روایت کیا ہے۔
"كان يحب أن يخرج ..." یہ الفاظ بخاری (۲۹۵۰) اور "مسند احمد" (۳/۴۵۵) کی ایک روایت کے ہیں ان الفاظ سے اس کو طبرانی نے بھی "الادسط" (۱۳۱۳) میں روایت کیا ہے۔ انہی الفاظ سے یہ حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس کو أبویعلی نے "معجم الشیوخ" (۲۶۴) میں روایت کیا ہے مگر اس کی سند عمرو بن حصین کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

(حاشیہ نمبر ۲/۱)

ابن ماجہ (۲۲۳۶) "التجارت" داری (۲/۲۱۴) "السیر" ابن ابی شیبۃ (۱۲/۵۱۶) سعید بن منصور (۲۳۸۲) بیہقی (۹/۱۵۱، ۱۵۲) طیالسی (۱/۲۵۹) احمد (۳/۴۱۶، ۴۱۷، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۲، ۴/۳۸۴، ۳۹۰، ۳۹۰، ۳۹۱) عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" (۴۳۲) میں قضاعی نے "مسند الشہاب" (۱۴۹۱، ۱۴۹۳) میں مزی نے "تهذیب الکمال" (۱۳/۱۲۵، ۱۲۶) میں اور ذہبی نے "میزان الاعتدال" (۳/۱۷۵) بن عمارۃ بن حدید کے واسطہ سے صخر غامدی رض سے روایت کیا ہے اور اسکی سند ضعیف ہے کیونکہ عمارہ مجہول ہے اس کو ابوحاتم، ابوزرعہ، ابن السکن ذہبی اور حافظ ابن حجر نے مجہول کہا ہے۔ اور علی بن مدینی نے بھی اسکے مجہول ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "الجرح والتعدیل" (۳/۳۶۲) اور "تقریب" حافظ ابن حبان نے اسکو "الثقات" میں ذکر کرنے سے خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہو جانا چاہئے کیونکہ ان کا مجہول راویوں سے حجت لینے کے بارے میں قاعدہ معروف ہے۔ مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ عمارۃ مجہول ہے لهذا شیخ البانی کا "تحقیق المشکاۃ" میں اس حدیث کی سند کو جید کہنا صحیح نہیں ہے۔ مگر یہ حدیث صحیح یا حسن درجہ کی ہے کیونکہ یہ دوسری سندوں سے دیگر بہت سے صحابہ رض سے بھی مروی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بعض حفاظ نے اس حدیث کے طرق جمع کرنے کا اہتمام کیا تو جن صحابہ سے یہ حدیث مروی ہے ان کی تعداد بیس کے قریب پہنچ گئی "فتح الباری" (۶/۱۱۴) ان صحابہ میں سے علی رض بھی ہیں۔ ان کی حدیث کو ابن ابی شیبۃ، ابویعلی (۴۲۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر جمعرات کو نکلنا کسی وجہ سے ناممکن یا دشوار ہو تو پیر (سوموار) کا دن بھی مناسب ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر ہی کو مکّہ مکرمہ سے مدینہ طیّبہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ جیسا کہ کتبِ سیرت میں معروف ہے۔

مسنون و مستحب وقت | یہ بھی مسنون و مستحب ہے کہ سفر علی الصبح شروع کیا جائے کیونکہ ابوداؤد و ترمذی اور سنن دارمی کی ایک جیّد سند والی (کما قال الالبانی فی تحقیق المشکاۃ ۲/۴۴/۱۱) حدیث میں حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ہے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُکُوْرِھَا

اے اللہ میری امت کو اس کے سفرِ صبحگاہی میں برکت عطا فرما۔

اسی حدیث میں حضرت صخر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملِ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وکان اذا بعث سریۃ او جیشاً بعثھم من اوّل النھار۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی فوجی دستہ یا لشکر بھیجتے تو صبح کے وقت ہی بھیجتے تھے۔

اور حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی بیان کرتے ہیں:۔ وکان صخر تاجراً، فکان یبعث تجارتہ اوّل النھار، فاثری وکثر مالہ [۴۱/۲]

حضرت صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر تھے اور وہ اپنا مالِ تجارت بھی صبح کے وقت ہی روانہ کیا کرتے تھے (اسی کی برکت سے) وہ بہت بڑے مالدار ہو گئے تھے۔

[۴۱/۲] (۴۲) اس حدیث کو ابوداؤد (۲۶۰۶) "الجہاد" ترمذی (۱۲۱۲) "البیوع"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بزار (۱۲۴۸) اور عبداللہ بن احمد نے "زوائد المسند" (۱/۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵،
۱۵۵، ۱۵٦) میں روایت کیا ہے۔ بقیہ احادیث کی تخریج کے لیے "مسند الشہاب" (۲/
۳۴۱، ۳۴۳) اور "مجمع الزوائد" (۱۰/٦۴، ٦۵) دیکھیں۔

(تخریج نمبر ۴۲ و ۴۳ کا حاشیہ)

۴۲: اس حدیث کو بخاری (۱۰۸۹) مسلم (۵/۱۹۹، ۲۰۰) ابوداؤد (۱۲۰۲) اسی
طرح ابو عوانہ (۲/۳۴۷) ترمذی (۵۴٦) اور دارمی (۱/۳۵۴، ۳۵۵) نے
روایت کیا ہے۔

۴۳: اس کو بخاری (۲۹۹۸) ترمذی (۱٦۷۳) ابن ماجہ (۳۷٦۸) دارمی (۲/
۲۸۹) ابن خزیمہ (۲۵٦۹) ابن حبان (۲۷۰۴۔ تحقیق شعیب) ابن ابی شیبہ
(۱۵۴۸٦) بیہقی نے "السنن" (۵/۲۵۷) اور "الآداب" (۸۰٦) میں احمد (۲/
۲۳، ۲۴، ٦۰، ۸٦، ۱۱۲، ۱۲۰) حمیدی (٦٦۱) اور عبد بن حمید نے "المنتخب
من المسند" (۸۲۴) میں روایت کیا ہے۔

(تخریج نمبر ۴۴ کا حاشیہ)

۴۴: یہ حدیث ضعیف ہے اس پر مفصل کلام اور اس سلسلہ کے بعض آثار کا ذکر ہم نے
"پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری دعائیں" کی مفصل تخریج میں (ملاحظہ ہو حدیث ۱۳۰)
کیا ہے جسے یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو بیان کرنے والے مطعم بن مقدام اور
انس رضی اللہ عنہ ہیں (۱) حدیث مطعم کو ابن ابی شیبہ (۱/۴۲۴۔ دارالتاج) نے اور ابن
ابی شیبہ سے خطیب نے "الموضح" (۲/۴۰۵) میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح اسے طبرانی نے
"المناسک" میں اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ ابن علان نے "الفتوحات الربانیۃ"
(۵/۱۰۵) میں حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے اس کی سند تو صحیح ہے مگر حدیث ضعیف ہے کیونکہ
یہ مرسل یا معضل روایت ہے اس لیے کہ مطعم بن مقدام تابعی یا اتباع تابعین میں سے ہیں۔
حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں ان کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے اور ان کے نزدیک یہ وہ طبقہ
ہے جن کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہے مزید تفصیل "تہذیب التہذیب" (۱۰/۱٦۰) اور الفتوحات
الربانیہ میں دیکھیں، سلسلہ بقیہ ـــ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر علی الصبح نکلنا کسی وجہ سے ناممکن یا دشوار ہو تو پھر زوالِ آفتاب کے بعد روانہ ہونا بھی ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم اور ابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر بالمدینۃ اربعاً و صلّی العصر بذی الحلیفۃ رکعتین ۴۲

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مدینہ طیبہ میں چار رکعتیں (مکمل) پڑھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں (قصر) پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ زوالِ آفتاب کے بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ میں ادا فرما کر سفر پر روانہ ہو گئے تھے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ سے تین میل باہر واقع مقام "ذوالحلیفہ" تک پہنچتے پہنچتے عصر ہو گئی اور وہاں پر آپؐ نے قصر کر کے نماز عصر پڑھی۔ لہٰذا اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے زوالِ آفتاب کے بعد نکلنا بھی ثابت ہے۔

رفیقِ سفر آدابِ سفر میں سے ہی ایک بات یہ بھی ہے کہ کسی موحّد، متبعِ سنت اور اخلاقِ عالیہ کے مالک انسان کو اپنا رفیقِ سفر منتخب کر لیں کیونکہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

www.KitaboSunnat.com

لو یعلم النّاس ما فی الوحدۃ ما اعلم ما سار راکب بلیل وحدہٗ ۴۳

اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کی وہ قباحتیں معلوم ہو جائیں جنھیں میں جانتا ہوں تو کوئی سوار بھی رات کو اکیلا سفر پر نہ نکلے۔

نمازِ سفر بعض لوگ سفر کا آغاز کرنے اور گھر سے نکلنے سے پہلے اپنے گھر میں دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں جس کی پہلی رکعت میں قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے ہیں اور اس کے لیے مصنف ابن ابی شیبۃ، طبرانی اور ابن عساکر میں مطعم بن مقدام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مروی ایک مرفوع روایت سے استدلال کیا جاتا ہے جس میں ہے:

ما خلف احد عند اهله افضل من ركعتين يركعهما عندهم حين يريد السفر [۴۴]

ارادۂ سفر کے وقت گھر میں پڑھی گئی دو رکعتوں سے بہتر اس کے اہل و عیال کے لیے دوسری کوئی چیز نہیں۔

جب کہ یہ روایت ضعیف ہے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب "الکلم الطیب" میں اسے صیغۂ تمریض سے ذکر کر کے اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جبکہ اس کی تحقیق میں علامہ البانی نے اسی طرح سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (الکلم الطیب ص ۹۳ الضعیفۃ ۱/۳۷۲) لہذا ان دو رکعتوں پر مشتمل نماز کی مشروعیت تو ثابت نہیں البتہ سفر سے واپسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے آداب سفر میں سے ہی ایک بات یہ ہے کہ حتی الوسع رات کے وقت گھر میں نہ آیا جائے بلکہ دن کے وقت گھر میں داخل ہوں اور سیدھے گھر میں آنے کی بجائے پہلے مسجد میں جائیں اور وہاں دو رکعت نماز ادا کریں اور گھر پیغام بھیج دیں کہ ہم پہنچ گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں صحیح بخاری و مسلم میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يقدم من سفر الا نهاراً في الضحى فاذا قدم بدأ بالمسجد فيه ركعتين، ثم جلس فيه للناس [۴۵]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی پر دن کے وقت صبح کو (گھر) آتے تھے اور جب آپ پہنچتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاتے وہاں دو رکعتیں نماز پڑھتے اور لوگوں کے ساتھ کچھ دیر بیٹھ جاتے تھے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يطرق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ : امام نووی نے "الأذکار" (۱۹۴) میں ان کو صحابی کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے "تہذیب" میں کہا ہے کہ یہ سبقت قلم ہے۔
اسی طرح "تخریج الأذکار" میں بھی ان کا رد کیا ہے جیسا کہ ابن علان نے ذکر کیا ہے۔

دوسری تنبیہ :۔ "الأذکار" میں مطعم کی بجائے "المقطم" ہے جو کہ صحیح نہیں۔

(۲) حدیث انس رضی اللہ عنہ یہ انتہائی ضعیف حدیث ہے اس میں دو رکعت کی بجائے چار رکعت کا ذکر ہے۔ اسے حافظ عراقی نے "تخریج احیاء علوم الدین" (۲/ ۲۷۰) میں خرائطی کی "مکارم الأخلاق" کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں ایک ایسا راوی ہے جس کا حال معلوم نہیں۔ اس کو حاکم نے بھی "تاریخ نیشاپور" میں "نصر بن باب" کے ترجمہ میں روایت کیا ہے اور اسی طرح حافظ ابن حجر نے بھی "تخریج الأذکار" میں۔ دیکھیں "الفتوحات الربانیۃ" (۵/ ۱۰۷) نصر بن باب متروک ہے بلکہ امام بخاری فرماتے ہیں "لوگوں نے اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے" ملاحظہ ہو "میزان" (۴/ ۲۵۵-۲۵۶) اس حدیث کو نصر نے اپنے شیخ سعید بن مرتاش سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس کا ترجمہ مجھے نہیں ملا۔ اس حدیث میں ہے کہ ان رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورہ اخلاص (قل ھو اللہ احد) پڑھی جائے مگر یہ سخت ضعیف حدیث ہے جیسا کہ ذکر ہوا۔ اس سلسلہ میں بعض آثار بھی ہیں۔

(۱) علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے "جب تم گھر سے نکلو تو دو رکعت ادا کرو"۔

(۲) نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر جب کہیں جانے کا ارادہ کرتے تو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرتے"۔ ان آثار کو ابن ابی شیبۃ (۱/ ۴۲۴) نے روایت کیا ہے۔ اثر علی رضی اللہ عنہ کی سند ضعیف ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اهله ليلاً وكان لا يدخل الا غدوةً او عشيةً [۴۵] نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گھر نہیں لوٹا کرتے تھے۔ آپ صبح یا شام کو گھر میں داخل ہوتے تھے۔

اور صحیح بخاری ومسلم میں ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اطال احدكم الغيبة فلا يطرق اهله ليلاً [۴۶]

جب تم میں سے کوئی طویل عرصہ تک غائب رہے تو وہ رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس نہ لوٹے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی صحیح بخاری شریف میں مروی ہے:

كنت مع النبيّ صلى الله عليه وسلم في سفرٍ فلمّا قدمنا المدينة، قال لي: ادخل المسجد فصلّ فيه ركعتين [۴۸]

میں ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے مجھے حکم فرمایا: مسجد میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا کرو۔

۴۵: اس حدیث کو بخاری (۳۰۸۸) "الجهاد" مسلم (۵/۲۲۷، ۲۲۸، ۱۷/۹۰) "المساجد والتوبة" ابو عوانة (۲/۲۶۸) ابو داود (۲۷۸۱) "الجهاد" نسائی (۲/۵۳، ۵۴) "المساجد" بیہقی (۵/۲۶۱) اور أحمد (۳/۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۶/۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸) نے روایت کیا ہے اسی طرح عبداللہ بن عمر اور ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی پہ گھر جانے سے قبل مسجد میں دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ حدیث ابن عمر کو ابو داؤد (۲۷۸۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے حدیث ابو ثعلبہ کو حاکم (۱/۴۸۸، ۴۸۹) ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیاء" (۲/۳۰) میں اور ابن الأعرابی نے "القبل والمعانقة والمصافحة" (۱۹) میں روایت کیا ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ ۴۶: اس حدیث کو بخاری (۱۸۰۰) "العمرة" مسلم (۱۳/۷۰) "الجهاد" اور بیہقی نے "السنن" (۵/۲۶۱) اور "الآداب" (۸۲۲) میں روایت کیا ہے۔ ۴۷:۔ اس حدیث کو بخاری (۵۲۴۴) "النکاح" اور مسلم (۱۳/۷۱) "الجهاد" نے روایت کیا ہے۔

۴۸:۔ اسکو بھی بخاری ۴۴۳ "الصلاة" مسلم ۵/۲۲۷ "المساجد" بیہقی ۹/۱۷۵ اور أحمد ۳/۶۳ نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان مذکورہ احادیث سے واضح ہو گیا کہ جب کوئی کچھ عرصہ گھر سے باہر رہ کر واپس لوٹے تو: (۱)۔ گھر میں داخل ہونے سے پہلے مسجد میں جائے اور دو رکعتیں ادا کرے۔

(۲) ایسے وقت کا انتخاب کرے کہ گھر میں داخلے کے وقت صبح یا سرِ شام ہو۔

(۳) رات گئے اچانک گھر میں نہ جائے۔

رات کے وقت اچانک اپنے گھر داخل نہ ہونے کی مصلحتیں

رات گئے اچانک گھر میں داخل نہ ہونے میں کئی مصلحتیں ہیں جن میں سے بعض کی طرف تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشارہ فرمایا ہے مثلاً یہ کہ کوئی شخص بلا پیشگی اطلاع کے رات گئے اپنے گھر لوٹ آیا۔ بیوی کام کاج میں مصروفیت کی وجہ سے اپنے بدن اور کپڑوں کی خاطر خواہ صفائی نہیں رکھ سکی تھی۔ ایسے میں عین امکان ہے کہ باہر سے آنے والے شوہر کا دل میلا ہو اور ان کے ازدواجی تعلقات پر اثر انداز ہو جائے یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ اگر ناچار بلا اطلاع رات کو ہی گھر لوٹنے کی نوبت آجائے تو گھر میں داخل ہونے سے قبل انھیں اتنی مہلت ضرور دے کہ وہ صفائی ستھرائی سے فارغ ہو سکیں چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا دخلت ليلاً، فلا تدخل على اهلك حتى تستحد المُغِيبَةُ و تمتشط الشَعِثَةُ. ۴۹

اگر رات کو گھر میں داخل ہو تو اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تمہارے گھر والی زائد بالوں کی صفائی ستھرائی اور سر کے پراگندہ بالوں کی کنگھی پٹی نہ کر لے۔

۴۹: اس حدیث کو بخاری (۵۲۴۶) "النکاح" باب "طلب الولد" مسلم (۱۰/۷۱۵) "النکاح" باب "استحباب نکاح البکر" (۱۳/۷۱، ۷۲) "الجہاد" اور ابوداؤد (۲۷۷۸) "الجہاد" نے روایت کیا ہے، اور مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبحان اللہ، بظاہر یہ بات اگرچہ معمولی سی محسوس ہو لیکن حقیقت میں یہاں بیوی کی خوشگوار ازدواجی زندگی کا ایک راز لئے ہوئے ہے کہ نہ دلوں میں بال آئے نہ کشیدگی پیدا ہو اور حالات خراب ہونے کی نوبت آنے پائے۔ اسی طرح شارحین حدیث نے رات کے وقت اچانک گھر میں داخل نہ ہونے کی کئی اور مصلحتیں بھی ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ہدایت پر عمل کرنے والے مسافر کے دل میں بال آتا ہے نہ اس کے اپنی بیوی پر بھرپور اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہے اور نہ ہی ان کی خلوص و وفا سے معمور محبت میں کوئی فرق آتا ہے (للتفصیل: فتح الباری ۳۳۹/۸ ۱۴۳ دیکھیے مصالح)

سفر کی دُعائیں

سفر کی تیاری کے اُمور سے فارغ ہو کر جب گھر سے نکلنے لگیں تو سنن ابی داؤد میں مذکور یہ دُعا کریں:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

اللہ کا نام لے کر اور اس پر توکل کر کے (گھر سے نکل رہا ہوں) اور اس کی توفیق کے بغیر نہ نیکی کرنے کی ہمت ہے نہ بُرائی سے بچنے کی طاقت ہے۔

حضرت انس رض سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جب کوئی شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دُعاء پڑھ لیتا ہے تو شیطان اس کا پیچھا چھوڑ دیتا ہے اور وہ اپنے چیلوں کو بھی اس کا پیچھا چھوڑ دینے کی ہدایت کر دیتا ہے ۵۰

۵۰: یہ دُعاء انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اس کو ابو داؤد (۵۰۹۵) "الأدب" ترمذی (۳۴۲۶) "الدعوات" نسائی نے "عمل الیوم واللیلۃ" (۸۷) میں اور دیگر کئی أئمہ نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند تو ضعیف ہے مگر یہ اپنے شواھد کی بناء پر صحیح حدیث ہے اس حدیث کی مفصل تخریج اور اسکے شواھد کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے ملاحظہ ہو "تخریج صلوۃ الرسول" حدیث ۶۲۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مسافر کو الوداع کرنے کیلئے جو لوگ آئے ہوں وہ سب مسافر کے لیے ترمذی شریف میں مذکور یہ دُعاء کریں:

أَسْتَوْدِعُ اللّٰهُ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ.

میں تیرے دین وامانت اور خاتمہ عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

حضرت قزعہؒ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کسی کام سے بھیجا اور بھیجتے وقت فرمایا:

تعال حتى اودّ عك كما ودّ عني رسول الله صلى الله عليه وسلم وارسلني في حاجةٍ له۔ ۵۱

آؤ میں تمہیں اسی طرح الوداع کروں جس طرح مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی کام سے بھیجتے وقت الوداع کیا تھا۔

اور پھر مذکورہ دعاء کی۔ تو گویا یہ دُعاء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ ہے۔ اور اس دُعاء کے ساتھ ہی الوداع کرنے والے مسافر کے لیے ترمذی شریف میں مذکور یہ مسنون دعاء بھی کریں:

زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَيَسَّرَلَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ كُنْتَ. ۵۲

اللہ تعالیٰ تمہیں تقویٰ و پرہیزگاری کی دولت سے نوازے تمہارے گناہ معاف کرے اور بھلائی کو تمہارے لیے آسان کردے چاہے تم جہاں بھی رہو۔

۵۱:۔ اس حدیث کو ابوداؤد (۲۶۰۰) "الجہاد" ترمذی (۳۴۴۲، ۳۴۴۳) "الدعوات" نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ (۵۰۹) میں اور ابن خزیمۃ (۲۵۳۱) وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے اسکو ترمذی، ابن خزیمۃ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

۵۲:۔ اس حدیث کو ترمذی (۳۴۴۴) ابن خزیمۃ (۲۵۳۲) ابن السنی (۵۰۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سفر پر روانہ ہونے والا شخص اپنے گھر والوں اور الوداع کرنے کے لیے آئے ہوئے لوگوں کے لیے عمل الیوم واللیلۃ ابن السنی وغیرہ میں مذکور یہ دعا کرے:

اَسْتَوْدِعُکُمُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا تَضِیْعُ وَدَائِعُہٗ ۵۳

میں تمہیں اس ذاتِ الٰہی کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد کی گئی کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی۔

اور سفر پر روانہ ہونے والا کوئی شخص جب سوار ہونے لگے تو صحیح مسلم اور مسند احمد میں مذکور یہ دعا کرے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۰ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۰ [الزخرف: ۱۳، ۱۴]

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لیے مسخر (تابعدار) کیا ورنہ ہم میں اس کی طاقت نہ تھی۔ اور ہم سب اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی، اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَہٗ، اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمَنْظَرِ وَ

اور حاکم (۲/ ۹۷) نے روایت کیا ہے اس کی سند حسن درجہ کی ہے امام ترمذی نے بھی اسکو حسن کہا ہے اور اسکے بعض شواہد ہیں۔ جنکی بنا پر یہ صحیح ہے۔

۵۳ : یہ دعاء ابن ماجہ (۲۸۲۵) "الجہاد" نسائی "عمل الیوم واللیلۃ (۵۰۸)" "مسند احمد" (۲/ ۴۰۳) اور ابن السنی (۵۰۶، ۵۰۸) میں ہے اور یہ حسن درجہ کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ۔ ۵۴

اے اللہ ہم آپ سے اس سفر میں نیکی و تقویٰ اور تجھے راضی کر دینے والے عملِ صالح کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ ہمارے لیے اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی دوری کو سمیٹ دے، اے اللہ اس سفر میں تو ہی میرا ساتھی ہے اور میرے اہل و مال کا محافظ بھی ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے سفر کی مشقت، اہل و مال میں برے منظر اور نا مرغوب انقلاب کے رونما ہونے سے پناہ مانگتا ہوں۔

ہوائی جہاز، بس، کار، ریل گاڑی، اونٹ یا گھوڑے وغیرہ پر سوار ہوتے وقت تو مذکورہ دُعاء کر لیں اور اگر بحری جہاز یا کشتی پر سوار ہوں تو اس وقت سورۂ ہود، آیت: ۴۱ میں مذکور یہ قرآنی دُعاء بھی کر لیں:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ [ھود: ۴۱]

اس کا چلنا اور لنگر انداز ہونا (ٹھہرنا) اللہ کے نام سے ہے بے شک میرا پروردگار بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

یہ دُعاء حضرت نوح علیہ السلام نے تاریخِ انسانی کے مشہور واقعہ "طوفانِ نوح" کے موقع پر اپنی کشتی میں سوار ہوتے وقت کی تھی۔ اس بناء پر یہ دُعاء کی جا سکتی ہے۔ البتہ اس دُعا کی فضیلت کے بارے میں مسند ابی یعلیٰ اور عمل الیوم واللیلۃ ابن السنی کے حوالہ سے جو حدیث بیان کی جاتی ہے جس میں ہے: ۵۵

امان لامتی من الغرق اذا رکبوا ان یقولوا...

میری امت کے لیے غرق ہونے سے تحفظ اس میں ہے کہ جب وہ سوار ہونے لگیں تو یہ دُعاء پڑھ لیں...

۵۴: اس حدیث کو مسلم (۹/۱۱۰، ۱۱۱) "الحج" ابوداؤد (۲۵۹۹) "الجہاد" اور احمد (۲/۱۵۰) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۵ : یہ حدیث حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے
حدیث حسین کو ابن عدی (۷/۲۶۵۵، ۲۶۵۶) ابن السنی (۵۰۱) طبرانی نے
"الدعاء" (۸۰۳) میں اور ابو یعلی (۶۷۸۱) نے روایت کیا ہے۔
اس کی سند میں ایک راوی "یحیی بن العلاء" ہے اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل
فرماتے ہیں یہ کذاب ہے اور احادیث گھڑتا ہے اسی طرح وکیع نے بھی اس
کو کذاب کہا ہے اور دیگر کئی آئمہ نے اس کو "متروک" کہا ہے۔
حافظ ہیثمی نے اس کو یحیی کی بجائے ابو یعلی کے شیخ جبارہ بن مغلس کی وجہ سے
ضعیف کہا ہے اور یہ ان کا تساہل ہے کیونکہ انھوں نے ایک کذاب راوی کی
بجائے ایک ضعیف راوی سے اس کو معلول کیا ہے۔
حدیث ابن عباس کو طبرانی نے "الدعاء" (۸۰۴) اور "المعجم الکبیر والاوسط"
میں (جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے) روایت کیا ہے اور اس کی سند "نہشل بن
سعید" کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت ضعیف و من گھڑت ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے صیغۂ تمریض سے نقل کر کے اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جبکہ علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف جدًا بل ھو موضوع۔ قرار دیا ہے کہ یہ سخت ضعیف بلکہ موضوع و من گھڑت ہے (الکلم الطیب لابن تیمیہ و تحقیقیہ للالبانی ص ۹۷)

دورانِ سفر صحیح بخاری شریف میں مذکور ایک حدیث کی رو سے مسافر کے لئے سنت یہ ہے کہ جب وہ کسی اونچائی کی طرف چڑھیں تو اللہ اکبر کہیں اور جب گہرائی کی طرف اتریں تو سبحان اللہ کہیں جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔

كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا ص ۵۶

جب ہم اونچائی کی طرف چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب گہرائی کی طرف اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

---

۵۶ : اس حدیث کو بخاری (۲۹۹۳، ۲۹۹۴) دارمی (۲/۲۸۸) نسائی نے "عمل الیوم واللیلۃ" (۵۴۲) میں اور طبرانی نے "الدعاء" (۸۵۱) میں روایت کیا ہے۔ اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے احمد (۳/۳۳۳) نسائی (۵۴۱) ابن السنی (۵۱۷) اور دار قطنی (۲/۲۳۳) میں یہی حدیث حسن اسناد کے واسطے سے جابرؓ سے مروی ہے اور اس میں یہ صراحت ہے کہ وہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ کہا کرتے تھے۔ ابو داؤد (۲۵۹۹) میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا لشکر اونچائی پر چڑھتے ہوئے "اللہ اکبر" اور گہرائی میں اترتے ہوئے "سبحان اللہ" کہتے۔ بظاہر تو ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے مگر حقیقت میں یہ ابن جریج کا قول ہے لہذا اس حدیث میں یہ جملہ معضل سند سے ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے ملاحظہ ہو "شرح الاذکار" لابن علان (۵/۱۴۰) احمد (۲/۳۲۵) ترمذی (۳۴۴۵) اور ابن ماجہ (۲۷۷۱) وغیرہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ میں سفر پر جانا چاہتا ہوں لہذا آپؐ مجھے کچھ فرما دیں آپؐ نے فرمایا "میں تجھے اللہ سے ڈرنے اور ہر اونچائی پر تکبیر کہنے کی وصیت کرتا ہوں" یہ حدیث حسن درجہ کی ہے امام ترمذی نے بھی اس کو حسن کہا ہے حاکم اور ذہبی نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور یہ اور یہ مسلم کی شرط پر ہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی جہاں رات بسر کریں، کوئی شہر دیکھیں، صبح طلوع ہو، شام کی تاریکی ڈیرے ڈالنے لگے تو ان تمام مواقع کے لیے بھی دُعائیں ہیں وہ سب بھی کسی صحیح سند سے ثابت شدہ مسنون دعاؤں والی کتاب سے یاد کرلینی چاہیں۔ ایسی کتابوں میں سے ہماری نظر میں سب سے بہترین کتاب "صحیح الکلم الطیب" ہے، جو کہ دراصل شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتاب "الکلم الطیب" کا اختصار ہے۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی نے پہلے اس کتاب کی تخریج و تحقیق کی جو شائع ہوئی پھر انھوں نے اس کتاب میں مذکور صحیح سند سے ثابت شدہ دعاؤں کو مستقل شکل میں "صحیح الکلم الطیب" کے نام سے بھی شائع کیا۔ اور مذکورہ کتاب کی اسی خصوصیت کے پیشِ نظر ہم نے اسے اردو دان طبقہ کے لیے اردو کے قالب میں ڈھال کر "مسنون ذکرِ الٰہی" کے نام سے شائع کیا تھا جو ان عرب امارات میں مفت تقسیم کی گئی تھی۔ ایسے ہی ہمارے ایک مصری فاضل شیخ ابو عبیدہ عبدالعزیز الماجد (موظف الشئون الاسلامیہ بالدفاع، ابوظہبی) کی کتاب "صحیح الاذکار" بھی ہے جو انتہائی معیاری اور اول الذکر کتاب سے دُوگنا ضخیم بھی ہے اور ابوظہبی سے شائع ہوئی ہے اور برصغیر پاک و ہند میں حضرۃ العلّام مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ کی کتاب "پیارے رسول کی پیاری دُعائیں" بھی نہایت عمدہ ہے جو ہمارے فاضل دوست جناب حافظ عبدالرؤف صاحب کی تحقیق و نظرِ ثانی کے ساتھ بھی شائع ہونے ہی والی ہے اس کے کئی ایڈیشن پہلے بھی لاہور سے چھپ چکے ہیں۔ جبکہ عربی میں امام نووی رحمۃ اللہ کی کتاب "الاذکار" اور اُردو میں مولانا عبدالسلام بستوی مرحوم کی کتاب "اسلامی وظائف" دونوں اپنے موضوع کی ضخیم کتابیں ہیں اور الاذکار پر تو شیخ عبدالقادر ارناؤوط نے کچھ کام کیا ہے اور ان کی تحقیق و تخریج کے ساتھ چھپ چکی ہے اگرچہ وہ کام ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔ البتہ آخر الذکر کتاب "اسلامی وظائف" بھی دورِ حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق تحقیق و تخریج کے ساتھ شائع ہو جائے تو پھر مفید تر ہو جائے گی اب دیکھیں کہ یہ سعادت کس کے مقدر میں لکھی ہے۔

المختصر سارا سفر ذکرِ الٰہی میں مشغول رہیں، قصر و جمع یا صرف قصر کے اوقاتِ مقررہ پر باجماعت نمازیں ادا کرتے جائیں: لایعنی اور فضول گفتگو سے پرہیز کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ صرف سفرِ حج یا عام سفر میں ہی نہیں بلکہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں بھی ضروری ہے کہ لایعنی امور اور فضول گوئی سے اجتناب کیا جائے۔ یہ کسی مسلمان کے "حسنِ اسلام" کی علامت ہے جیسا کہ ترمذی و ابن ماجہ، موطا امام مالک اور مسند احمد میں حدیث ہے:

من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه ۵۷

لایعنی امور و گفتگو کو ترک کر دینا آدمی کے حسنِ اسلام کی علامت ہے۔

---

۵۷ یہ صحیح حدیث ہے اس کو ابوھریرہ، حسین بن علی، زید بن ثابت، ابوبکر، علی بن ابی طالب اور حارث بن ھشام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اسی طرح یہ علی بن حسین (معروف زین العابدین) سے مرسلاً بھی مروی ہے۔ (۱)۔ ابوھریرۃ رض کی حدیث کو ترمذی (۲۳۱۷) "الزھد" ابن ماجہ (۳۹۷۶) "الفتن" طبرانی نے "الأوسط" (۳۶۱) میں بیہقی نے "الآداب" (۱۲۱) میں اور قضاعی نے "مسند الشہاب" (۱۹۲) میں روایت کیا ہے۔ ابن عدی (۴/ ۱۵۸۸) ابن ابی الدنیا نے "الصمت وآداب اللسان" (۱۰۸) میں اور ابوالشیخ نے "طبقات المحدثین" (۴/ ۲۸۷) میں اس کو ابوھریرۃ رض سے دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابن ابی الدنیا (۵۰۷) نے اس کو تیسری سند سے بھی روایت کیا ہے مگر یہ دونوں سند سخت ضعیف ہیں۔

(۲) حسین بن علی رض کی حدیث کو احمد (۱/ ۲۰۱) عقیلی (۲/ ۹) ابن عدی (۳/ ۹۰۷؛ ۶/ ۲۳۴۱) طبرانی نے "المعجم الصغیر" (۲/ ۱۱۱) میں ابن جمیع نے "معجم الشیوخ" (۲۱۷) میں اور قضاعی (۱۹۴) نے روایت کیا ہے۔ (۳) حدیث زید بن ثابت کو طبرانی نے "المعجم الصغیر" (۲/ ۴۳) میں اور قضاعی نے روایت کیا ہے۔ (۴)۔ حدیث ابوبکر کو شیخ شعیب نے "الکنی للحاکم" کی طرف، حدیث علی کو "تاریخ حاکم" اور حارث بن ھشام کی حدیث کو ابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "تحقیق ریاض الصالحین" للشیخ شعیب (۴۳) (۵) زین العابدین کی مرسل روایت کو مالک (۲/ ۹۰۳) بخاری نے "التاریخ الکبیر" (۴/ ۲۲۰) میں ترمذی (۲۳۱۸) عبدالرزاق (۲۰۶۱۷) عقیلی، ابن ابی الدنیا (۱۰۷) اور قضاعی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ امام نووی نے اس حدیث کو "ریاض الصالحین"، "الأذکار" (۳۶۳) اور "الأربعون" (ص ۱۰۵ شرح ابن رجب) میں حسن کہا ہے۔ شیخ شعیب نے شواھد کی بنا پر اسکو صحیح کہا ہے شیخ البانی نے "صحیح الجامع" (۵۰۸۷) میں اسکو صحیح قرار دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدل حج؟

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بعض لوگ پیدل جاکر حج وعمرہ ادا کرنا زیادہ کارِثواب سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ اگرچہ من کل الوجوہ نہیں تو من بعض الوجوہ غلط ہے۔ اولاً:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملِ مبارک ہمارے سامنے ہے جو کہ افضلیت کی دلیل بھی ہے اور یہ بات بلا اختلاف معروف ہے کہ آپؐ نے پیدل نہیں بلکہ سواری پر جاکر حج وعمرہ ادا فرمایا تھا۔

ثانیاً:۔ سواری پر حج کے لیے جانا دعاء وابتہال اور ذکرِ الٰہی کی کثرت میں معاون ہوتا ہے۔ پیدل سفر کرنے والا تھکن سے چُور، اِن امور میں سے کیا بجالائے گا؟

ثالثاً:۔ اور منفعت بھی اِسی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک پیدل جانے کی بجائے سوار ہو کر جانا اور حج وعمرہ کرنا افضل ہے (فقہ السنہ ۱/۶۴۰)

رابعاً:۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس اور حضرت ابوھریرہؓ سے ایک واقعہ منقول ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی شیخا یھادیٰ بین ابنیہ، قال: ما بال ھذا؟ قالوا: نذر ان یمشی، قال: اِنّ اللہ عن تعذیب ھذا نفسہٗ لغنیّ و امرہٗ ان یرکب۔ ۵۸

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے کندھوں کے سہارے چل رہا تھا تو آپؐ نے پوچھا: اِسے کیا ہے؟ اس کے لڑکوں نے بتایا: اس نے نذر مان رکھی ہے کہ پیدل (کعبہ شریف) تک جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کے اپنے آپ کو عذاب دینے سے اللہ کی ذات غنی ہے اور اسے حکم فرمایا کہ سوار ہو کر سفر کرے۔

۵۸: (۱)۔ حدیث انسؓ کو بخاری (۲۵۰/۱، ۷۰۱) مسلم (۱۰۲/۱۱) ابوداؤد (۳۳۰۱)،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترمذی (۱۵۳۷) نسائی (۷/ ۳۰) سب نے "کتاب الایمان والنذور اور بخاری نے جزء العبد" میں بھی ابن الجارود (۹۳۹) ابن خزیمۃ (۳۰۴۴) طبرانی نے "الاوسط ۳۰، میں اور بیہقی" (۱۰/ ۷۸) نے روایت کیا ہے۔ (۲) حدیث ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو مسلم (۱۱/ ۱۰۳) ابن ماجہ (۲۱۳۵) ابن خزیمۃ (۳۰۴۳) اور بیہقی" (۱۰/ ۷۸) نے روایت کیا ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ الفاظ حدیث انس رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ حدیث ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بوڑھے کو سوار ہونے کا حکم دیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا "فان اللہ غنی عنک وعن نذرک" اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیری نذر سے بے نیاز ہے۔

نیز یہ بھی واضح رہے کہ یہ حدیث صرف مسلم میں ہے بخاری میں نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو نذر پوری کرنے کا حکم نہیں فرمایا، اس کے دو ہی اسباب ہو سکتے ہیں ایک تو اس لیے کہ پیدل کی بنسبت سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے۔ اور پیدل چلنے کی نذر ماننا ترکِ افضل کو لازم کرتی ہے لہٰذا اس نذر کو پورا کرنا واجب نہیں۔ یا پھر اس لیے کہ وہ اپنی نذر پوری کرنے سے عاجز آچکا تھا لہٰذا آپؐ نے اسے سوار ہونے کا حکم فرمایا اور اس واقعہ میں یہی وجہ ظاہر ہے (فتح الباری ۴/۶۹)۔ معلوم ہوا کہ عام ارادۂ سفر تو کجا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پیدل چل کر جانے کی نذر ماننے والے کو بھی اس کے پورا کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔

ایسے ہی صحیح بخاری و مسلم سنن ابی داؤد و بیہقی مسند احمد اور مستدرک حاکم میں ایک عورت کے پیدل کعبہ شریف تک جانے کی نذر ماننے کا واقعہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مان لی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھنے کے لیے اپنے بھائی کو ـــــ بھیجا۔ وہ گئے تو ان کے استفسار پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لتمش ولترکب ۵۹ (جتنا چل سکتی ہے چلے اور (پھر) سوار ہو جائے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے اس نذر سے پورا نہ کرنے پر تین دن کے روزے (نذر پوری نہ کر سکنے کے کفارہ کی ایک شکل) کا حکم فرمایا۔ (للتفصیل فتح الباری ۴/ ۷۹، ۸۰، ۱۱/ ۵۸۸، ۵۸۹)

خاصًا :۔ آج جب سواریاں عام اور سستی بھی ہیں جو کہ اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں انھیں چھوڑ کر پیدل سفرِ حج اختیار کرنا اگر کفرانِ نعمت نہیں تو کم از کم یہ شکرانِ نعمت بھی تو نہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں کوئی شخص اگر حج و عمرہ کے طویل سفر پر کسی ملک سے پیدل نکلے گا تو یہ دور دراز کا سفر اس کے عمل کو صحافت کی ایرچ سے نہیں بچا سکے گا نتیجتہً اس میں نمود و نمائش اور ریا کاری کے عنصر کے شامل ہو جانے کا خدشہ بھی ہو گا۔ جیسا کہ سال ماضی میں متحدہ عرب امارات کے شہر و دار الخلافہ ابوظہبی سے کوئی شخص پیدل حج پر روانہ ہوا تھا تو اس کی اس کے سامان والی ٹرالی کی تعداد ہیرا اور روداد سفر بیاں کے ایک عربی روزنامہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائع ہوئیں۔ ہاں البتہ اس سے اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ ایک شخص بیت اللہ شریف سے زیادہ دوری پر نہیں اور وہاں تک جانے کے لیے سواری نہیں یا کرایہ نہیں تو وہ پیدل حج کرلے اور اگر دوری پر ہے اور سواری یا کرایہ نہیں تو اس پر حج فرض ہی نہیں جیسا کہ "مفہوم استطاعت کے ضمن میں" زادِ راہ اور سواری" کی شرط اور اس کی تفصیل مذکور ہے۔

اور اگر دوری پر ہے اور سواری بھی موجود ہے یا کرایہ ادا کر سکتا ہے اس کے باوجود زہد و تقویٰ کے زعم میں وہ پیدل سفرِ حج پر مُصر ہے تو پھر وہ اپنی مرضی سے اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کر رہا ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی قدر و منزلت نہیں بلکہ وہ اس سے غنی و بے نیاز ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی کے الفاظ۔ إِنَّ اللهَ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ، لَغَنِيٌّ۔ سے واضح ہو رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواقیتِ حج وعمرہ

مواقیت جمع کا صیغہ ہے جس کا مفرد ہے "میقات" اور حج وعمرہ کا احرام باندھنے کے وقت اور جگہ کو میقات کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے میقات کی دو قسمیں ہیں:

۱. میقاتِ زمانی ۲. میقاتِ مکانی

۱. میقاتِ زمانی: میقات زمانی ان اوقات اور مہینوں کو کہا جاتا ہے جن میں احرام باندھا اور حج وعمرہ کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص صرف عمرہ کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہے تو اس کے لیے سال کے کسی بھی مہینے اور کسی بھی دن کے کسی بھی وقت احرام باندھا جا سکتا ہے اس کے لیے کوئی مہینہ، دن یا وقت مقرر نہیں ہے (الفتح الربانی ۱۱/ ۵۱-۵۸) اب رہا معاملہ حج وعمرہ کی ایک ساتھ سعادت سے بہرہ ور ہونے کا تو اس کیلئے مہینے مقرر ہیں چنانچہ سورۂ بقرہ آیت: ۱۸۹ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ، قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ (البقرہ: ۱۸۹)

لوگ آپ سے چاند کی مختلف شکلوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ یہ لوگوں کے امور اور حج کے اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں۔

اور آگے چل کر سورۂ بقرہ ہی کی آیت:- ۱۹۷ میں ارشادِ الٰہی ہے،

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ﴾، حج کے مہینے مقرر ہیں۔

اور ان مقررہ مہینوں کا ذکر صحیح بخاری شریف میں موجود ہے کہ وہ شوال، ذوالقعدہ اور عشرہ ذوالحج ہیں۔[۶۰]

---

۶۰ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور امام بخاری نے اسکو تعلیقاً (بلا سند) ذکر کیا ہے۔ امام شافعی نے "مسند" (۱۲۱) میں حاکم (۲/ ۲۷۶) دارقطنی (۲/ ۲۲۶) اور بیہقی (۴/ ۳۴۲) نے اسکو موصولاً (سند کے ساتھ) روایت کیا ہے اور یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت ہے۔ اور یہ ان سے تین چار سندوں سے مروی ہے امام حاکم نے اپنی سند کو بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے (اشہر معلومات) کی یہی تفسیر ابن عباس، ابن مسعود اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ان کے یہ آثار دارقطنی اور بیہقی میں ہیں۔ "اشہر معلومات" کی یہ تفسیر بعض مرفوع روایات میں بھی آئی ہے مرفوع روایات ابوامامہ، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے (ج ۲)

www.KitaboSunnat.com

۲. میقاتِ مکانی: میقاتِ مکانی سے مراد وہ جگہیں ہیں جہاں سے حج و عمرہ کے لیے احرام باندھا جاتا ہے اور احرام باندھے بغیر حجاج و عمار کا وہاں سے گزرنا جائز نہیں۔ میقاتِ مکانی کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ مختلف جگہیں مقرر فرمائی ہیں چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لأهل المدينة ذا الحليفة ولأهل الشام الجحفة، ولأهل نجد قرن المنازل، ولأهل اليمن يلملم، فهن لهن ولمن أتى عليهن من غير أهلهن لمن كان يريد الحج والعمرة۔ فمن كان دونهن فمهله من أهله وكذاك حتى أهل مكة يهلون منها۔ [۶۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے لیے مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ[۱] اہل شام کے لیے جحفہ[۲] اہل نجد کے لیے قرن المنازل[۳] اور اہل یمن کے لیے یلملم[۴] کے مقامات مقرر فرمائے۔ یہ مقامات ان لوگوں کے لیے ہیں جو اِن جگہوں سے گزر کر آئیں اور حج و عمرہ کا ارادہ بھی رکھتے ہوں۔ اور جو ان جگہوں کی اندرونی جانب (مکہ مکرمہ کی طرف) رہنے والے ہیں وہ جہاں سے بھی چلیں وہیں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ اپنے شہر (اپنے گھروں) سے ہی احرام باندھ لیں۔

: بقیہ ص ۸۶: ابوامامہ کی روایت کو طبرانی نے "الأوسط" (۶۰۷) اور "المعجم الصغیر" (۶۲/۱) میں روایت کیا ہے مگر اس کی سند معین بن مخارق کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ حافظ ابن کثیر نے "تفسیر" (۲۴۳/۱) میں اس کو ابن مردویہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کو موضوع کہا ہے۔ ابن عمر کی روایت کو سیوطی نے "اوسط طبرانی" اور ابن عباس کی روایت کو "خطیب" کی طرف منسوب کیا ہے دیکھیں "الدر المنثور" (۵۲۴/۱) ان دونوں روایتوں کی استادی حیثیت کیسی ہے؟ اللہ اعلم

۶۱: اس کو بخاری (۱۵۲۴، ۱۵۲۶، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۸۴۵) مسلم (۸۳/۸۔۸۴) اسی طرح ابوداود (۱۷۳۸) نسائی (۱۲۳/۵۔۱۲۴۔۱۲۵۔۱۲۶) دارمی (۳۰/۲) ابن الجارود (۴۱۳) ابن خزیمہ (۲۵۹۰۔۲۵۹۱) دارقطنی (۲۳۷/۲۔۲۳۸) بیہقی (۲۹/۵) طیالسی (۲۸۰/۱) اور احمد (۲۳۸/۱، ۲۴۹۔۲۵۲۔۳۳۲۔۳۳۹) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں چار مقامات کا ذکر ہے جب کہ "ذاتِ عرق" نامی میقات کا ذکر صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مهل اهل المدينة من ذي الحليفة والطريق الآخر من الجحفة، ومهلّ اهل العراق من ذات عرق، ومهلّ اهل نجد قرنٌ، ومهلُ اهل اليمن يلملم[٦٢]

اہلِ مدینہ کا میقات (جائے احرام) ذوالحلیفہ ہے اور دوسرا طریق جحفہ ہے۔ اور اہلِ عراق کا میقات ذاتِ عرق ہے۔ اور اہل نجد کا میقات قرن المنازل ہے اور اہلِ یمن کا میقات یلملم ہے۔

اور دارقطنی میں ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جس میں اہلِ عراق کے میقات ذاتِ عرق کے علاوہ یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ جحفہ اہلِ شام کی طرح ہی اہلِ مصر کا بھی میقات ہے چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں:

انّ النبيّ صلى الله عليه وسلم وقّت لاهل المدينة ذالحليفه ولاهل اليمن يلملم ولاهل الشام ومصر الجحفة ولاهل العراق ذات عرق[٦٣]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ اہلِ یمن کیلئے یلملم اہلِ شام ومصر کیلئے جحفہ اور اہلِ عراق کے لیے ذاتِ عرق کو میقات مقرر فرمایا۔

٦٢۔ یہ حدیث مسلم (۸/ ۸۶) ابن ماجہ (۲۹۱۵) ابن خزیمہ (۲۵۹۲) بیہقی (۵/ ۲۷) مسند احمد (۳/ ۳۳۶) اور مسند ابو یعلیٰ (۲۲۲۲) میں ہے۔ ٦٣۔ اس حدیث کو دارقطنی (۲/ ۲۳۶، ۵) اسی طرح نسائی (۵/ ۱۲۳، ۲۲۵) ابن عدی (۱/ ۳۰۸) بیہقی (۵/ ۲۸) اور ابو یعلیٰ نے بھی معجم الشیوخ" (۱۰۳) میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح یہ ابوداؤد (۱۷۳۹) میں بھی ہے مگر اس میں صرف "ذاتِ عرق" کا ذکر ہے اس حدیث کے کئی شواہد بھی ہیں جن سے اس کو تقویت ملتی ہے ملاحظہ ہو "تلخیص الحبیر (۲/ ۲۲۹)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ ذوالحلیفہ : یہ مدینہ منورہ کے لوگوں یا اس راستہ سے مکہ مکرمہ جانے والے حجاج کا میقات ہے جو آج کل "بئرِ علی" کے نام سے معروف ہے یہ مدینہ طیبہ سے پانچ میل باہر مکہ مکرمہ کی طرف اور مکہ مکرمہ سے دس مراحل یا اسّی[۸۰] فرسخ یا دو سَو چالیس[۲۴۰] میل یا چار سو تیئس[۴۲۳] کلومیٹر دُور ہے۔

۲۔ جُحفہ : یہ شام اور مصر وغیرہ سے آنے والے حجاج کا میقات ہے۔ آج کل یہ جگہ تو ویران ہو چکی ہے اور لوگ اس کے قریبی مقام "رابغ" سے احرام باندھتے ہیں جو مکہ مکرمہ سے پانچ مراحل یا چالیس[۴۰] فرسخ یا ایک سَو بیس[۱۲۰] میل یا دو سو ایک[۲۰۱] کلومیٹر ہے۔ شام و مصر کے علاوہ اندلس، الجزائر، لیبیا، روم اور مراکش وغیرہ کی طرف سے آنے والے لوگوں کا بھی یہی میقات ہے۔

۳۔ قرن المنازل : یہ اس مقام کا قدیم و معروف نام ہے جسے صرف قرن بھی کہا گیا ہے آج کل اس جگہ کو "السیل الکبیر" کہا جاتا ہے۔ یہ نجد حجاز اور خلیجی ممالک سے خشکی کے راستے جانے والے عازمینِ حج و عمرہ کا میقات ہے اسی جگہ کا ایک اور نام "وادی محرم" بھی ہے اور یہ مکہ مکرمہ سے دو مراحل یا سولہ[۱۶] فرسخ یا اڑتالیس[۴۸] میل یا اسّی[۸۰] کلومیٹر دُور ہے۔

۴۔ یلملم : اس نام کے میقات والی جگہ آج کل "سعدیہ" کے نام سے معروف ہے یہ بھی مکہ شریف سے اتنی ہی دوری پہ واقع ہے جتنی دوری پہ "قرن المنازل" ہے۔ یلملم یا سعدیہ سے اہلِ یمن، جنوبی انڈونیشیا، چین، جاوہ انڈیا اور پاکستان سے جانے والے لوگ احرام باندھتے ہیں۔

۵۔ ذاتِ عرق : یہ مقام مکہ مکرمہ سے مسافت کے لحاظ سے یلملم اور قرن المنازل کے مساوی ہے۔ یہ عراق، ایران اور شمال مشرق سے بغداد اور حائل کے راستے آنے والے حجاج کا میقات ہے۔ ان پانچوں مقامات کے بارے میں مزید تفصیلات فتح الباری ۳/۳۸۴ ـ ۳۹۱، الفتح الربانی ۱۱/ ۵. او مابعد المرعاۃ شرح المشکوٰۃ مولانا عبیداللہ رحمانی ۲۲۲/۹ و مابعد، اور مناسک الحج والعمرہ شیخ البانی، ارشاد السالک۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الی احکام المناسک للقاضی احمد بن حجر آل بوطامی، قطر، فقہ السنہ سید سابق اور فقہ السنہ اردو از مولانا محمد عاصم الحداد جلد دوم میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

احرام کے بغیر؟: مذکورہ پانچوں مقامات ان لوگوں کے لیے مواقیت (جائے احرام) ہیں جو ان مقامات کے باشندے ہوں یا پھر ان راستوں سے گزر کر مکہ مکرمہ کی طرف آرہے ہوں اور حج و عمرہ کا ارادہ بھی رکھتے ہوں اور عازمین حج و عمرہ میں سے اگر کوئی شخص میقات سے احرام باندھے بغیر گزر گیا اور آگے کہیں جا کر احرام باندھا تو اس کا حج تو صحیح ہوگا البتہ اُسے فدیہ کے طور پر ایک بکرا ذبح کرنا پڑے گا۔ (الفتح الربانی ۱۱؍۱۱۳ والمرعاۃ ۶؍۲۳۶) اور اگر کوئی شخص کسی ذاتی غرض مثلاً تجارت، سیر و سیاحت یا علاج معالجہ کی نیت سے آرہا ہو اور حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو تو اس کے لیے ان مواقیت سے احرام باندھنا ضروری نہیں کیونکہ مواقیت کے سلسلہ کی پہلی پہلی احادیث میں۔ لمن کان یرید الحج والعمرۃ۔ کے الفاظ شاہد ہیں۔

اور جو لوگ حدودِ مواقیت کے اندر رہتے ہوں، وہ مقامی باشندے ہوں یا آفاقی ہوں اور یہاں رہائش پذیر ہو گئے ہوں ان کا بھی حج کے احرام کے لیے کسی میقات پر جانا ضروری نہیں ہے۔ پہلی مرتبہ عمرہ کے وقت چونکہ وہاں سے گزرتے ہوئے وہ احرام باندھ کر داخل ہوئے تھے لہٰذا اب وہ اپنی رہائش گاہوں سے ہی یا جہاں بھی وہ مقیم ہوں وہیں سے احرام باندھ لیں۔ جیسا کہ احادیث مواقیت کے سلسلہ کی اول الذکر حدیث کے الفاظ۔ فمن کان دونھن فمھلّہ من اھلہ وکذاک وکذاک حتی اھل مکۃ یھلّون منھا۔ شاہد ہیں کہ جو لوگ ان مواقیت کے اندر (مکہ مکرمہ کی جانب) ہیں وہ اپنے گھروں سے ہی احرام باندھ لیں۔

عمرۂ تنعیم: البتہ عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ میں مقیم لوگوں کو بھی حدودِ حرم سے باہر تنعیم یا جعرانہ سے احرام باندھ کر جانا چاہیئے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عمرہ کا واقعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر وہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئیں اور طواف عمرہ یا قدوم سے پہلے ہی راستہ میں ایک مقام (سرف) پر حائضہ ہوگئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق وہ تمام مناسک ادا کرتی رہیں حتیٰ کہ جب وہ انقطاع حیض کے بعد غسل کر کے طواف افاضہ بھی کر چکیں تو انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ سب لوگ حج اور عمرہ کر کے لوٹ رہے ہیں۔ کیا میں صرف حج کر کے ہی لوٹ جاؤں گی؟ یعنی میں طواف عمرہ تو کر ہی نہیں سکی تھی۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن ـــــ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ وہ انھیں تنعیم لے جائیں اور وہاں سے (احرام باندھ کر) عمرہ کرائیں۔ اس طرح انھوں نے حج کے بعد ماہ ذوالحج میں عمرہ کیا [٦٤]

اس سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں مقیم کوئی شخص اگر عمرہ کرنا چاہے تو وہ حدودِ حرم سے باہر تنعیم یا جعرانہ وغیرہ کسی قریبی جگہ سے احرام باندھ کر آئے اور فاکہی کے حوالے سے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ تنعیم مکہ مکرمہ سے باہر مدینہ طیبہ کی طرف چار میل کے فاصلہ پر ہے [لتفصیل عمرۃ التنعیم فتح الباری ۳/ ٦٠٦ تا ٦٠٨]

چھوٹا عمرہ، بڑا عمرہ؟ یہیں اس بات کی وضاحت بھی کر دیں کہ حرم کے قریب کرائے کی گاڑیوں والے کاروباری ڈرائیور لوگ یہ آوازیں لگاتے سنائی دیتے ہیں چھوٹا عمرہ، بڑا عمرہ، اور ہمارے لوگ ان کے ساتھ سوار ہو کر بار بار عمرہ کرتے رہتے ہیں اور اپنے عزیز و اقارب کی طرف سے درجنوں عمرے کرتے ہیں حالانکہ ان کے اس فعل کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں۔ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کے مجموع فتاویٰ میں لکھا ہے:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے

---

[٦٤] اس حدیث کو بخاری [۳/ ۸۴۱] مسلم [۸/ ۱۵۸] ترمذی [۹۳۴] ابن ماجہ (۲۹۹۹) دارمی [۲/ ۵۲] اور احمد [۱/ ۹۷] نے روایت کیا ہے۔

04744

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ مکہ سے نکل کر عمرہ نہیں کیا کرتے تھے سوائے عمرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مکہ مکرمہ میں مقیم ہوتے تو بکثرت طواف کیا کرتے تھے اور مکی عمرہ (چھوٹے عمرے یا بڑے عمرے) سے طواف کی کثرت ہی افضل ہے۔ اور چھوٹے اور بڑے عمرے کی بابت موصوف لکھتے ہیں کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد یہ لوگ جو ماہ ذوالحج میں بکثرت عمرے کرتے ہیں سلف صالحین ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔

اور آگے لکھا ہے کہ حج کے بعد عمرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور اس پر تمام علمائے اُمّت کا اتفاق ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی صحابی نے بھی نہیں کیا اور نہ ہی خلفائے راشدین ایسا کیا کرتے تھے۔ اور عمرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں انھوں نے علماء کا قول نقل کیا ہے کہ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمرہ محض ان کی تطییب خاطر کے لیے کرایا تھا کہ ان کے دل میں تشنگی نہ رہے کہ میں نے حج کے ساتھ دوسرے صحابہ وصحابیات کی طرح عمرہ نہیں کیا۔ (ملخصاً از مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۲۶/ ۲۶۴ - ۲۶۸ طبع حکومت سعودیہ)۔

اس تفصیل سے ہمارے لوگوں کے ان چھوٹے اور بڑے عمروں کا لا اصل ہونا ثابت ہوگیا لہٰذا کوشش یہ کرنی چاہیے کہ قیام مکہ کے دوران بکثرت طواف کیا جائے نہ کہ عمرے۔

ایک ضروری وضاحت: مواقیت سے متعلق ہی ایک ضروری بات یہ ہے کہ پاک و ہند وغیرہ سے جو عازمین حج و عمرہ ہوائی جہاز کے ذریعہ جارہے ہوں۔ انھیں چاہیے کہ جہاز پر سوار ہونے سے قبل ہی احرام کی چادریں باندھ لیں اور عورتیں بھی احرام کے کپڑے پہن لیں مگر ابھی حج و عمرہ میں سے کسی کی نیت نہ کریں اور نہ ہی لبیک پکاریں۔ اور جب تک وہ لبیک نہیں پکاریں گے ان پر احرام کی پابندیاں لازم نہیں ہوں گی۔ پھر جب جہاز کا عملہ بتائے کہ ہم میقات سے گزرنے والے ہیں تو فوراً دل میں نیت کرلیں اور لبیک پکارنا شروع کردیں۔

ہوائی مسافروں کے لیے جدہ میں اُتر کر احرام باندھنا جائز نہیں کیونکہ ان کا جہاز میقات سے گزر کر جدہ جاتا ہے۔ اس موضوع پر امور حرمین شریفین کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رئیس اور سعودی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس شیخ محمد بن عبداللہ بن حمید رحمہ کا ایک مستقل رسالہ "تنبیہات علی اَنّ جدۃ لیست میقاتاً" ہے جو کہ انتہائی دقیع اور مدلل ہے۔ اور اسے جناب بشیر انصاری صاحب مدیر اعلیٰ ہفت روزہ "الاسلام" (لاہور) نے مولانا سیف الرحمٰن الفلاح (اوکاڑہ) سے اردو ترجمہ کروا کر اپنی ضیاء الاسلام اکادمی (گوجرانوالہ) کی طرف سے شائع کیا ہے۔

اور علامہ عبیداللہ رحمانی نے مشکوٰۃ شریف کی بے مثال شرح مرعاۃ المفاتیح میں بڑے تحقیقی اور تفصیلی انداز سے ثابت کیا ہے کہ پاک و ہند کے بحری جہاز کے ذریعہ سفر کر کے جانے والے عازمینِ حج و عمرہ کے لیے جدہ میں اُتر کر احرام باندھنے کی گنجائش ہے کیونکہ ان کے جہاز عہدِ قدیم کی طرح اب یمن کی کسی بندرگاہ پر نہیں رُکتے کہ وہاں سے وہ خشکی کے راستے یلملم سے احرام باندھ کر آئیں اور نہ ہی ان کا جہاز یلملم کے "محاذاۃ" (برابر) سے گزرتا ہے۔ البتہ ان کے نزدیک بھی جمہور اہل علم کے اس مسلک کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ میقات سے قبل احرام باندھنا جائز ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بحری جہاز کے عملہ کے اس اعلان کے ساتھ کہ "ہم جبل یلملم" کے محاذاۃ (برابر) سے گزر رہے ہیں۔ احرام باندھ لیتا ہے تو بھی جائز ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے المرعاۃ ۲۳۵/۶ ـ ۲۳۸ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخوپورہ، پاکستان)

احرام باندھنے کا طریقہ

اگر کوئی شخص حج کے مہینوں کے علاوہ مثلاً ماہ شعبان یا رمضان المبارک وغیرہ میں میقات پر پہنچے تو وہ صرف عمرے کا احرام باندھ سکتا ہے لیکن اگر وہ موسمِ حج میں آئے تو اس کے لیے صرف عمرہ[1]، صرف حج[2] یا حج و عمرہ[3] کا، تینوں طرح کے احرام میں سے کسی بھی ایک کا احرام باندھنا ہے۔ (التحقیق والایضاح لابن باز ص۲۰)

غسل کرنا: احرام باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ضرورت ہو تو ناخن تراشے جائیں اور غیر ضروری بال صاف کیے جائیں اور پھر مسنون طریقہ سے غسل کیا جائے حتیٰ کہ حیض و نفاس اور چھوٹے بچے والی عورتیں بھی غسل کریں کیونکہ احرام کا یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غسل سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ صحیح مسلم سنن اربعہ دارقطنی اور مسند احمد میں حضرتِ جابر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں ہے:

.... حتی اتینا ذا الحلیفۃ فولدت اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر فارسلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف اصنع؟ قال: اغتسلی واستثفری بثوب واحرمی [۶۵]

جب ہم ذوالحلیفہ کے مقام پہ پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیج کر استفسار کیا کہ وہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: غسل کرو اور شرمگاہ پہ کپڑا باندھ لو اور احرام باندھ لو

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[۶۶] انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اغتسل لاحرامہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے لیے غسل فرمایا تھا۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

نفست اسماء بنت عمیس بمحمد بن ابی بکر بالشجرۃ فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر یامرھا ان تغتسل وتھل۔ [۶۷]

۶۵: یہ حدیث جابر مسلم وغیرہ میں ہے اور اس کی مفصل تخریج نمبر ۱۹ میں آئے گی۔

۶۶: اس حدیث کو ترمذی (۸۳۰) دارمی (۳۱/۲) ابن خزیمہ (۲۵۹۵) دارقطنی (۲۲۰/۲) اور بیہقی (۳۲/۵) نے روایت کیا ہے اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے ۶۷: اس حدیث کو مسلم (۱۲۳/۸، ۱۳۴) ابوداؤد (۱۷۴۳) نسائی (۱۲۷/۵ - ۱۲۸) اور ابن ماجہ (۲۹۱۱) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شجرہ کے مقام پر (جو ذوالحلیفہ کے پاس ہی ہے) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بچے محمد کو جنم دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہو کہ غسل کر لے اور احرام باندھ لے۔

اس حدیث پر امام نووی رحمۃ اللہ نے اپنی شرح مسلم میں یہ باب قائم کیا ہے: باب احرام النفساء واستحباب اغتسالها للاحرام وكذا الحائض (شرح نووی علی صحیح مسلم ۸/۱۳۳ طبع دار الفکر بیروت) نفاس والی عورتوں کے احرام باندھنے اور احرام کے لیے اس کے غسل کرنے کے مستحب ہونے اور اسی کی طرح ہی حائضہ عورت کے احرام کے لیے غسل کرنے کے مستحب ہونے کا بیان۔ ان احادیث اور مذکورہ باب سے بات واضح ہو گئی کہ حیض و نفاس والی عورتوں کو بھی احرام باندھنے سے پہلے غسل کر لینا چاہیے۔ امام شافعی مالک ابو حنیفہ اور جمہور اہل علم کے نزدیک حیض و نفاس والی عورت کا احرام کے لیے غسل کرنا مستحب ہے جبکہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ اور اہلِ ظاہر کے نزدیک واجب ہے (حوالہ بالا) مگر اس سلسلہ میں جمہور کا مسلک ہی زیادہ صحیح ہے کہ یہ غسل احرام مسنون و مستحب ہے۔

اور عام حالات میں اگر کسی وجہ سے میقات پر کوئی مجبوری پیش آ جائے اور غسل کرنا ممکن نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ [للتفصیل الفتح الربانی ۱۱/۱۲۳ - ۱۳۱]

مردوں کا خوشبو لگانا

غسل سے فارغ ہو کر مردوں کے لیے بدن کو ہر قسم کی خوشبو لگانا جائز ہے چاہے اس کا اثر بعد میں تادیر کیوں نہ رہے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: كنت اطيب رسول الله صلى الله عليه وسلم باطيب ما اقدر عليه قبل ان يحرم ثم يحرم[٦٨]

---

٦٨ اس حدیث کو بخاری (۵۹۲۸) "اللباس" مسلم (۸/۱۰۰) نسائی (۵/۱۳۸) اور دارمی ۲/۳۲ نے عثمان ابن عروہ کے طریق سے اور عثمان نے اپنے باپ عروہ کے واسطے سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حسب مقدور سب سے عمدہ خوشبو لگایا کرتی تھی اور پھر اس کے بعد آپ احرام باندھتے تھے۔

اور دوسری روایت یوں ہے:

طيبت رسول الله صلى الله عليه وسلم لحرمه حين احرم ولحله قبل ان يفيض باطيب ما وجدت [٦٩]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھنے سے قبل اور احرام اتارنے کے بعد طواف افاضہ کرنے سے پہلے سب سے عمدہ خوشبو لگائی۔

شرح مسلم میں امام نووی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ احرام باندھنے سے قبل خوشبو لگانا مستحب ہے اور اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ اس کا اثر احرام باندھنے کے بعد بھی تادیر رہے گا۔ ہاں احرام باندھنے کے بعد از سر نو خوشبو لگانا حرام ہے۔ ہمارا، صحابہ و تابعین میں سے خلق کثیر کا اور جمہور محدثین کا یہی مسلک ہے جن میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص، ابن عباس، ابن زبیر، معاویہ، عائشہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہم اور امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری ابو یوسف احمد ابن حنبل اور داؤد رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ [للتفصیل شرح نووی ۸/۹۸-۹۹]

احرام کے کپڑے پہننا: غسل کر کے خوشبو لگا لینے کے بعد مردوں کے لیے دو چادریں میں احرام باندھنا ضروری ہے جس میں سے ایک تہبند کے طور پر اور ایک اوپر کے لیے ہوگی اور مستحب یہ ہے کہ یہ چادریں سفید ہوں اور عورتیں اپنے معمول کے کپڑے پہن لیں جو مکمل ساتر اور باپردہ ہوں البتہ چہرہ پر نقاب نہ باندھیں اور نہ ہی دستانے پہنیں۔ ان امور کے دلائل پر مبنی احادیث محرمات احرام کے ضمن میں آ رہی ہیں۔ مرد اپنے سروں کو ننگا رکھیں گے مگر عورتوں کا اپنے سروں کو کھلا

---

[٦٩] ان الفاظ سے اس روایت کو مسلم (۸/۱۰۰) نے عمرۃ بنت عبدالرحمٰن کے واسطے سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسرے مختلف لفظوں اور سیاقوں سے بھی مروی ہے ملاحظہ ہو بخاری (۱۵۳۹، ۱۷۵۴، ۵۹۲۲، ۵۹۳۰) مسلم، ابوداؤد، ترمذی (۹۱۷) نسائی، ابن ماجہ (۲۹۲۶، ۳۰۴۲) دارقطنی (۲/۲۳۲) مسند طیالسی (۱/۲۰۸) اور مسند احمد (۶/۱۰۶، ۱۸۱، ۱۸۶، ۱۹۲، ۲۰۰، ۲۰۷، ۲۱۴، ۲۱۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنا جائز نہیں۔ نگاہیں نیچی رکھیں اور غیر مردوں کے سامنے آجانے کی شکل میں سر کی چادر سرکا کر پردے کے آداب کو بھی ممکن حد تک ملحوظ رکھیں۔ جیسا کہ ابوداؤد وابن ماجہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم محرمات، فاذا جاوزوا بنا سدلت إحدانا جلبابها من رأسها على وجهها فاذا جاوزونا كشفناه.[1]

سوار لوگ ہمارے پاس سے گزرتے جبکہ ہم احرام کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ جب وہ ہمارے برابر [قریب] آئے تو ہم اپنے سر کی چادر سرکا کر اپنے چہرے پر ڈال لیتیں۔ اور جب وہ گزر جاتے تو ہم اپنے چہروں کو کھول لیتیں۔

مرد ایسا جوتا پہنیں جو ٹخنوں کو نہ ڈھانپے البتہ عورتوں کے لیے کون سا بھی جوتا جائز ہے۔

نمازِ احرام: اب احرام کی نیت کرنے اور تلبیہ [لبیک اللّٰھم لبیک] کہنے کا آغاز کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لیں۔ کیوں کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] اس کو ابوداؤد (۱۸۳۳) ابن ماجہ (۲۹۳۵) ابن الجارود (۴۱۸) ابن خزیمۃ (۲۶۹۱) دارقطنی (۲/ ۲۹۴-۲۹۵) بیہقی (۵/ ۴۸) اور احمد (۶/ ۳۰) نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے ضعیف ہے مگر درج ذیل شواہد سے اس کو تقویت پہنچتی ہے فاطمہ بنت المنذر کے واسطے سے ابن خزیمۃ (۲۶۹۰) اور حاکم (۱/ ۴۵۴) نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ہم مردوں سے اپنے چہروں کا پردہ کیا کرتی تھیں۔ اس کو ابن خزیمۃ حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ مالک (۱/ ۳۲۸) نے بسند صحیح انہی فاطمہ بنت المنذر سے روایت کی ہے کہتی ہیں "ہم بحالت احرام پردہ کیا کرتی تھیں اور ہم اسماء بنت ابی بکر صدیق کے ساتھ ہوتیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرکع بذی الحلیفۃ رکعتین ثمّ اذا استوت بہ الناقۃ قائمۃ عند مسجد ذی الحلیفۃ اھلّ .... [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ کے مقام پر دو رکعتیں پڑھتے اور اونٹنی پر سوار ہوتے۔ جب وہ سیدھی کھڑی ہو جاتی تو مسجد ذوالحلیفہ کے پاس ہی تلبیہ شروع کر دیتے تھے۔

اس حدیث کی بناء پر احرام باندھنے اور تلبیہ کہنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کو مستحب قرار دیا گیا ہے اور یہ دو رکعتیں نفلی ہوں گی۔ جمہور علماء مذاہب کا یہی مسلک ہے۔ اور یہ دو رکعتیں مسنون (نفلی و سنت) ہیں۔ اگر کوئی پڑھ لے تو ثواب و فضیلت ہے اور اگر کسی وجہ سے نہ پڑھ سکے تو کوئی گناہ یا ذم نہیں ہے۔ [شرح مسلم نووی ۸/۹۲-۹۳]
اور اگر کسی فرض نماز کا وقت ہو تو وہی نماز کافی ہے۔ پھر الگ سے دو رکعتیں پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور دیگر کبار علماء کی تحقیق کے مطابق احرام کے لیے کوئی مخصوص نماز نہیں ہے، فرض، اشراق یا ضحیٰ یا تحیۃ الوضوء پڑھ لی جائے تو وہی کفایت کر جاتی ہے۔ اور حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز کے بعد ہی احرام باندھا تھا۔ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۰۹/۲۶-۱۰۸ [ارشاد السالک الی احکام المناسک علامہ احمد بن حجرآل قطرص ۲۸ مترجم اردو از مولانا مختار احمد ندوی]

اس نماز سے جب فارغ ہو جائیں تو دل میں نیت کریں اور تلبیہ پکارنا شروع کر دیں۔ یہاں اب آپ کو اختیار ہے کہ حج کی تینوں اقسام میں سے جس کا چاہیں احرام باندھیں اور اسی کے حساب سے تلبیہ کے آغاز میں قبلہ رو ہو کر،

---

[1] بخاری (۱۵۵۴) مسلم (۸/۸۹) ابوداؤد (۱۷۷۰) میں ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت سے فراغت کے بعد حج کے لیے تلبیہ کہا۔ مگر اس حدیث کی سند خصیف بن عبدالرحمٰن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر حج تمتع کرنا ہے تو لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ عُمْرَةً کہیں،
اگر حج قران کرنا ہے تو لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ حَجًّا وَعُمْرَةً کہیں،
اور اگر حج منفرد کرنا ہو تو لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ حَجًّا کہیں اور ساتھ ہی تلبیہ کہنا شروع کردیں۔

اقسامِ حج

یہاں حج کی مذکورہ تینوں قسموں کو الگ الگ ذرا اچھی سمجھ لیں تاکہ آپ کو تعیین میں یہ آسانی رہے کہ آپ کونسا حج کرنا اختیار کر رہے ہیں۔

۱۔ حجِ تمتع: اقسامِ حج میں سے "حجِ تمتع" یہ ہوتا ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھیں اور تلبیہ شروع کرنے سے پہلے ایک مرتبہ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ عُمْرَةً کہہ لیں۔ اور پھر تلبیہ کہتے جائیں۔ اور مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ شریف کا طواف کریں، مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے پاس دو رکعتیں نماز پڑھیں۔ اس کے بعد صفا و مروہ کے مابین سعی کر کے بال کٹوائیں اور احرام کھول دیں۔ اب معمول کا لباس پہن لیں اور معمول کے مطابق زندگی گزاریں، آپ پر احرام کی پابندیوں میں سے کوئی چیز لازم نہیں رہی پھر یوم ترویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھیں اور مناسکِ حج ادا کریں۔

۲۔ حجِ قران: یہ حج کی دوسری قسم ہے اور "حجِ قران" یہ ہوتا ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھا جاتا ہے اور مکہ پہنچ کر عمرہ کیا جاتا ہے لیکن طواف و سعی سے فارغ ہو چکنے کے باوجود حجِ قران کرنے والا نہ تو احرام کھول سکتا ہے اور نہ ہی اس سے احرام کی پابندیاں زائل ہوں گی بلکہ وہ احرام کی حالت میں ہی رہے گا اور اسی حالت میں یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کو منیٰ چلا جائے گا اور حج کے تمام مناسک ادا کرنے کے بعد ہی احرام کھولے گا۔

۳۔ حجِ منفرد: اور حج کی تیسری قسم ہے "حجِ مفرد" اور حجِ مفرد یہ ہوتا ہے کہ میقات سے صرف حج کی نیت کر کے احرام باندھا، مکہ مکرمہ جاکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طوافِ قدوم اور سعی کی مگر احرام نہ کھولا بلکہ اسی طرح سیدھے منیٰ چلے گئے اور تمام مناسک پورے کر کے احرام کھول دیا۔ یہ "حجِ مفرد" کرنے والے حجاج پر قربانی واجب نہیں ہے جبکہ دوسری دونوں قسموں کا حج کرنے والوں پر قربانی واجب ہے اور یہ تینوں قسمیں ہی تمام آئمہ کرام کے نزدیک صحیح ہیں۔ [الفتح الربانی ١١/٩٥]

البتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک حجِ قران اور حجِ تمتّع اہلِ حرم و اہلِ مکّہ کے لیے نہیں ہے اور ان کا استدلال سورۃ بقرہ کی آیت ١٩٦ کے ان الفاظ سے ہے:

وَذَالِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

(البقرہ: ١٩٦)

اور یہ رعایت ان لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر مسجدِ حرام کے قریب نہ ہوں۔

اور اس آیت سے استدلال یوں کیا گیا ہے کہ اس آیت میں تمتّع کرنے کے لیے قربانی واجب قرار دی گئی ہے اور قربانی کی طاقت نہ ہونے کی شکل میں روزے بتائے گئے ہیں اور یہ رعایت اہلِ حرم کے لیے نہیں ہے لہٰذا حجِ تمتّع اہلِ حرم کے لیے نہ ہوا۔ اور چونکہ حجِ قران میں بھی قربانی واجب ہے اور طاقت نہ ہونے کی شکل میں دس روزے ہیں تین وہاں اور سات واپس وطن لوٹ کر۔ اور یہ رعایت بھی اہلِ حرم کے لیے نہیں ہے۔ تو گویا حجِ قران و حجِ تمتّع اہلِ حرم کے لیے نہ ہوئے اور ان کا کہنا ہے کہ اہلِ حرم حجِ مفرد کریں اور مفرد ہی عمرہ بھی کریں۔ جبکہ امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک اہلِ مکّہ و حرم بھی حجِ قران و حجِ تمتّع بھی بلا کراہت کر سکتے ہیں اور اس پر کوئی فدیہ اور مضائقہ نہیں ہے۔

[فقہ السنہ سید سابق ١/٦٥٩ طبع دار الکتاب العربی، بیروت]

حجِ مفرد عام طور پر سعودیہ و حجازِ مقدس کے باشندوں اور خصوصاً اہلِ حرم و اہلِ مکّہ کے لیے آسان ہے کہ یومِ ترویہ (٨ ذوالحج) کی صبح کو احرام باندھا۔ عمرہ کرنے کا موقع ملا تو کر لیا ورنہ سیدھے منیٰ چلے گئے اور مناسک حج ادا کر لیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر پہلے عمرہ نہ کر پایا ہو تو کبھی بعد میں کر لیا اور پھر اس حجِ سفر دمیں قربانی بھی واجب نہیں۔

افضل حج : حج کی مذکورہ تینوں اقسام میں سے جائز تو تینوں ہی ہیں اور آسان ترین حجِ مفرد مگر افضل ترین قسم "حجِ تمتّع" ہے۔ بشرطیکہ کعبہ شریف کی طرف جاتے وقت قربانی کا جانور ساتھ نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص قربانی کا جانور ساتھ لایا ہو تو اس کے لیے حجِ قران بہتر ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر قربانی ساتھ لائے تھے اور آپ نے اسی بناء پر قران کیا تھا لیکن اس پر افسوس کا اظہار فرمایا کہ جو بات مجھے اب معلوم ہوئی ہے اگر اس کا علم پہلے ہو جاتا تو میں اپنے ہمراہ قربانی نہ لاتا اور عمرہ کر کے احرام کھول لیتا اور حجِ تمتّع ہی کرتا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم اور ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ۴۲

لو استقبلت من امری ما استدبرت لم اسق الھدی

جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی ہے وہ اگر پہلے معلوم ہو جاتی تو اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا۔

اور جن صحابہ کرام کے پاس قربانی کے جانور بھی نہیں تھے اور انھوں نے حجِ قران کی نیّت سے احرام باندھ لیے تھے انھیں آپ نے حکم فرمایا کہ وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں اور قران کی نیّت کو فسخ کر کے تمتّع کی نیّت کر لیں اس پر صحابہ کرام نے ایسے ہی کیا جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

۴۲۔ اس حدیث کو بخاری (۲۲۹ ۷) "کتاب التمنّی" مسلم (۸/ ۱۵۴ - ۱۵۵) ابوداؤد (۱۷۸۴) ابن خزیمۃ (۲۶۰۶) بیہقی (۵/ ۱۹) اور طیالسی (۱/ ۲۱۸) نے روایت کیا ہے۔ یہی بات جابر، انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث میں بھی ہے۔ (۱) حدیث جابر کو بخاری (۱۵۶۸) اور مسلم (۸/ ۱۶۳) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (۲) حدیث انس کو بھی بخاری (۱۵۵۸) (۱۶۵۱) اور مسلم (۸/ ۲۳۳) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔
(۳) حدیث ابن عباس مسند احمد (۱/ ۲۵۳، ۲۵۹) میں ہے مگر یہ سنداً ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور یہ ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فحللنا وسمعنا واطعنا ۴۳

ہم نے سمع وطاعت کا مظاہرہ کیا اور احرام کھول لیے۔

اور بعض صحابہ نے آپ کے اس ارشاد کو مشورہ سمجھتے ہوئے اپنے احرام نہیں کھولے تھے جن پر آپ سخت ناراض ہوئے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاربع مرضین او خمس، فدخل علیّ وھو غضبان. فقلت: من اغضبک یارسول اللہ، ادخلہ اللہ النار؟ قال: اَوشعرتِ، انّی امرتُ الناسَ بامرٍ فاذا ھم یتردّدون، ولوانّی استقبلت من امری ما استدبرت ماسقت الھدی حتی کما حلّوا. ۴۴

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار یا پانچ ذوالحج کو تشریف لائے اور بڑے غصے کی حالت میں میرے پاس آئے، میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، آپ کو کس نے ناراض کیا ہے؟ اللہ اسے آگ میں داخل کرے۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ میں نے لوگوں کو ایک حکم دیا۔ مگر وہ اس کی تعمیل میں تردّد کر رہے ہیں۔ اور اگر جو چیز مجھے اب معلوم ہوئی ہے وہ پہلے معلوم ہو جاتی تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا بلکہ یہاں سے خریدتا اور عمرہ کر کے احرام کھول دیتا۔ جیسے دوسرے لوگوں (تمتع کرنے والوں) نے کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے "حج تمتع" کی تمنا کرنے اور جن صحابہ کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے انھیں عمرہ کر کے احرام کھول دینے اور حج قران کی نیت فسخ کر کے حج تمتع میں

۴۳: یہ الفاظ مسلم (۸/۱۶۳) اور بیہقی (۴/۳۳۸) میں ہیں۔

۴۴: اس حدیث کو مسلم (۸/۱۵۴-۱۵۵) اسی طرح ابن خزیمہ (۲۶۰۶) بیہقی (۵/۱۹) طیالسی (۱/۲۱۸) اور احمد (۶/۱۷۵) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدل لینے کا حکم دینے کے پیشِ نظر کثیر اہلِ علم نے "حجِ تمتّع" کو افضل قرار دیا ہے۔

[للتفصیل نیل الاوطار ۲/۴/ ۳۱۰ - ۳۱۴ الفتح الربانی ۱۱/ ۹۵-۹۹]

ویسے بھی آج کل پاک و ہند، ان خلیجی ممالک یا عالمِ اسلام بلکہ پوری دُنیا سے آنے والے عازمینِ حج و عمرہ میں سے شاید ہی کوئی قربانی کا جانور ساتھ لاتا ہے یہاں تک کہ جو لا سکتے ہیں وہ بھی نہیں لاتے۔ ایسی صورت میں حجِ تمتّع ہی افضل ہے اور آسانی بھی کہ مکّہ مکرمہ پہنچیں، عمرہ کریں اور احرام کھول دیں اور احرام کی تمام پابندیوں سے آزاد ہو کر معمول کی زندگی گزاریں۔ عبادتِ الٰہی میں مشغول رہیں اور پھر یومِ ترویہ (۸ ذوالحج) کو حج کا احرام باندھیں اور مناسکِ حج پورے کر کے دس ذوالحج احرام کھول دیں۔ پھر ایامِ تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحج) کی رمی سے فارغ ہونے کے ساتھ ہی آپ کا حج مکمل ہو گیا۔

اور یہ حج کرنے والے پر قربانی واجب ہے جس کی دلیل سورۃ بقرہ کی آیت ۱۹۶ میں مذکور یہ ارشادِ الٰہی ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ، تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ، ذَٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ○ [البقرہ : ۱۹۶]

جو شخص حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اُٹھائے (حجِ تمتّع کرے) وہ حسبِ مقدور قربانی دے اور اگر قربانی میسّر نہ ہو تو تین روز سے حج کے زمانہ میں اور سات روز سے گھر پہنچ کر، اس طرح پورے دس روز سے رکھ لے۔ یہ رعایت ان لوگوں کے لیے ہے جن کے اہلِ خانہ مسجدِ حرام کے قریب نہ ہوں، اللہ کے ان احکام کی خلاف ورزی سے بچو اور خوب جان لو کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

تلبیہ

یہاں تک تو میقات پر پیش آنے والی صورتِ حال کے بارے میں احکام و مسائل تھے اب آپ کو اختیار ہے کہ اپنے مناسبِ حال حج کی کسی ایک قسم کی نیت کریں اور تلبیہ کہنا شروع کر دیں۔ ویسے موجودہ حالات میں زیادہ تر لوگ حج تمتع ہی کرتے ہیں اور قربانی کا جانور ساتھ نہ ہونے کی شکل میں افضل بھی یہی ہے لہٰذا اس کے لیے میقات پر صرف عمرہ کی نیت لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ عُمْرَۃً کہیں اور تلبیہ کہنے لگیں۔

مسنون تلبیہ: تلبیہ کے مسنون الفاظ کے بارے میں صحیحین، سنن اربعہ، بیہقی، موطا امام مالک، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تلبیہ کہتے ہوئے سنا:

لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ، لَبَّیْکَ،

میں حاضر ہوں، اے میرے رب! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکُ، لَا شَرِیْکَ لَکَ [۷۵]

بے شک ہر قسم کی تعریف اور تمام نعمتیں تیرے ہی لیے ہیں اور ساری بادشاہی بھی، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

۷۵: موطأ (۱/۳۳۱) بخاری (۱۵۴۹) مسلم (۸/۸۷-۸۸) ابوداؤد (۱۸۱۲) ترمذی (۸۲۵، ۸۲۶) نسائی (۵/۱۶۰-۱۶۱) ابن ماجہ (۲۹۱۸) حاکم (۱/۴۵۰ مختصراً) بیہقی (۵/۴۴) احمد (۲/۲۸) اسی طرح اسکو دارمی (۲/۳۴) ابن الجارود (۴۳۳) ابن خزیمۃ (۲۶۲۱، ۲۶۲۲) طیالسی (۱/۲۱۱) اور ابویعلی (۵۸۰۴، ۵۸۱۵) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ الفاظ تمام عازمینِ حج و عمرہ کو خوب یاد کر لینے چاہئیں لیکن اگر کسی کو زیادہ بڑھاپے یا کسی وجہ سے یہ الفاظ یاد نہ ہو سکیں تو سنن نسائی ابن ماجہ بیہقی اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مختصر سا تلبیہ بھی مروی ہے جس کے صرف یہ تین ہی الفاظ ہیں :

لَبَّیْكَ اِلٰهَ الْحَقِّ، لَبَّیْكَ [٧٦]

میں حاضر ہوں اے معبودِ برحق، میں حاضر ہوں۔

جب کہ صحیح مسلم و ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مسنون تلبیہ کے ساتھ میں یہ الفاظ بھی کہا کرتے تھے، لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ بِیَدَیْكَ

میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں ۔ اور ہر قسم کی بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔

وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْكَ وَالْعَمَلُ [٧٧]

طلب و سوال تجھی سے کرتا ہوں اور عمل بھی تیرے لیے کرتا ہوں

اور مسند احمد و مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ تلبیہ کے ساتھ ساتھ ان الفاظ کا پڑھنا بھی مسنون ہے ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ [٧٨]

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے ۔

---

[٧٦] : نسائی (۵/۱۶۱) ابن ماجہ (۲۹۲۰) بیہقی (۵/۴۵) اور مستدرک حاکم (۱/۴۵۰) اسی طرح اس کو ابن خزیمۃ (۲۶۲۳، ۲۶۲۴) ابن حبان (۹۷۵ موارد) دار قطنی (۲/۲۲۵) طیالسی (۱/۲۱۱) احمد (۲/۳۴۱، ۳۵۲) ابو نعیم نے "حلیۃ الأولیاء" (۴۲/۹۰) میں ابن حزم نے بھی "المحلی" (۷/۹۴) میں روایت کیا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے اسکو ابن خزیمہ ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے ۔ [٧٧] : یہ الفاظ [٧٥] میں گزرنے والی حدیث ہی میں ہیں اوراسکا ذکر موطا مالک اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے ۔ [٧٨] : اس کو احمد (۱/۴۱۷) حاکم (۱/۴۶۱-۴۶۲) اسی طرح ابن خزیمۃ (۲۸۰۶) نے بھی روایت کیا ہے اس کو ابن خزیمۃ نے صحیح کہا ہے حاکم نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور اس کی سند اسی طرح ہی ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض یہ تمام الفاظ تلبیے میں شامل ہیں اور ان سبھی کو زبانی یاد کرنا اور بکثرت پڑھنا چاہیئے۔

آدابِ تلبیہ: مردوں کے لیے تو یہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا ضروری ہے مگر خواتین کو اجازت ہے کہ وہ اپنی آواز کو اس قدر دھیما و پست رکھیں کہ جسے وہ خود یا صرف ان کی ساتھی خواتین ہی سُن سکیں چنانچہ صحیح بخاری مسند احمد و طیالسی میں ہے: ابو عطیہ کہتے ہیں: میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رض کو یہ کہتے ہوئے سُنا:

انی لا علم کیف کانت تلبیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم سمعھا تلتی بعد ذلک، لبیک ..... [٧٩]

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ اچھی طرح جانتی ہوں۔ پھر میں نے انھیں یہ تلبیہ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے سُنا۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح مناسک میں لکھتے ہیں:

المرأۃ ترفع صوتھا بحیث تسمع رفیقاتھا و یستحب الا لتارمنھا عند اختلاف الاحوال

(بحوالہ مناسک الحج للالبانی ص[١٨])

عورت اسی قدر آواز سے تلبیہ کہے کہ اس کی ساتھی خواتین ہی سُن سکیں اور اختلافِ احوال میں بکثرت تلبیہ کہنا مستحب ہے۔

فضائلِ تلبیہ: بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ اپنے صحابہ کو بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا حکم دیں نیز اس کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے حتیٰ کہ اسے "شعائرِ حج" میں سے قرار دیا گیا ہے چنانچہ سنن ابن ماجہ صحیح ابن حبان مستدرک حاکم اور مسند احمد میں حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی

---

[٧٩] اس کو بخاری (١٥٥٠) بیہقی (٥/٤٤، ٤٥) طیالسی (١/٢١١) احمد (٦/٣٢، ١٠٠، ١٨١، ٢٣٢، ٢٤٣ نیز ٢٢٩) اور ابو یعلی (٤٦٧١) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتانی جبریل، فقال: یا محمد مر اصحابك فلیر فعوا اصواتھم بالتلبیۃ فانھا من شعائر الحج [۸]

میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے صحابہ کو حکم فرمائیں کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ کہیں، کیونکہ یہ شعائرِ حج میں سے ایک شعار ہے۔

اور اس تلبیہ کی فضیلت کا اندازہ ترمذی و ابن ماجہ، ابن خزیمہ و بیہقی اور مستدرک حاکم میں مذکور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

---

[۸]: یہ صحیح حدیث ہے اسکو زید بن خالد، ابوھریرۃ اور السائب بن خلاد رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے مگر درحقیقت یہ تینوں حدیثیں ایک ہی حدیث ہے کیونکہ ان سب کا مخرج ایک ہی ہے مگر اختلاف رواۃ کی وجہ سے یہ مختلف حدیثیں بن گئی ہیں۔ (۱). زید بن خالد کی حدیث کو ابن ماجہ ۲۹۲۳ ابن خزیمۃ (۲۶۲۸) ابن حبان (۹۷۴) حاکم (۴۵۰/۱) بیہقی (۴۲/۵) أحمد (۱۹۲/۵) اور عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" (۲۷۴) میں خلاد بن السائب کے واسطے سے زید بن خالد سے روایت کیا ہے۔ اس کو ابن خزیمۃ ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے مگر اس کی سند میں "المطلب بن عبداللہ" ہیں اور یہ بہت زیادہ تدلیس کرتے ہیں اور انھوں نے یہاں سماع یا تحدیث کی صراحت بھی نہیں کی ہے (۲) ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو احمد (۳۲۵/۲) ابن خزیمۃ ۲۶۳۰ حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند حدیث زید بن خالد والی ہی ہے مگر اس کے ایک راوی اسامہ بن زید لیثی نے زید بن خالد کی بجائے ابوھریرۃ کیا ہے نیز اس نے خلاد بن السائب کا واسطہ بھی حذف کردیا ہے۔ جبکہ پہلی حدیث کو سفیان ثوری بیان کرنے والے ہیں نیز صحیح ابن خزیمۃ (۲۶۲۹) میں اور "بیہقی" میں شعبۃ نے بھی اس حدیث کو ثوری ہی کی طرح زید بن خالد ہی سے روایت کیا ہے اور یہ تینوں ثقہ ہیں جبکہ اسامہ بن زید کو اوھام ہوتے ہیں لہٰذا ثقات کی مخالفت کی صورت میں اس کی حدیث معتبر نہیں ہے۔ (۳) السائب بن خلاد کی حدیث کو مالک (۳۳۴/۱) ابوداود (۱۸۱۴) نسائی (۱۶۲/۵) ترمذی (۸۲۹) ابن ماجہ ۲۹۲۲ ابن خزیمۃ حاکم اور بیہقی نے خلاد بن السائب کے واسطے سے ان کے باپ السائب بن خلاد سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے، ترمذی، ابن خزیمۃ حاکم اور نووی نے بھی "المجموع" (۲۲۵/۷) میں اس کو صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی نے مزید یہ بھی کہا کہ بعض نے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کو خلاد بن السائب کے واسطے سے خالد بن زید سے روایت کیا ہے مگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح وہی حدیث ہے جو خلاد بن السائب نے اپنے باپ السائب بن خلاد سے روایت کی ہے، حافظ ابن حجر نے "تلخیص" (۲/۲۳۹) میں یہی بات امام بیہقی سے بھی نقل کی ہے اسی طرح بوصیری نے بھی "مصباح الزجاجۃ" (۱۰۳۱) میں السائب بن خلاد کی حدیث کو ہی محفوظ کیا ہے۔ جبکہ امام حاکم نے ان سب اسانید کو صحیح کہا ہے مگر علامہ ذہبی ان کی اس تصحیح پر مطمئن نظر نہیں آتے۔

واضح رہے کہ حدیث السائب بن خلاد میں "فإنه من شعائر الحج" کے الفاظ نہیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما من ملبّ يُلبّي الّا لبّى ما عن يمينه وشماله من حجر او شجر او مدر حتى تنقطع الارض من هسا هنا وها هنا من يمينه وشماله. [۸۱]

کوئی تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں بائیں والے تمام پتھر، درخت اور مٹی بھی تلبیہ کہنے لگتے ہیں یہاں تک کہ اس کے دائیں بائیں سے زمین منقطع ہو جاتی ہے (یعنی وہ بھی تلبیہ کہنے لگتی ہے)

شیخ احمد عبد الرحمٰن البنّا بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی میں لکھتے ہیں کہ تلبیہ کہنے والے کے دائیں بائیں سے زمین کے منقطع ہو جانے کا معنی یہ ہے کہ اس کے دائیں بائیں سے نہ صرف شجر و حجر ہی تلبیہ کہنے لگتے ہیں بلکہ زمین کے پتھر اور ڈھیلے بھی از شرق تا مغرب تلبیہ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ یہ بات اس ذکر کی فضیلت اور اس ذکر کے عند اللہ مقام و مرتبہ اور شرف کا پتہ دیتی ہے اور بعید نہیں کہ تلبیہ کہنے والے کے نامۂ اعمال میں ان اشیاء کے تلبیہ کہنے کا ثواب بھی شامل ہو جائے کیونکہ ان چیزوں کے تلبیہ میں شریک ہونے کا سبب تو وہ شخص ہی بنا ہے واللہ اعلم۔

[بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی ۱۱/ ۱۸۴]

اور بخاری و مسلم میں مذکور ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ڈھلانوں اور وادیوں کی طرف اترتے اور بلندیوں کی طرف چڑھتے وقت بکثرت تلبیہ کہنا چاہیے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أمّا موسى كانّي انظر اليه اذا انحدر في الوادي يُلبّي (وفي رواية) كانّي انظر الى موسى عليه السلام هابطا من الثنية، له جوار الى الله تعالى بالتلبية. [۸۲]

---

[۸۱] اس حدیث کو ترمذی ۲۸ / ۲ ابن ماجہ ۲۹۲۱ ابن خزیمہ ۴ / ۲۶۳۴ طبرانی نے الاوسط "۲۵۸" بیہقی اس کی سند حسن درجہ کی ہے ابن خزیمہ، حاکم اور ذہبی نے اسکو صحیح کہا ہے [۸۲]۔ اسکو بخاری ۱۵۵۵ مسلم ۲ / ۲۲۸، ۲۲۹ "الایمان" باب "الاسراء" رسول اللہ اور بیہقی ۵ / ۴۲ نے روایت کیا ہے فائدہ: رسول کا موسیٰ کو مذکورہ حالت میں دیکھنے کا یہ واقعہ کہاں اور کیسے پیش آیا۔ علماء نے اسکے مختلف جوابات دیئے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ بحالت خواب پیش آیا حافظ ابن حجر نے اسی کو اختیار کیا ہے ملاحظہ ہو "فتح الباری" ۳ / ۴۱۴ - ۴۱۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں گویا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جب کسی وادی میں اترتے ہیں تو تلبیہ کہتے ہیں [اور ایک روایت میں ہے] ہیں گویا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو کہ ثنیہ سے اتر رہے ہیں اور کثرت تلبیہ سے قرب الٰہی حاصل کئے ہوئے ہیں۔

غرض فرض نمازوں کے بعد اور سحری کے وقت بکثرت تلبیہ کہنا چاہیئے۔ اور صحیح بخاری و سنن بیہقی میں مذکورہ ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ احرام باندھنے سے لیکر حدودِ حرم تک یہ تلبیہ کی کثرت جاری رہنی چاہیے چنانچہ حضرت نافع بیان کرتے ہیں:

كان ابن عمر رضي الله عنهما اذا دخل ادنى الحرم امسك عن التلبية ثم يبيت بذى طوى ثم يصلى به الصبح و يغتسل و يحدث ان نبي الله صلى الله عليه وسلم كان يفعل ذلك۔ [۸۳]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حدودِ حرم میں داخل ہوتے تو تلبیہ کہنا بند کر دیتے تھے پھر مقام ذی طویٰ میں رات گزارتے وہیں نماز فجر پڑھتے اور پھر غسل کرتے اور بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ شہر مکہ دیکھ لینے اور دخول حدودِ حرم تک تلبیہ جاری رکھا جائے گا جبکہ ابوداؤد و ترمذی کی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ طواف و استلام حجر اسود تک تلبیہ جاری رکھا جاتے اور امام ترمذی سے نقل کرتے ہوئے سید سابق نے غالباً ان دونوں قسم کی احادیث کو جمع کرنے کے لیے ہی لکھا ہے کہ جب کسی میقات سے احرام باندھ کر آرہا ہو تو دخولِ حرم پر تلبیہ کہنا بند کر دے اور اگر تنعیم یا جعرانہ سے احرام باندھا ہو تو جب شہر مکہ میں داخل ہو جائے تو تلبیہ کہنا منقطع کر دے [انظر فقہ السنہ ۱/۶۶۴ حاشیہ]

---

۸۳ اسے بخاری (۴/۱۵۷) اور بیہقی (۵/۷۱) نے روایت کیا ہے اس حدیث کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ نمبر ۲ حاشیہ ۸۳

بعد مؤلف نے ابوداؤد اور ترمذی کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اسے ابوداود (۱۸۱۷) ترمذی (۹۱۹) اور اسی طرح طبرانی نے بھی "المعجم الکبیر (۱۱/ ۱۴۹) میں روایت کیا ہے۔

ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عمرہ کرنے والا حجر اسود کے استلام تک تلبیہ کہے" جب کہ ترمذی اور طبرانی میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے استلام کے وقت تلبیہ بند کرتے تھے"۔ طبرانی میں یہ اضافہ بھی ہے "اور حج میں قربانی کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد تلبیہ بند کرتے"

مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی ہیں اور یہ بہت زیادہ سیئ الحفظ ہیں نیز عبدالملک بن ابی سلیمان اور ھمام نے ان کی مخالفت کی ہے اور انھوں نے اس حدیث کو ابن عباس کا قول بیان کیا ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے کہا ہے۔

طبرانی (۱۱/ ۳۷ - ۳۸) میں اس کی ایک دوسری سند بھی ہے مگر یہ سند بھی ضعیف ہے۔ ان دونوں سندوں کی بناء پر اگر ہم اس حدیث کو حسن کہہ لیں تو اس کے مطابق عمرہ کرنے والے کو حجر اسود کے چھونے کے وقت تلبیہ بند کرنا چاہیئے اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے ملاحظہ ہو "جامع ترمذی"

مگر حج میں جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد تلبیہ بند کیا جائے جیسا کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مروی ہے اور ان میں سے بعض احادیث بخاری اور مسلم میں بھی ہیں ملاحظہ ہو اس کتاب کی حدیث (۳۰۶)

امام ترمذی فرماتے ہیں صحابہ اور دیگر صحابہ میں سے بعض اہل علم کا یہی قول ہے کہ حاجی کو جمرہ کی رمی کرنے تک تلبیہ بند نہیں کرنا چاہیئے شافعی، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے

ملاحظہ ہو "جامع الترمذی" باب ماجاء متی تنقطع التلبیۃ فی الحج

رہی حدیث ابن عمر تو اس کے دو جواب ہیں (۱) ابن عمر کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کرتے تھے ممکن ہے اس سے ان کی مراد ذی طوی میں رات بسر کرنا اور وہاں صبح کی نماز پڑھنا اور غسل کرنا ہو (۲) دوسرے صحابہ کی احادیث میں اضافہ ہے۔ یعنی انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد تلبیہ بند کرتے تھے۔ جس کا ابن عمر کو علم نہ ہوا ہو۔ اور اس اضافہ کو لینا ضروری ہے کیونکہ یہ ثقات کی طرف سے ہے ملاحظہ ہو "محلی ابن حزم" (۷/ ۱۳۸)۔ حاصل کلام عمرہ کرنے والا حجر اسود کے استلام کے وقت تلبیہ بند کرے مگر حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد تلبیہ بند کرے گا۔ سید سابق نے حدیث ابن عباس اور حدیث ابن عمر میں جو تطبیق دی ہے اس میں تکلف ہے مؤلف کے کہنے کے مطابق انھوں نے یہ تطبیق امام ترمذی سے نقل کی ہے جبکہ ترمذی نے یہ تطبیق نہیں دی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محرّماتِ احرام

جب کسی میقات سے احرام باندھ کر لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ شروع کیا جائے تو اس وقت سے لیکر احرام کھولنے تک اس کے آداب اور شرعی پابندیوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اُن پابندیوں کو "محرّماتِ احرام" کہا جاتا ہے جو کہ قرآن و سنّت کی رو سے درجِ ذیل ہیں:

بال کٹوانا یا نوچنا: احرام کی حالت میں سر یا جسم کے کسی بھی حصّہ سے بالوں کا کاٹنا، مونڈنا یا نوچنا حرام ہے کیونکہ سورہٗ بقرہ آیت ۱۹۶ میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ

(البقرہ: ۱۹۶)

اپنے سر نہ منڈواؤ، یہاں تک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔

فِدیہ: اور اگر کسی بیماری یا دوسرے جائز شرعی عذر کی وجہ سے بال کاٹنے ضروری ہو جائیں تو پھر اس کے بدلے میں فدیہ ادا کرنا ضروری ہوگا جیسا کہ سورہٗ بقرہ کی مذکورہ آیت میں ہی ارشادِ الٰہی ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (البقرہ: ۱۹۶)

تم میں سے جو شخص (حالتِ احرام میں) بیمار ہو جائے یا کسی کے سر میں کوئی تکلیف ہو (اور اس بناء پر سر منڈوا لے) تو اُسے چاہیئے کہ فدیے کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ کرے یا قربانی دے۔

اور اس آیت میں فدیئے کا ذکر تو ہے مگر اس کی تعیین نہیں کی گئی کہ وہ کتنے روزے رکھے یا کتنا صدقہ کرے؟ اس فدیئے کی تعیین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ وہ تین دن کے روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایک بکرا قربانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أنّ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم مرّ بہ وھو بالحدیبیّۃ قبل ان یدخل مکۃ وھو محرم، وھو یوقد تحت قِدرٍ والقمل تتھافت علی وجھہ، فقال: أ تؤذیك ھوامّك؟ قال: نعم، قال: فاحلق رأسك واطعم فَرَقًا بین ستّۃ مساکین، والفرق ثلاثۃ آصع، او صم ثلاثۃ ایّام او انسك نسیکۃ۔ ٨٤

حدیبیہ کے مقام پر ان کے پاس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا جبکہ ابھی وہ مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے اور احرام باندھے ہوئے تھے۔ جب وہ ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہے تھے تو ان کے (سر سے) جوئیں چہرے پر گر رہی تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں یہ جوئیں تکلیف پہنچا رہی ہیں۔ انھوں نے عرض کیا ہاں تو آپ نے فرمایا اپنا سر منڈوا لو اور چھ مسکینوں کو ایک "فرق" کھانے کے لیے بانٹ دو جو کہ تین "صاع" کے برابر ہے یا تین روزے رکھو یا پھر ایک بکرا ذبح کرو۔

اور بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی مذکورہ آیت: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ الخ میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اور ایک دوسری روایت میں چھ مسکینوں کے کھلانے کا

٨٤: اس سیاق سے یہ حدیث مسلم (٨/ ١١٩ـ ١٢٠) ترمذی (٩٥٣) اور بیہقی (٥/ ٥٥) میں ہے۔ اس سے دوسرے سیاق سے مطول اور مختصر اس حدیث کو بخاری (١٨١٤، ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٧، ١٨١٨) ابوداؤد (١٨٥٦، ١٨٦١) نسائی (٥/ ١٩٥) ابن ماجہ (٣٠٧٩، ٣٠٨٠) ابن خزیمہ (٢٦٧٦) ابن الجارود (٤٥٠) دارقطنی (٢/ ٢٩٨) طیالسی (١/ ٢١٣) احمد (٤/ ٢٤١، ٢٤٢، ٢٤٣، ٢٤٤) اور شرح السنہ اور بیہقی (٤/ ٣٤١) (٥/ ١٦٩، ١٧٠) (٢٤٢) سے بھی حکایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر یوں آیا ہے:

او اطعم ستة مساكين، لكل مسكين نصف صاع۔[85]

یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر مسکین کو نصف صاع اناج دو۔

اور بخاری شریف ہی کی ایک اور روایت میں قربانی کی وضاحت یوں آئی ہے:

او يهدى شاة۔[86] یا ایک بکری ذبح کرے۔

بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا اور دُنبہ سبھی کا حکم ایک ہے۔ اور تین صاع اناج یا ہر مسکین کو نصف صاع دینا ہے۔ وہ کھجور ہو یا گندم اس میں کوئی فرق نہیں قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث: لکل مسکین نصف صاع (فتح الباری ۴/۱۶) کھجور اور گندم میں فرق کرنے والوں کی تردید کرتی ہے۔ صاعِ شرعی کا وزن ایک تحقیق اب رہی یہ بات کہ فی مسکین نصف صاع کے حساب سے جو تین صاع اناج ہے اس کا موجودہ پیمانوں کے حساب سے کتنا وزن ہوگا؟ اس سلسلہ میں بنیادی بات تو یہ ہے کہ صاع کی دو قسمیں ہیں:

۱. صاعِ مدنی یا حجازی: جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ناپ تول کیا کرتے اور فدیہ و فطرانہ دیا کرتے تھے۔ اور آئمہ میں سے امام شافعی، احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے امام ابو یوسف رحمہم اللہ اور جمہور علماءِ اسلام کے نزدیک اس کا وزن پانچ رطل اور ایک تہائی رطل ۵⅓ ہے۔

۲. اور دوسرا صاع عراقی یا حجازی ہے:۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد امام محمد رحمہما اللہ اسی صاع سے فدیہ و فطرانہ ادا کرنے کے قائل ہیں اور اس کا وزن آٹھ رطل ہے۔ اصحابِ سنن میں سے امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

صاع النبي صلى الله عليه وسلم خمسة ارطال وثلث
وصاع اهل الكوفة ثمانية ارطال۔

[ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ۳/۲۶۵ مدنی]

---

[85] بخاری (۶/۱۸) اور مسلم (۸/۱۲۰، ۱۲۱) وغیرہ۔ [86] بخاری (۷/۱۸) وغیرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل ہے
اور اہلِ کوفہ کا صاع آٹھ رطل ہے ۔

اور مذکورہ دونوں قسم کے صاعوں کا یہ وزن تو مسلّم ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ رطل کے وزن کی تعیین میں اہلِ علم باہم مختلف ہیں اور اسی اختلاف کی بناء پر مختلف مکاتبِ فکر کے علماء میں سے بعض کے نزدیک دو سیر بعض کے نزدیک ڈھائی سیر اور بعض کے نزدیک دو سیر اور گیارہ چھٹانک ہے اور عموماً کہہ دیا جاتا ہے کہ ایک صاع کا وزن تقریباً پونے تین سیر ہے اور یہ اختلاف کوئی مسلکی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک مسلک کے علماء نے اپنی اپنی تحقیق سے مختلف اوزان ذکر کئے ہیں مثلاً صرف علماء احناف نے جب نصف صاع گندم کا وزن مقرر کرنے کے لیے تحقیق کی تو برصغیر کے چوٹی کے حنفی عالم مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ نے ایک سیر پندرہ چھٹانک، مفتی محمد شفیعؒ نے پونے دو سیر اور مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک وزن لکھا۔ [جواہر الفقہ جلد اول، امداد الفتاوی جلد دوم بحوالہ جدید فقہی مسائل از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ص ۱۲۲ طبع مجلس تحقیقاتِ اسلامی، حیدرآباد انڈیا) اور جب نصف صاع کے وزن میں یہ اختلاف ہے تو ایک صاع میں بھی ہوگا۔ اسی طرح دیگر مکاتبِ فکر کے علماء کے مابین بھی تحقیق کا نتیجہ الگ الگ ہے اور عام طور پہ معروف ہے کہ ایک صاع تقریباً پونے تین سیر ہوتا ہے لیکن برصغیر کے ایک عالم شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب جانباز (جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ) نے "صاعِ شرعی کی تحقیق" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے جس میں انھوں نے کتبِ حدیث و شروح اور فقہ حنفی کی کتب کے حوالہ سے صاعِ شرعی کا وزن متعین کرنے کے لیے چار مختلف طریقے اختیار کئے ہیں:

۱. وزنِ صاع کی تعیین بذریعہ مثقال
۲. 〃 〃 〃 〃 〃 درہم
۳. 〃 〃 〃 〃 〃 وزن بلد
۴. 〃 〃 〃 〃 〃 امر تبا[illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان چاروں ہی طریقوں سے ثابت کیا ہے کہ صاع شرعی کا وزن پورے دو سیر اور چار چھٹانک ہے اور صاع عراقی تین سیر اور چھ چھٹانک ہے اور ہر دو میں لفظ "تقریباً" کی کوئی ضرورت ہی نہیں (ہفت روزہ "الاسلام" لاہور جلد ۱۲ شمارہ ۱ (بابت جون ۱۹۸۵ء) ۔

یہ تحقیق وزن کے پُرانے سیروں والے نظام کے مطابق ہے جبکہ موجودہ اعشاری نظام میں ایک کلو تقریباً سترہ چھٹانک کے برابر ہوتا ہے۔ صاعِ شرعی کے وزن کی تفصیل علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کی تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی (۳/ ۲۶۶ ۔ ۲۶۷) میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

الغرض بال کٹوانے کے فدیہ کے تین صاع، پونے سات سیر یا تقریباً سوا چھ کلو کھجوریں یا گندم بنتی ہے جو کسی ایک ہی مسکین کو بھی دی جا سکتی ہے اور اگر چھ مسکینوں پر تقسیم کر دی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

۲. ناخن کاٹنا :۔ مرد و زن کا احرام کی حالت میں ناخن کاٹنا۔

۳. سِلے ہوئے کپڑے پہننا :۔ مردوں کا سِلے ہوئے کپڑے شلوار قمیص، پینٹ شرٹ، پاجامہ، انڈر ویئر، یا لنگر پہننا۔

۴. جرابیں پہننا :۔ مردوں کا پاؤں میں ایسی جرابیں یا موزے پہننا جن سے ٹخنے ڈھک جائیں۔

۵. سر ڈھانپنا :۔ مردوں کا سر پر ٹوپی پہننا، رومال یا پگڑی باندھنا،

۶. خوشبو لگانا :۔ اور خواتین و مرد حجاج کا خوشبو لگانا یا خوشبو والا کپڑا پہننا۔ یہ سب امور بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی رو سے حرام ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، سنن ابی داؤد و نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا :

مَا یَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّیَابِ ؟!

احرام باندھنے والا کون سے کپڑے پہنے ؟!

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا تلبسوا القُمُص ولا البرانس ولا الخفاف إلا احد لا يجد نعلين فيلبس خُفَّين وليقطعهما اسفل من الكعبين ولا تلبسوا من الثياب شيئاً مسّه الزعفران ولا ورس۔ [۸۷]

نہ قمیصیں پہنو نہ پگڑیاں باندھو نہ شلواریں پہنو نہ سر پر ٹوپی پہنو، نہ موزے پہنو، ہاں اگر کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو وہ موزے پہن لے مگر انھیں ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لے اور کوئی ایسا کپڑا بھی نہ پہنو جسے زعفران یا ورس (خوشبو) لگی ہوئی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو وہ موزے پہن لے البتہ انھیں ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لے۔ اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ میدانِ عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

اذا لم يجد المحرم نعلين، لبس خفين واذا لم يجد ازاراً لبس سراويل۔ [۸۸]

اگر مُحرِم جوتا نہ پائے تو موزے پہن لے اور اگر تہبند والی چادر نہ پائے تو شلوار پہن لے۔

---

[۸۷] اس حدیث کو امام مالک نے موطأ (۱/۳۲۴) میں نافع کے واسطے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور مالک کے طریق سے اس کو بخاری (۲/۱۵۴) مسلم (۸/۳، ۷) ابوداؤد (۱۸۲۴) نسائی (۵/۱۳۱۔۱۳۲۔۱۳۳۔۱۳۴) دارمی (۲/۳۲) ابن ماجہ (۲۹۲۹) بیہقی (۵/۴۹) شافعی نے "مسند" (۱۱۷۔۱۱۸) میں احمد (۲/۶۳) اور ابویعلی (۵۸۔۵) نے روایت کیا ہے۔ بخاری اور مسلم وغیرہ میں اس کے دوسرے طرق بھی ہیں۔ [۸۸] اسکو بخاری (۱/۴۱، ۴۳، ۱۸) جزاء الصید" مسلم ابوداؤد ترمذی (۸۳۴) نسائی ابن ماجہ دارمی (۲/۳۲) ابن الجارود (۴۱۷) اور بیہقی (۵/۵۰) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند کے قائم چادر (ازار) نہ ملنے کی صورت میں شلوار پہن لینے کی بھی اجازت فرما دی ہے۔ اور جوتے نہ ہونے کی صورت میں موزے اور انھیں ٹخنوں سے نیچے تک کاٹنے کا حکم بھی نہیں فرمایا چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ پہلے کاٹنے کا حکم تھا مگر بعد میں میدانِ عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے آپؐ نے نہ کاٹنے کی بھی رخصت فرما دی تھی اور اہلِ علم کے اس سلسلہ میں دو اقوال ہیں سے صحیح تر قول یہی رخصت والا ہے۔
[بحوالہ مناسک الحج والعمرہ للالبانی ص۱۲ حاشیہ]

اور اس پر بھی تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ احرام کی حالت میں ناخنوں کا خود کاٹنا تو حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی ناخن خود بخود ٹوٹ جائے تو اس کا الگ کر کے اُسے پھینک دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ۳/ ۲۸۸، ۲۸۹ طبع بتحقیق محمد خلیل ہراس)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ حدیث میں زعفرانی و ورس والے کپڑوں کو پہننے سے منع کیا گیا ہے کیوں کہ یہ خوشبو دار چیزیں ہیں۔ ایسے ہی خوشبو لگانے کی بھی ممانعت ہے جس پر مذکورہ حدیث کے علاوہ ایک اور حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ ... صحیح بخاری و مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ... وہ فرماتے ہیں کہ میدانِ عرفات میں ایک آدمی اونٹنی سے گرا اور فوت ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اغسلوہ بماء وسدرٍ وکفنوہ فی ثوبیہ ولا تمسوہ بطیبٍ ولا تخمروا رأسہ فانہ یبعث یوم القیامۃ ملبیاً۔ [۸۹]

۸۹۔ اس حدیث کو بخاری (۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱) "الجنائز" اور "جزاء الصید" مسلم ۸/۱۲۶، ۱۲۷ "الحج" ابو داؤد (۳۲۳۸، ۳۲۴۱) "الجنائز" ترمذی ۹۵۱ "الحج" نسائی (۴/ ۳۹، ۵/ ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۹۵، ۱۹۶) "الجنائز و الحج" ابن ماجہ (۳۰۸۴، ۳۰۸۵) "المناسک" دارمی (۲/ ۵۰) "والحج" ابن الجارود (۵۰۶، ۵۰۷) دارقطنی (۲/ ۲۹۵، ۲۹۷) بیہقی (۳/ ۳۹۰، ۳۹۳، ۵/ ۵۳، ۵۴، ۷۰) اور احمد (۱/ ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۱، ۲۶۶، ۲۸۶، ۳۲۸، ۳۳۳، ۳۴۶) نے روایت کیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اس پانی سے غسل دو جس میں بیری کے پتے ڈالے ہوں اور اسے
اس کے (احرام والے) دونوں کپڑوں میں ہی کفن دے دو اور
اس کا بدن کو خوشبو نہ لگاؤ۔ یہ قیامت کے روز تلبیہ کہتا ہوا اٹھایا
جائے گا۔

ایک اور روایت میں "ولا تمسوہ بطیب" کی بجائے "ولا تحنطوہ" کے الفاظ ہیں جب کہ معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جب احرام کی حالت میں مرجانے والے کو بھی خوشبو لگانے کی ممانعت ہے تو زندہ کو خوشبو کا استعمال بالاولیٰ منع ہوگا اور اس حدیث میں مرد و زن سبھی شامل ہیں جب کہ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور بیہقی میں موصولاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

لا تلبس المحرمة ثوباً بورس او زعفران۔ [90]

احرام والی عورت ورس یا زعفران لگا کوئی کپڑا نہ پہنے۔

۷۔ دستانے پہننا:۔ عورتوں کا دستانے پہننا، اور

۸۔ نقاب باندھنا:۔ منہ پر نقاب باندھنا بھی منع ہے۔

کیونکہ صحیح بخاری ابوداؤد و ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ کے یہ الفاظ بھی ہیں:

لا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين۔ [91]

احرام والی عورت منہ پر نقاب نہ باندھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ "نقاب" وہ دوپٹہ [کپڑا] ہے جو چہرے پر باندھا

90: بخاری (۴/۵۲۔ الفتح) بیہقی (۵/۴۷)

91: بخاری (۱۸۳۸) ابوداؤد (۱۸۲۵، ۱۸۲۶) ترمذی (۸۳۳) نسائی (۵/۱۳۵۔ ۱۳۶) مسند احمد (۲/۱۹، ۳۲) اسی طرح اس حدیث کو ابن خزیمہ (۲۵۹۹، ۲۶۰۰) اور بیہقی (۵/۴۶) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے اور بظاہر یہ عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ البتہ دستانے میں مرد بھی عورتوں کے ساتھ شامل ہے کیونکہ یہ موزوں کی طرح ہی ہے اور یہ دونوں ہی جسم کے ایک حصّہ کو ڈھانپ لیتے ہیں لیکن نقاب احرام کی حالت میں مردوں کے لیے حرام نہیں ہے کیونکہ راجح قول کے مطابق مرد کو (سردی یا کسی وجہ سے) اپنا چہرہ ڈھانپنے کی ممانعت نہیں ہے [فتح الباری ۴/۵۳، ۵۴]۔

پردہ: یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ احرام کی حالت میں بھی پردے کا بڑی حد تک اہتمام ضروری ہے جبکہ اکثر خواتین کو اس طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی اور وہ احرام باندھنے سے لیکر احرام کھولنے تک بھی اپنے پرائے محرم غیر محرم کسی سے بھی پردہ نہیں کرتیں۔ عام حالات میں تو یہ صورتحال لائقِ افسوس ہے مگر احرام کی حالت میں لائقِ صد افسوس، اللہ کے گھر پہنچنے کی سعادت اور حرمین شریفین کی زیارت کو پہنچنے والی خواتین کو تو اس جانب خاص توجہ دینی چاہیئے۔ کیونکہ ان کا یہ فعل اسلام کے مزاج سے قطعاً کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

اِس سُستی کا سبب: اور صرف احرام کی حالت میں خواتین کے پردہ کے بارے میں سستی برتنے کا سبب دراصل یہ غلط فہمی ہے کہ مُحرِمہ عورت کو "نقاب" سے منع کیا گیا ہے نہ کہ نقاب ڈالنے یا لٹکانے سے اور کچھ ایسا ہی معاملہ بعض روایات میں مذکور لفظ "برقع" سے بھی ہوا لہٰذا اس کی تھوڑی سی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

غلط فہمی کی وجہ دراصل ان دونوں لفظوں کے عربی اور اُردو میں مفہوم و مدلول کا فرق یا عدم فرق ہے۔ ہم عربی اور اردو ہر دو میں ہی ان الفاظ کا مفہوم ایک سمجھ لیتے ہیں جس کے نتیجہ میں مذکورہ صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ خواتین جو ویسے پردہ سے بیزار ہوتی ہیں انھیں جب حج و عمرہ کی سعادت نصیب ہو تو وہاں یہ مسئلہ ان کے ہاتھ آجاتا ہے کہ احرام کی حالت میں نقاب و برقع منع ہیں جب کہ حقیقت قطعاً اس سے مختلف ہے۔

لغوی تشریح: عربی زبان کی بیس جلدوں پر مشتمل عظیم و ضخیم ڈکشنری "لسان العرب"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس میں ان الفاظ کا لغوی معنی دیکھا جا سکتا ہے چنانچہ جلد دوم ص ۲۶۵، ۲۶۶ پر ان پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مؤلف ابن المنظور افریقی لکھتے ہیں:

"نقاب" سے مراد اوڑھنی کا وہ حصہ ہے جو ناک کے بانسے پر پڑتا ہے اور اس کی کئی اشکال ہیں: اگر عورت اپنے نقاب کو صرف آنکھوں تک ہی گرائے تو وہ "وصوصہ" یا "برقع" ہے۔ اگر آنکھوں سے گڑھوں کی نچلی سطح تک گرائے وہ "نقاب" ہے۔ اور اگر ناک تک ہو تو وہ "لفام" کہلاتا ہے اور اسے نقاب اس لیے کہا گیا کہ یہ اپنے رنگ سے عورت کے (چہرے کے) رنگ کو چھپا دیتا ہے۔ (مختصراً از لسان العرب ۲/ ۲۶۵، ۲۶۶ و مناسک الحج والعمرہ للالبانی ص ۱۱ عربی، و مترجم اردو از راقم ص ۴۰)

اس مختصر سی لغوی تشریح سے معلوم ہوا کہ ہم جسے برقع یا نقاب کہتے ہیں بعینہٖ وہ مفہوم و مدلول عربی میں مراد نہیں ہے بلکہ ہر دو زبانوں میں خاصا فرق ہے۔

ڈھاٹے کی ممانعت: اور پھر احادیث میں بظاہر نقاب و برقع چہرے پر باندھنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ لٹکانے سے، اور باندھنے مراد "وہ ڈھاٹا" سا ہے جیسا کہ عموماً خواتین نقاب سے بناتی ہیں اور اسے اپنے چہرے پر اس انداز سے باندھ لیتی ہیں کہ نقاب کو لٹکتا چھوڑنے کی بجائے اسے پکڑ کر منہ پہ نیچے اس طرح کس کر باندھ لیتی ہیں کہ وہ ناک اور رخساروں کو چھپا لیتا ہے۔ اور آنکھیں اور پیشانی کا کچھ یا بعض حصہ ننگا رہ جاتا ہے۔ ایسا نقاب منع ہے اگر چادر یا دوپٹہ کو سر سے کچھ اس طرح گرایا جائے کہ وہ پردے کا کام دے تو وہ جائز ہے اسی طرح اگر ہمارے یہاں کے مروجہ برقع کے نقاب والے کپڑے کو سر پر ڈال کر تھوڑی کے نیچے سے باندھا نہ جائے بلکہ پیشانی سے وہ باندھنے والی ڈوریاں یا تو کی چوٹی کے نیچے لیجا کر باندھ دے تو وہ نقاب نہ تو منہ پر بندھا ہوگا اور نہ ہی گرنے پائے گا۔ اور نقاب کا کپڑا سر سے چہرے پر گرا دیا جائے تو پردہ بھی ہوگا اور حدیث میں جس چیز کی ممانعت آئی ہے اس کا ارتکاب بھی نہ ہوگا۔ اور احرام کی حالت میں بھی پردے کے اہتمام کا ثبوت... صحیح احادیث میں موجود ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث گزر بھی چکی ہے جو کہ ابوداؤد و ابن ماجہ میں ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتی ہیں :

کان الرکبان یمرون بنا ونحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرمات، فاذا جاوزوا بنا سدلت احدانا جلبابھا من راسھا علی وجھھا فاذا جاوزوا کشفناہ۔ ۹۲

سوار لوگ ہمارے پاس سے گزرتے جب کہ ہم احرام باندھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتیں۔ جب وہ ہمارے پاس سے گزرنے لگتے تو ہم سر سے کپڑا سرکا کر چہرے پر ڈال لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو چہرے کھول لیتیں۔

ایسے ہی صحیح بخاری میں تعلیقاً مختصراً اور بیہقی میں موصولاً ومطولاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ مذکور ہے۔ اس سے بھی جریان پردے کے اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔ وہیں نقاب وبرقع کی اصل حقیقت کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ پردے میں مانع نہیں ہیں چنانچہ وہ فرماتی ہیں :

اَلْمُحْرِمَۃُ تلبس من الثیاب ما شاءت الا ثوبا مسہ ورس او زعفران، ولا تتبرقع ولا تلثم، وتسدل الثوب علی وجھھا ان شاءت۔ ۹۳

احرام والی عورت جو کپڑا چاہے پہنے سوائے ورس و زعفران والے (خوشبو دار) کپڑوں کے اور برقع و ڈھاٹا نہ باندھے اور وہ چاہے تو اپنے چہرے پر کوئی کپڑا لٹکائے۔

اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ محرمہ عورت چہرے پہ پڑے کو باندھے تو نہیں بلکہ صرف سر کی طرف سے لٹکا دے پھر صحیح قول کی رو سے بیشک وہ کپڑا

۹۲۔ اس کی تخریج کے لیے ۸۲ دیکھیں۔

۹۳۔ اس کی تخریج ابھی ۹۰ میں ہی گزری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے چہرے کو چھوتا رہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں [بحوالہ مناسک الحج والعمرہ ص۲۰ وانظر مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۶/۱۱۲] اور یاد رہے کہ مذکورہ حدیث اوّل میں اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے کہ جب دوسرے لوگ ہمارے پاس سے گزرنے لگتے تو ہم سر کا کپڑا گرا کر پردہ کر لیتیں (۹۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک تو لوگوں کی کثرت کے نہ ہونے کی وجہ سے اس بات کی گنجائش تھی کہ جب دوسرے لوگ نہ ہوں تو چہرے ننگے کر لیے جائیں مگر آج کل حجاج کرام کی کثرت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اگر پردہ کرنا ہے تو پھر مناسک حج کے دوران اپنے گھر یا خیمے کے علاوہ کہیں بھی چہرہ ننگا کر سکنے کی گنجائش ہی نہیں نکل پاتی۔

مگر اس کا کیا کیجئے کہ اس مقدس سفر میں اور اُن دیارِ مقدسہ میں بھی خواتین بڑی بے باکی سے بے پردہ ہو کر حرم شریف میں آتی جاتی ہیں جب کہ سابقۃ الذکر غلط فہمی کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا کہ یہ "محرمہ" بھی نہیں ہوتیں بلکہ محض ذکر و عبادت کے ارادہ سے حرم شریف [مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ] میں آتی ہیں۔ اور بظاہر ان میں اُن خواتین کی اکثریت ہوتی ہے جن کے شوہر یا دوسرے اقارب سعودیہ یا دیگر عرب ریاستوں میں کام کرتے ہیں اور وہ ان کے ساتھ ہی رہ رہی ہوتی ہیں! ایسی تمام خواتین کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور امہات المومنین، زوجاتِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی عنہن کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے باوقار و باپردہ طریقے سے فریضۂ حج و عمرہ ادا کرنا چاہیے۔

۹۔ نکاح و منگنی کرنا: احرام کی حالت میں کسی کا نکاح کرنا، اپنا نکاح کروانا یا پیغامِ نکاح دینا بھی منع ہے کیونکہ صحیح مسلم شریف اور سننِ اربعہ میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ [۹۴]

احرام والا نہ اپنا نکاح کرے نہ کسی کا نکاح پڑھے اور نہ ہی کسی کو پیغام نکاح دے (نہ منگنی کرے)

---

۹۴ اس حدیث کو مالک (۱/۳۴۸) اور مالک سے مسلم (۹/۱۹۳) "النکاح" ابوداؤد (۱۸۴۱) "الحج" نسائی (۵/۱۹۲) "الحج" ابن ماجہ (۳۴۴) دارقطنی (۳/۲۶۶-۲۶۷) "الحج" ابن خزیمہ (۲۶۴۹) بیہقی (۵/۶۵) اور احمد (۱/۵۷، ۶۴) نے روایت کیا ہے اس کو ترمذی (۸۴۰) الحج دارمی (۲/۳۸) الحج طیالسی ۱/۲۱۳ اسی طرح احمد ۱/۶۴ و ۶۸ مسلم ابوداؤد اور بیہقی نے دوسرے طریق سے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتبِ فقہ حنفیہ میں بھی دورانِ احرام پردے کا اہتمام کرنے کے بارے میں تصریحات موجود ہیں مثلاً:

"صاحب مجمع الانہر نے حج کے موقع پر عورتوں کے احوال کے ضمن میں لکھا ہے کہ بحالت احرام شرح الطحاوی کی رو سے تو اولیٰ یہ ہے کہ عورت اپنا چہرہ ننگا رکھے لیکن النہایۃ میں ہے کہ:

سر سے چہرے پہ کپڑا لٹکا کر پردہ کرلینا ہی زیادہ ضروری (اَوجب) ہے۔ اور یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت بلاضرورت غیر مردوں کے سامنے (کہیں بھی) اپنا چہرہ ننگا نہ کرے۔ اور المجمع کے حاشیہ "درر المنتقی میں ہے کہ بحالت احرام اگر کسی کپڑے وغیرہ کو سر سے لٹکا کر پردہ کرتے۔ جبکہ وہ کپڑا چہرہ سے الگ رہے تو یہ جائز بلکہ مندوب بلکہ ایک قول کی رو سے یہی واجب ہے۔"

یہ تو ہوئیں کُتب فِقہ حنفیہ کی تصریحات! اور یہاں ہم یاد دلادیں کہ حالتِ احرام میں کسی لکڑی وغیرہ سے بنی کسی چیز کو چہرے پر محض اس لیے رکھنا کہ پردے کا کپڑا الگ رہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ علامہ قیم رحمۃ اللہ کی تحقیق کے مطابق امہات المؤمنین اور دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں کہ وہ چہرے پر کپڑے کے نیچے کوئی چیز رکھتی تھیں۔ اور یہ بات ناممکنات میں سے ہے کہ ایسا کرنا تو احرام کا شعار ہو اور یہ ہر خاص و عام میں مشہور و معروف نہ ہو۔

[للتفصیل بدائع الفوائد ۲/۳/۱۴۲-۱۴۳ طبع دارالکتاب بیروت]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ جنگلی جانوروں کا شکار کرنا: احرام کی حالت میں جنگلی جانوروں کا شکار کرنا بھی منع ہے کیونکہ قرآن کریم کی سورۃ مائدہ : آیت : ۹۵ میں ارشادِ الٰہی ہے: (المائدہ : ۹۵)

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ

اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو۔

اور اس سے اگلی ہی آیت : ۹۶ میں ارشادِ الٰہی ہے : (المائدہ : ۹۶)

وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا۔

احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنا تمہارے لیے حرام کیا گیا ہے۔

اور حالتِ احرام میں شکار کرنا تو درکنار، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو شکار کرنے والے کا تعاون کرنے، شکار کا پتہ بتانے اور اس کی طرف اشارہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں مذکور صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو پیش آنے والے واقعہ سے پتہ چلتا ہے اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر مُحرِم نہ تو خود شکار کرے نہ خاص اسی کے لیے یہ شکار کیا گیا ہو، نہ وہ شکاری کا تعاون کرے اور نہ ہی شکار کی طرف اشارہ کرے۔ ایسے جانور کو اگر کوئی غیر مُحرِم شکار کر لے اور وہ مُحرِم کو ہدیہ دے تو مُحرِم بھی اس کا گوشت کھا سکتا ہے چنانچہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی نکلے مگر اپنے بعض ساتھیوں سمیت پیچھے رہ گئے جب کہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے اور میں احرام میں نہیں تھا۔ اُن کے ساتھیوں نے ان سے پہلے ایک جنگلی گدھا دیکھا مگر (احرام میں ہونے کی وجہ سے) انھوں نے اُسے جانے دیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے میرا کوڑا پکڑائیں۔ انھوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ تب وہ گھوڑے سے اُترے خود کوڑا پکڑا اور شکار کے پیچھے لگ کر اس پر حملہ کر دیا اور اس کی کھونچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر اُسے خود بھی پکا کر کھایا اور باقی صحابہ نے بھی کھایا مگر بعد میں پشیمان ہو گئے (کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے لیے اس کا گوشت کھانا جائز تھا یا نہیں؟) اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپ نے پوچھا:

امنکم احد امرہ ان یحمل علیھا؟ او اشار الیھا؟

کیا تم میں سے کسی نے اس شکار پہ حملہ کرنے کے لیے انھیں کہا؟ یا شکار کی طرف اشارہ کیا تھا؟

تو صحابہ کرام نے جواب دیا نہیں، تب آپ نے فرمایا:

کلوا ما بقی من لحمھا۔ اسکے باقی ماندہ گوشت کو بھی تم کھا لو۔

اور صحیحین کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

ھل معکم منہ شیئ؟ کیا اسکا کچھ گوشت ابھی تمہارے پاس موجود ہے؟

صحابہ کرام نے عرض کیا: ہمارے پاس اس کی ٹانگ باقی ہے تو:

فاخذھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفاکلھا۔ [95]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا گوشت کھایا۔

فدیہ: اگر کسی سے احرام کی حالت میں کسی جنگلی جانور کے شکار کا فعل سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا فدیہ یہ مقرر فرمایا ہے کہ جیسا جانور شکار کرے ویسا ہی پالتو جانور مکہ میں ذبح کر کے مسکینوں میں تقسیم کرے یا اس کی قیمت کے برابر مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اتنے روزے رکھے چنانچہ سورۂ مائدہ آیت ۹۵ میں ارشادِ الٰہی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ
وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ

---

۹۵. اس کو مالک (۱/ ۳۵۰) . بخاری (۱۸۲۱، ۱۸۲۴) مسلم (۸/ ۱۰۷، ۱۱۹) ابوداؤد (۱۸۵۰) نسائی (۵/ ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۸۷) ترمذی (۸۴۷ - ۸۴۸) ابن ماجہ (۳۰۹۳) [illegible] (۲/ ۳۸ - ۳۹) ابن الجارود (۴۳۷) اور بیہقی (۵/ ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰) نے مختلف الفاظ۔ [illegible] کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ
الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ
صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ
وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ
(المائدہ : ۹۵)

اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی شخص جان بوجھ کر ایسا کرے گا تو جو جانور اس نے شکار کیا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے فدیہ دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ فدیہ کعبہ پہنچایا جائے گا یا پھر اس گناہ کے کفارہ میں مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا یا اس کے بقدر روزے رکھنے ہوں گے تاکہ وہ اپنے کیئے کا مزہ چکھے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا اُسے اللہ نے معاف کیا لیکن اب اگر کسی نے اس حرکت کا اعادہ کیا تو اس سے اللہ بدلہ لے گا اور اللہ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بڑی تفصیل ذکر فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عمداً، خطاءً سہواً شتر مرغ شکار کرے تو کفارے میں اونٹ دے جنگلی گائے کے بدلے میں پالتو گائے فدیہ دے۔ ہرن شکار کرے تو بکری ذبح کرے اور جسے ہم پلہ جانور نہ ملے تو ایسے جانور کی قیمت دے جسے دو عادل مسلمان طے کریں، اور اس قیمت سے غلہ خرید کر نصف صاع فی مسکین کے حساب سے تقسیم کر دے یا پھر اس کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں اس قیمت کے جتنے صاع غلہ بنتا ہے اس میں سے ہر ایک صاع کے عوض ایک روزہ رکھے (تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر ابن کثیر اردو ۲/ ۲۲۔ ۲۷) اور صاع کی تحقیق ذکر کی جا چکی ہے۔

اور بجو کے شکار کے فدیہ کا ذکر تو حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ اس کا کفارہ ایک مینڈھا ہے چنانچہ سنن اربعہ، بیہقی، مستدرک حاکم اور ابن حبان میں حضرت جابر رضی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرن کے شکار (کے فدیہ) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

هو صيدٌ، ويجعل فيه كبشًا اذا اصحابه المُحرِم [96]

وہ شکار ہے اور اگر احرام کی حالت میں کوئی اسے شکار کرے تو اس کا فدیہ ایک مینڈھا ہے۔

ایسے ہی بعض موقوف روایات میں بعض دیگر جانوروں کے شکار پر یہ ذکر آیا ہے مثلاً موطا امام مالک مسند امام شافعی سنن بیہقی اور مشکل الآثار طحاوی میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہرن کے شکار پر بکری، خرگوش کے شکار پر بکری کا ایک سال سے چھوٹا بچہ اور ہربوع (چوہے کی مانند ایک جانور) پر بکری کا وہ بچہ جو چار ماہ کا ہو جائے فدیہ قرار دیا۔ [97]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیہقی روایت میں جنگلی گدھے کے شکار پر گائے کا فدیہ قرار دیا [98]

مسند شافعی کی حسن درجہ کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبوتر کا فدیہ بکری قرار دیا [99]

اور امام شافعی کی ہی ایک روایت میں امام عطاء اور شریح رحمہما اللہ سے لومڑی پر بھی بکری کا فدیہ نقل کیا گیا ہے [100]

اور انہی کی ایک روایت میں حضرت عمرؓ نے گوہ پر بکری کا ایک سال کا بچہ فدیہ قرار دیا۔ [101]

[للتفصیل التلخیص الحبیر ۲/۲۸۱ - ۲۸۸ طبع جامعہ سلفیہ]

(۳۴۳۶)
(۳۰۸۵)

96 ابوداود (۳۸۰۱) "الأطعمة" ترمذی (۸۵۱) "الحج" نسائی (۵/۱۹۱ و ۷/۲۰۰) "الحج" "والصید" ابن ماجہ "الحج والصید" ابن حبان (۹۷۹) حاکم (۱/۴۵۲-۴۵۳) بیہقی (۵/۱۸۳، ۹/۳۱۸) اسی طرح اس حدیث کو دارمی (۲/۷۴) ابن الجارود (۴۳۹) ابن خزیمۃ (۲۶۴۶) دارقطنی (۲/۲۴۶) احمد (۳/۲۹۷، ۳۱۸) اور ابویعلی (۲۱۲۷، ۲۱۵۹) نے بھی روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے اس کو ترمذی ابن خزیمۃ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ امام بخاری (جیسا کہ امام ترمذی نے ان سے نقل کیا ہے) اور عبدالحق اشبیلی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث جید ہے اور اس سے حجت قائم ہو جاتی ہے۔ [۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱] ان آثار کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تلخیص الحبیر (۱/۲/۲۸۱، ۲۸۸) میں ذکر کیا ہے
مؤلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکار میں اشتراک : اگر کچھ لوگ ایک جانور کے شکار میں شریک ہوں تو ان سب پر اس شکار کے ہم پلّہ صرف ایک ہی جانور کا فدیہ ہے جسے وہ اشتراک سے خرید کر دے سکتے ہیں ارشادِ الٰہی کے الفاظ : **فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ** کے ظاہر مفہوم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلہ سے یہی معلوم ہوتا ہے [فقہ السنۃ ۱/۶۸۶، ۶۸۷

حرمِ مدنی : صحیح بخاری و مسلم ابو داود و بیہقی، طیالسی اور مسند احمد میں مذکورہ احادیث کی رو سے مدینہ طیبہ بھی حرم ہے۔ اس کے درخت کاٹنا، گھاس اکھاڑنا، گری پڑی اشیاء کو (اعلان کی نیت کے سوا) اُٹھانا اور شکار کرنا بھی منع ہے۔ اور وہی کفارہ و فدیہ ہے جو حرم مکی میں از تکاب پر ذکر ہوا ہے۔

وادیٔ وَج کا شکار : طائف کے پاس ایک وادی ہے جسے "وج" کہا گیا ہے اس وادی سے شکار کرنا بھی شافعیہ کے نزدیک منع ہے اور اس کے درخت کاٹنے بھی ممنوع ہیں کیونکہ تاریخ امام بخاری ابوداود اور مسند احمد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

أَنَّ النبي صلى الله عليه وسلم قال : إِنَّ صَيْدَ وَجٍّ وعضاهه حرم محرم لله عزوجل. ۱۰۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وادی وج سے شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے۔

---

۱۰۲ اس حدیث کو بخاری نے "التاریخ الکبیر" (۱/۱۴۰) میں ابوداود (۲۰۳۲) "باب مال الکعبۃ" احمد (۱/۱۶۵) اسی طرح حمیدی (۶۳) عقیلی (۴/۹۳) بیہقی (۵/۲۰۰) اور مزی نے "تہذیب الکمال" (۱۴/۳۱۲، ۳۱۳) میں روایت کیا ہے۔ اسکو بخاری نے "التاریخ الکبیر" (۵/۴۵) میں امام احمد عقیلی۔ ابن حبان ازدی نے ضعیف کہا ہے دیکھیں میزان الاعتدال" (۲/۲۹۳) اسی طرح نووی نے بھی "شرح المہذب" میں اسکو ضعیف کہا ہے عبدالحق اشبیلی نے امام ابوداؤد کیطرح اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے مگر ابن القطان نے اشبیلی کا تعاقب کیا ہے جبکہ امام شافعی نے اسکو صحیح کہا ہے "تلخیص الحبیر" (۲/۲۸۰) ۱۰۳ ملا۔ یہ ۱۰۲ والی ہی حدیث ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابوداؤد میں ہے:

أَنَّ النبي صلى الله عليه وسلم قال: صيد وَجّ مُحَرَّم. [۱۰۳]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وادیٔ وج کا شکار حرام ہے۔

امام شافعیؒ نے ان روایات کو صحیح قرار دیا ہے امام ابوداؤد و عبدالحق نے ان پر سکوت اختیار کیا ہے جبکہ امام بخاری، امام احمد، امام عقیلی، امام ابن حبان اور امام نووی نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔ [کذا فی النیل ۳/۵/۳۲]

درخت کاٹنے کا فدیہ: آئمہ و فقہاء نے حرم کے درخت کاٹنے پر فدیہ ذکر کیا ہے اور دلیل کے طور پر ایک روایت پیش کی ہے جس میں ہے کہ اگر بڑا درخت کاٹے تو اس پر گائے فدیہ ہے [۱۰۴] عمر دالا جاہ علامہ نواب صدیق حسن خانؒ والیٔ بھوپال الروضۃ الندیہ شرح الدرالبہیہ میں لکھتے ہیں کہ حرم کے درخت کاٹنے پر گناہ ہوگا کیونکہ یہ فعل منع ہے مگر اس پر فدیہ کے واجب ہونے کی کوئی دلیل صحیح نہیں اور مذکورہ روایت کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے اور اس سلسلہ میں بعض سلف سے جو روایات ملتی ہیں وہ حجت و دلیل نہیں بنتی ہیں۔ [للتفصیل الروضۃ الندیۃ ۱/۲۵۸۔۲۵۹ (طبع دارالمعرفہ بیروت)]

۱۱. جماع کرنا:
۱۲. بوس و کنار کرنا:
۱۳. بدکاری و معصیت کرنا:
۱۴. لڑائی جھگڑا کرنا:

یہ سب امور بھی حالتِ احرام میں حرام ہیں کیونکہ سورۃ بقرہ آیت ۱۹۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ. [البقرۃ: ۱۹۷]

---

[۱۰۴] اس روایت کی طرف علامہ نواب صدیق حسن خان نے الروضۃ الندیۃ (۱/۲۵۹) میں اشارہ کیا ہے اور اسے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ [مؤلف]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کر لے اسے دوران حج کوئی شہوانی حرکت بدکاری و معصیت اور لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔

اور حالتِ احرام میں جماع کر لینے سے تو حج ہی باطل ہو جاتا ہے البتہ بوس و کنار سے حج تو باطل نہیں ہوتا لیکن اس ممنوع فعل کے ارتکاب پر فدیہ دینا پڑے گا۔ (المغنی ۳/ ۳۱۰، الفتح الربانی ۱۱/ ۲۳۳، ۲۳۶)

ہاں اس دوران خیمہ میں اکٹھے رہتے اور اٹھتے بیٹھتے بیوی سے بلا شہوت اس کا ہاتھ وغیرہ چھو جائے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ [الفتح الربانی ۱۱/ ۲۳۶]۔

واللّٰہ من ورآء القصد

۱۵۔ حرم کے درخت و گھاس کاٹنا: حدودِ حرم کے اندر اُگے ہوئے درخت گھاس اور نباتات کا کاٹنا ہر حال میں منع ہے چاہے کوئی احرام کی حالت میں ہو یا بغیر احرام کے۔ البتہ اِذخر نامی گھاس خود اُگائی ہوئی سبزیاں اور سوکھے ہوئے درخت یا گھاس کا کاٹنا اس حکم سے خارج ہے۔ [المغنی ۳/ ۳۱۵، ۳۱۶]

۱۶۔ حدودِ حرم میں شکار کرنا: اور حدودِ حرم میں احرام کی حالت میں یا معمول کے لباس میں ہر حالت میں ہی شکار کرنا اور جانوروں کو بھگانا منع ہے البتہ پالتو جانوروں مثلاً مرغی بکری وغیرہ کو ذبح کر سکتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھا سکتا ہے۔

۱۷۔ گری پڑی چیزیں اُٹھانا: حدودِ حرم میں گری پڑی چیزوں کا اُٹھانا بھی منع ہے۔ ہاں اس شخص کو اجازت ہے جو ایسی اشیاء کے لیے بنائے گئے مخصوص سرکاری ادارہ "دار المسروقات" میں جمع کرانے اور اعلان کرانے کی غرض سے اُٹھائے۔ اور ان مذکورہ بالا تینوں اُمور کا تعلق احرام سے نہیں بلکہ حرم سے ہے۔ وہ حرمِ مکی ہو یا حرمِ مدنی۔ اور ان کی ممانعت کا ثبوت صحیح بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے جس میں ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، فَقَالَ الْعَبَّاسُ:

اس شہر مکہ کو اللہ نے اس دن سے احترام وحرمت والا بنایا ہے جس دن سے زمین وآسمان بنائے گئے تھے یہ حرمتِ الٰہی کے ساتھ قیامت تک کے لیے قابلِ احترام ہے اور اس میں مجھ سے پہلے کسی کو قتال (جنگ) کی اجازت نہیں دی گئی اور مجھے بھی دن کی ایک گھڑی میں اس کی اجازت ملی۔ یہ شہر حرمتِ الٰہی کے ساتھ قیامت تک کے لیے محترم ہے، اس کے کانٹے درخت نہ کاٹے جائیں۔ اس کے شکار کے جانوروں کو بھگایا (شکار) نہ کیا جائے اس میں گری پڑی کوئی چیز نہ اٹھائی جائے سوائے اس کے جو اس کا اعلان وتعارف کرانے کے لیے اٹھائے۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ [105]

[105] اس حدیث کو اس طرح سے طویل بخاری (۱۸۳۴) مسلم (۱۲۳/۹، ۱۲۶) ابوداؤد (۲۰۱۸) نسائی (۲۰۳/۵، ۲۰۴) ابن الجارود (۵۰۹) بیہقی (۱۹۵/۵) اور احمد (۲۵۹/۱، ۳۱۵، ۳۱۶) نے طاؤس کے واسطے سے ابن عباس سے روایت کیا ہے بخاری (۱۸۳۳) نسائی (۲۱۱/۵) بیہقی نے عکرمہ کے واسطے سے اور اسی طرح عبدالرزاق ۳۱۹۳ اور ان سے احمد ۳۴۸/۱ نے عمرو بن دینار کے واسطے سے بھی اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے مگر ان کی حدیث طاؤس کی حدیث کی نسبت مختصر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ تب [آپ کے چچا] حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول سوائے اذخر کے [اسے کاٹنے کی اجازت فرما دیں] کیوں کہ یہ بھٹی میں جلانے اور گھروں میں [بچھانے اور چھتوں پر ڈالنے کے] کام آتا ہے تو آپ نے فرمایا: سوائے اذخر کے۔ [یعنی اسے کاٹنے کی اجازت ہے]

اور بخاری و مسلم میں ہی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

لا یعضد شجرھا ولا یلتقط ساقطتھا الا منشدھا۔ [۱۰۶]

اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور اس کی گری پڑی چیز کوئی نہ اٹھائے سوائے اس کے جو اس کا اعلان کرنا چاہے۔

۱۸۔ کنگھا کرنا: بعض اہلِ علم احرام کی حالت میں کنگھا کرنے کے حق میں بھی نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک تو یہ زیب و زینت کے لیے ہوتا ہے جو یہاں مطلوب ہی نہیں دوسرے یہ جان بوجھ کر بالوں کو نوچنے کی شکل ہے جو کہ ممنوع ہے۔ لیکن اگر کوئی واقعی ضرورت پیش آجائے تو اس کی گنجائش ہے کیوں کہ صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو طواف سے پہلے ہی حیض آجانے کا ذکر ہے اور پھر اسی حالت میں انھیں منیٰ بھی جانا پڑا۔ اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم فرمایا:

انقضی رأسكِ وَامتشطی۔ [۱۰۷]

اپنے سر کے بالوں کو کھولو اور کنگھا کرو۔

---

[۱۰۶] اس کو بخاری (۱۱۲) "العلم" باب "کتابۃ العلم" مسلم (۹/۱۲۸-۱۳۰) ابو داؤد (۲۰۱۷) دارمی (۲/۲۶۵) "البیوع" ابن الجارود (۵۰۸) بیہقی (۵/۱۹۵) احمد (۲/۲۳۸) اسی طرح ابویعلی (۵۹۵۴) اور بزار (۱۱۵۰) نے روایت کیا ہے۔ [۱۰۷] بخاری ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۱۵۵۶) الحیض و الحج مسلم (۸/۱۲۸-۱۳۹) "الحج" ابوداود (۱/۸۱) وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر بالوں کے ٹوٹ جانے کا خدشہ نہ ہو تو بینڈھیوں کو کھولنا اور کنگھا کرنا جائز ہے البتہ بلا عذر کنگھا کرنا مکروہ ہے۔ [شرح مسلم للنووی ۴/۸/۱۲۰]

خلاصہ: ان "محرماتِ احرام" میں سے اگر کوئی بھی فعل سرزد ہو جائے تو اس پر فدیہ ہے مگر حج صحیح رہے گا سوائے جماع کے۔ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں جماع کر بیٹھے تو اس کا حج یا عمرہ باطل ہو جائے گا اور کسی فدیہ سے اس کی تلافی بھی ممکن نہیں۔ اس پر پوری اُمتِ اسلامیہ کا اجماع ہے۔ [المغنی ۳/۳۱۵، الفتح الربانی ۱۱/۲۳۳۔ ۲۳۶]

اور فدیے کی تفصیل ہم ذکر کر چکے ہیں کہ شکار کرنے کی شکل میں کیا ہے جبکہ باقی امور میں بال کٹوانے کی طرح ہی ہے۔

مباحاتِ احرام

بعض امور ایسے ہیں جو احرام کی حالت میں بھی جائز ہیں جنھیں فقہ اسلامی میں و مباحاتِ احرام کہا جاتا ہے۔ مگر بعض لوگ کم علمی کی وجہ سے ناحق پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ شاید احرام کی حالت میں انسان مشکلات میں جکڑ جاتا ہے اور ان کے نزدیک احرام باندھ لینا گویا پابند سلاسل اور پابجولاں ہو جانے کے مترادف ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ شریعتِ اسلامیہ نہایت آسان و متوازن اور فطرتِ انسانی کے مطابق ہے اور اس نے احرام کی حالت میں بھی کئی ضروری امور جائز اور مباح قرار دیئے ہیں مثلاً:

۱۔ غسل کرنا: اگر بدخوابی کی وجہ سے نہانے کی ضرورت پیش آجائے یا صرف گرمی سے ٹھنڈک حاصل کرنا اور پسینہ دور کرنا ہو تو ہر شکل میں غسل کرنا جائز ہے۔ اور غسل جنابت کے جواز پر تو تمام آئمہ مذاہب کا اتفاق ہے [فتح الباری ۴/۵۵، ۵۶، الفتح الربانی ۱۱/۲۱۰،۲۱۱]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا احرام کے دوران غسل کے بارے میں اختلاف رائے ہو گیا جبکہ وہ 'ابواء' نامی مقام پر تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: احرام والا سر دھو سکتا ہے، اور حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے فرمایا: احرام والا سر کو نہ دھوئے۔ حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن حنین رحمۃ اللہ و رضی عن والدہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا حضرت عبداللہ بن حنین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو کنویں کے پاس کپڑے کی اوٹ میں غسل کرتے پایا، میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے بتایا کہ: میں عبداللہ بن حنین رض ہوں مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں آپ سے پوچھوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں کس طرح سر اقدس کو دھویا کرتے تھے؟! حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے پردے والے کپڑے پر ہاتھ رکھا جس سے وہ کپڑا کچھ سکڑ گیا حتی کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا سر مجھے نظر آنے لگا۔ پھر انھوں نے کسی کو کہا کہ میرے سر پر پانی ڈالو:

فصبّ على رأسه، ثمّ حرّك رأسه بيديه فأقبل بهما وأدبر، وقال: هكذا رأيته صلى الله عليه وسلم يفعل۔ [۱۰۸]

۱۰۸: اس حدیث کو مالک (۱/۳۲۳) اور مالک کے طریق سے بخاری ۴/۱۸ مسلم (۸/۱۲۵) ابوداؤد (۴/۱۸) نسائی (۵/۱۲۸) ابن ماجہ (۲۹۳۴) بیہقی ۵/۶۳، اور احمد (۵/۴۱۸) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا۔ انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو خوب ہلایا اور سر کے آگے تک اور پیچھے تک ہاتھوں کو پھیرا (یعنی مَل کر سر دھویا) اور پھر فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے فتح الباری [۴/۵۶] میں ابن عیینہ کے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

فرجعت الیھما، فاخبرتھما، فقال المسور لابن عباس: لا اماریك ابداً۔ ۱۰۹

میں ان دونوں کی طرف لوٹ کر گیا اور انھیں یہ جواب بتایا تو حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آج کے بعد میں کبھی بھی آپ سے بحث نہیں کروں گا۔ (یعنی ان کے علم وفضل کا اعتراف کرلیا)

اور آگے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ مزید لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں غسل کرنا اور مُحرِم کا اپنے سر کو خوب مَل کر دھونا جائز ہے جبکہ بالوں کے گرنے کا خدشہ نہ ہو۔ ایسے ہی وضو کے وقت احرام کی حالت میں بھی داڑھی کے بالوں کا خلال کرنا مستحب ہے۔ [فتح الباری ۴/ ۵۷]

۱۰۹: سفیان بن عیینہ کے طریق سے اس حدیث کو دارمی (۲/ ۳۲) ابن الجارود (۴۴۲) ابن خزیمہ (۲۶۵۰) اور مسلم نے روایت کیا ہے مگر مذکورہ الفاظ اس طرح سے کسی کے ہاں بھی نہیں ہیں سوائے صحیح ابن خزیمہ کے، اس میں یہ الفاظ ہیں "فاتیت ابن عباس فاخبرته، فقال له المسور: لا أماریك فی شیٔ بعدھا أبداً" حافظ صاحب نے جو الفاظ نقل کیے ہیں ممکن ہے وہ کسی دوسری کتاب میں ہوں۔ اس طرح ابن جریج کی روایت میں آخری الفاظ "لا أماریك ابداً" ہیں اور ان کی روایت مسند احمد (۵/ ۴۲۱) اور مسلم میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔سر کو مل کر دھونا: اس حدیث سے جوازِ غسل کے علاوہ سر کو دونوں ہاتھوں سے خوب مَل کر دھونے کے جواز کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سر کو مل کر دھونے میں کسی بال کے ٹوٹنے اور گرنے کا گمان غالب ہوتا ہے اس کے باوجود جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سر کو مل کر دھونے کا ثبوت ملتا ہے تو اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ دورانِ غسل اگر سر یا بدن کے کسی حصہ سے کوئی بال ٹوٹ کر گر گیا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اور سر کو دھونے کے جواز پر جمہور اہلِ علم اور اکثر آئمہ مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل۔ اوزاعی، اسحاق بن راہویہ اور سفیان ثوری وغیرہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے۔

(الفتح الربانی ۱۱/۲۱۳ وانظر ایضاً فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۶/ ۱۱۶)

ایسے ہی حنابلہ اور شوافع کے نزدیک غسل کے لیے خوشبودار صابن بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور احناف کے نزدیک وہ صابن جائز ہے جس میں خوشبو نہ ہو

(الفقہ علی المذاھب الاربعہ ۱/۶۵۰-۶۵۱، فقہ السنہ ۱/۶۶۲)

۳۔سر دھوتے وقت اس کا ڈھک جانا: غسل کے جواز اور سر کو مل کر دھونے کا ثبوت تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گیا جبکہ خلفاءِ راشدین میں سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اثر بھی مؤطا امام مالک اور مسند امام شافعی میں ہے جس سے احرام کی حالت میں ان کے سر دھونے کا پتہ چلتا ہے جس میں ان کے الفاظ ہیں:

مَا یَزِیْدُ الْمَاءُ الشَّعْرَ اِلَّا شَعْثًا۔ [۱]

پانی سر کے بالوں کی پراگندگی میں اضافہ ہی کرتا ہے۔

اور امام شوکانی رحمۃ اللہ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ سر کو دھوتے وقت ہاتھوں سے جو سر ڈھک جاتا ہے وہ بھی جائز ہے اور ان کا استدلال سابقہ حدیث

---

[۱] مالک (۱/۳۲۳) والشافعی فی "مسندہ" (۱۱۷) وعنہ البیہقی (۵/۶۳) امام مالک کی سند منقطع ہے مگر امام شافعی والی سند موصول ہے لہٰذا یہ صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے۔ [نیل الاوطار ۱۳/ ۱۳/۶ طبع بیروت]

اور اگر پانی میں غوطہ لگایا جائے تو ظاہر ہے کہ اس سے بھی سر پانی کے نیچے آجاتا اور ڈھک جاتا ہے۔ اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ مسند شافعی و سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال لی عمر ونحن محرمون بالجحفة:
تعال اباقیك، أيُّنا أطول نفساً فی الماء؟ [111]

ہم جحفہ کے مقام پر احرام کی حالت میں تھے کہ مجھے حضرت عمرؓ نے کہا: آؤ پانی میں غوطہ لگا کر دیکھیں کہ ہم میں سے زیادہ لمبی سانس کس کی ہے؟ [نیل الاوطار ۳/۶/ ۱۳]

امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک سر کو پانی کے نیچے ڈھکنا بھی مکروہ ہے۔ جبکہ یہ اثر فاروقی اس کی تردید کر رہا ہے۔

۴۔ احرام کو بدلنا یا دھونا: احرام کے طور پر باندھی ہوئی چادر یا عورتوں کے لباس کو کوئی غلاظت لگ جائے یا وہ زیادہ میلے ہو جائیں تو انھیں دھویا بھی جا سکتا ہے اور اگر دوسرے نئے کپڑے موجود ہوں تو انھیں بدلنا بھی جائز ہے۔ [التحقیق والایضاح لابن باز ص ۲۶ فقہ السنہ ۱/ ۶۶۵]

اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں تعلیقاً اور دارقطنی و بیہقی میں موصولاً مروی ہے:

یدخل المحرم وینزع ضرسه واذا انكر ظفره طرحه
ویقول: امیطوا عنكم الاذی فان الله لا یصنع باذاكم
شیئاً۔ [112]

---

[111]: الشافعی (۱/۷) وعنہ البیہقی (۵/ ۶۳) باسناد صحیح۔ [112]: الدارقطنی (۲/ ۲۳۲/ ۲۳۳) وعنہ البیہقی (۵/ ۶۳) اس کے سب راوی ثقہ ہیں مگر ابن جریج مدلس ہے مگر اس اثر کو وہ ایوب سے بیان کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ بیہقی (۵/ ۶۲) میں ایوب سے اس اثر کو سفیانؒ ثوری نے بھی روایت کیا ہے۔ "امیطو عنکم..." یہ الفاظ بیہقی میں سفیان ہی کے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُحرِم حمام میں جا (نہا) سکتا ہے اور داڑھ نکال (یا نکلوا) سکتا ہے اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے تو اُسے اُتار کر پھینک سکتا ہے اور وہ کہا کرتے تھے کہ اپنے سے میل کچیل دُور کرو کیوں کہ اللہ کو اس سے کوئی غرض نہیں۔ اور انہی کے بارے میں سنن بیہقی میں مروی ہے کہ وہ مقام جحفہ پر احرام کی حالت میں نہانے کے لیے حمام میں داخل ہوئے تو انھیں کہا گیا کہ احرام کی حالت میں آپ حمام میں جا رہے ہیں تو انھوں نے فرمایا:

انّ اللہ ما یعبأ باوساخکم شیئاً۔ ۱۱۳

اللہ کو تمہارے میل کچیل سے کوئی غرض نہیں۔

یہ بات جس طرح غسل کے بارے میں کہی جا سکتی ہے ویسے ہی کپڑے (احرام) دھونے کے بارے میں بھی ممکن ہے جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے:

یغتسل المحرم ویغسل ثیابہ۔ ۱۱۴

مُحرِم غسل کر سکتا ہے اور اپنے احرام والے کپڑے دھو سکتا ہے۔

ان آثارِ صحابہ سے احرام کے گندے کپڑوں کو دھونے کے جواز کا پتہ چلتا ہے اور بدل کر نئے پہن لیئے تو بھی وہی بات ہے [دانظر للایضاً المحلی لابن حزم ۷/۲۴۷، ۲۴۸]

۵۔ سایہ کرنا: احرام کی حالت میں دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لیے چھتری، کپڑے خیمے گاڑی کی چھت یا کسی بھی چیز کے سائے میں بیٹھنا جائز ہے اور اس کا ثبوت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں موجود ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی وہ معروف حدیث جو صحیح مسلم اور دیگر کتب میں بھی ہے جس میں حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آنکھوں دیکھا حال اور تفصیلی وقائع کی

۱۱۳: البیہقی (۵/۶۳) اسکی سند اگرچہ انتہائی ضعیف ہے مگر ۱۱۲ میں دوسری سند سے گذرے ہوئے اثر ابن عباس کے ان الفاظ "امیطوا عنکم الاذی:" سے اسکی تائید ہوتی ہے۔

۱۱۴: البیہقی (۵/۶۳) باسناد صحیح۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصویر کشی کی گئی ہے اس میں وہ فرماتے ہیں:

..... وامر بقبة من شعر تضرب له بنمرة حتى اتى عرفة فوجد القبة قد ضربت له بنمرة فنزل بها حتى اذا زاغت الشمس .... [۱۱۵] الخ

حکم فرمایا ... جب آپ عرفات کی طرف روانہ ہوئے تو نمرہ میں اپنے لیے خیمہ نصب پایا۔ آپ اس میں تشریف لے گئے یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا ....

ایسے ہی صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

رایت اسامة وبلالا واحدهما آخذ بخطام ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم والآخر رافع ثوبه يستره من الحر حتى رمى جمرة العقبة۔ [۱۱۶]

میں نے اسامہ اور بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان میں سے ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے نے اپنے کپڑے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ سے بچانے کے لیے سایہ کیا ہوا تھا۔ اور یہ سلسلہ آپ کے جمرۂ عقبہ پر رمی کر لینے تک بحال رہا۔

یہ دونوں حدیثیں اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں کہ بوقتِ ضرورت کسی بھی چیز کا سایہ کیا جا سکتا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے (مجموع الفتاوی ۲۶/۱۱۲)

۱۱۵: اس حدیث کی مفصل تخریج نمبر ۱۹۰ میں آئیگی۔ ۱۱۶: اس حدیث کو مسلم (۹/۴۶) احمد (۶/۴۰۲) اسی طرح اسے نسائی (۵/۲۶۹) ابن خزیمہ (۲۶۸۸) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۵/۱۵۷) اور "الاوسط" (۱۱۸)، فاکہی نے "اخبار مکۃ" (۴/۲۸۶) اور بیہقی (۵/۶۹) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی بعض آثارِ صحابہ سے بھی سایہ کر لینے کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔

مثلاً امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مصنف ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن عامر کی روایت ہے:

خرجت مع عمر رضی اللہ عنہ فکان یطرح النطع علی الشجرۃ فیستظل بہ وھو محرم۔[۱۷۱]

یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا وہ درخت پر چمڑے کا چادر نما ٹکڑا ڈال کر سایہ کرتے اور اس کے نیچے بیٹھتے تھے جبکہ وہ احرام کی حالت میں ہوتے تھے۔

اور امام عطاءؒ تو فرماتے ہیں کہ مُحرِم دھوپ سے بچنے کے لیے سایہ میں بیٹھ سکتا ہے اور آندھی و بارش سے بچنے کے لیے بھی کسی چیز کا (سر یا منہ کے لیے) سہارا لیا جا سکتا ہے اور حضرت ابراہیمؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسود بن یزیدؓ نے احرام کی حالت میں اپنے سر پر چادر ڈال لی اور اس طرح وہ بارش سے اپنا بچاؤ کر رہے تھے۔ (فقہ السنہ ۱/۶۶۹)

ان آثارِ صحابہ و تابعین سے معلوم ہوا کہ ایسے ہنگامی حالات میں سر پر کوئی چیز ڈال لینے سے بھی احرام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور بوقتِ ضرورت کوئی چیز سر پر اٹھا لینے کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص بھول کر اپنے سر کو کسی پگڑی ٹوپی یا رومال سے ڈھانپ لے تو احناف کے نزدیک اس پر فدیہ ہے جبکہ معروف تابعی امام عطاءؒ کا قول ہے کہ اس پر کوئی فدیہ نہیں بس اس بھول پر استغفار کرلے اور شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے اور یہی مسلک شرعی قاعدہ کے اعتبار سے (کہ بھول چوک معاف ہے) زیادہ صحیح ہے۔ (فقہ السنہ ۱/۶۶۷ بالتصرف)

۶۔ **آنکھوں میں سُرمہ یا دوا لگانا:** آنکھیں دُکھتی ہوں یا پسینے اور غبار کی وجہ سے بوجھل ہو رہی ہوں تو سُرمہ یا کوئی دوا (آئی ڈراپس، آئی ٹیوب)

۱۷۱: مصنف ابن ابی شیبہ کما فی فقہ السنہ (۱/۶۶۹)۔ مؤلف۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الرجل اذا اشتکی عینیہ وھو محرم ضمدھا بالصبر۔ [118]

وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آنکھیں دکھنے کی شکایت کی جب کہ وہ احرام کی حالت میں تھا تو آپ نے اس کی آنکھوں پر "صبر" (ایلوا) نامی بوٹی کی پٹی باندھی۔

غرض کوئی بھی دوا اور سرمہ استعمال کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ خوشبو دار نہ ہو اور دوا کے طور پر اس کے جواز پر علماء کا اجماع ہے (فقہ السنہ ۱/ ۶۶۹) اور محض زینت کے لیے سرمہ لگانا مناسب نہیں لیکن اگر کوئی لگا ہی لیتا ہے تو بھی اس پر کوئی فدیہ نہیں اور اس بات پر امام ابن قدامہ نے تمام آئمہ و فقہاء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (المغنی ۳/ ۲۹۵ مصری)

۷۔ سمندری شکار: سمندری جانوروں مچھلی وغیرہ کا شکار کرنا اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ سورۃ مائدہ آیت: ۹۶ میں ارشادِ الٰہی ہے:

اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا، وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

(المائدۃ: ۹۶)

تمہارے لیے سمندری جانوروں کا شکار اور ان کا گوشت کھانا حلال

---

[118] مسلم (۸/ ۱۲۴) ابوداؤد (۱۸۳۸، ۱۸۳۹) ترمذی (۹۵۲) نسائی ۵/ ۱۴۳ دارمی (۲/ ۷۱) ابن الجارود (۴۴۳) ابن خزیمۃ (۲۶۵۴) بیہقی (۵/ ۶۲) طیالسی (۱/ ۲۱۳) اور احمد (۱/ ۵۹، ۶۰، ۶۸، ۶۹)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہے۔ یہ تمہارے اور دوسرے مسافروں کے فائدہ کے لیے ہے [وہاں بھی کھاؤ اور زادِ راہ بھی لے سکتے ہو] اور تم پر خشکی کا شکار حرام قرار دیا گیا ہے جب تک تم احرام کی حالت میں رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم اکٹھے کیئے جاؤ گے۔

۸. بلاقصد عورت سے چھو جانا: احرام کی حالت میں دورانِ سفر یا خیمہ میں بیٹھتے اٹھتے بلا قصد اور بلا شہوت عورت سے چھو جائے تو امام نووی رحمہ اللہ کے بقول بلا اختلاف اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ [الفتح الربانی ۱۱/۲۳۶] البتہ شہوت کے ساتھ چھونا حرام ہے جس کی تفصیل "محرماتِ احرام" میں گزر چکی ہے۔

۹. موذی جانوروں کو مارنا: خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرم اور احرام میں حرام ہے لیکن اس کا یہ معنٰی بھی ہرگز نہیں ہے کہ کسی بھی جانور کو کسی بھی حالت میں نہیں مار سکتے بلکہ موذی (تکلیف دہ اور ضرر رساں) جانوروں کو جان سے مار دینے کی اجازت ہے اور اس سے حرم شریف کے احترام اور احرام پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اور نہ ہی اس پر کوئی کفارہ و فدیہ لازم آتا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے اس پر تمام آئمہ کا اتفاق نقل کیا ہے۔ [بحوالہ الفتح الربانی ۱۱/۲۷۵]

اور اس جواز کی دلیل متعدد صحیح احادیث ہیں جن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری و مسلم ترمذی و نسائی اور بیہقی و مسند احمد میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خمس من الدواب لیس علی المحرم فی قتلھن جناح۔

پانچ جانور ایسے ہیں جنھیں محرم قتل کر دے تو اسے کوئی گناہ نہیں

جبکہ دوسری روایت، جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے بیان کی ہے اس میں ان پانچ جانوروں کے نام بھی مذکور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو یہ ہیں :

الغراب والحدأة والعقرب والفأرة
والكلب العقور۔ ۱۱۹

کوا، چیل، بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا۔

اور صحیح بخاری ومسلم، نسائی وابن ماجہ، بیہقی اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رض سے مروی حدیث میں بچھو کی بجائے سانپ کا لفظ ہے چنانچہ وہ فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

خمس فواسق يقتلن فى الحل والحرم الحية
والغراب الأبقع والفأرة والكلب العقور والحديا۔ ۱۲۰

پانچ جانور فاسق (موذی) ہیں انھیں حِل وحرم ہر جگہ (اور ہر حالت میں) قتل کر دیا جائے۔ سانپ۔ سیاہ وسفید کوا، چوہا کاٹنے والا کتا اور چیل۔

مذکورہ چھ موذی جانوروں کے علاوہ ان کے حکم میں آنے والے دوسرے جانوروں مثلاً شیر، چیتا اور بھیڑیا وغیرہ کو مارنے سے بھی احرام پر کوئی اثر نہیں پڑتا

---

۱۱۹ : (۱) حدیث ابن عمر رض کو مالک (۱/ ۳۰۶) بخاری (۱۸۲۶) مسلم (۸/ ۱۱۵، ۱۱۸) ابوداؤد (۱۸۴۶) نسائی (۵/ ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۰) دارمی (۲/ ۳۶) ابن ماجہ (۳۰۸۸) ابن الجارود [۴۴۰] بیہقی [۵/ ۲۰۹، ۲۱۰] اور أحمد (۲/ ۳/ ۸/ ۳۲/ ۴۸/ ۵۰/ ۵۲، ۵۴، ۶۵، ۸۲، ۱۳۸) نے روایت کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث ترمذی میں نہیں ہے (۲) حدیث حفصہ رض کو بخاری (۱۸۲۷، ۱۸۲۸) مسلم نسائی (۵/ ۲۱۰) ابن خزیمۃ (۲۶۶۵) بیہقی (۵/ ۲۱۰) واحمد (۶/ ۲۸۵) نے روایت کیا ہے۔

۱۲۰ : اس حدیث کو بخاری (۱۸۲۹) مسلم (۸/ ۱۱۳۔ ۱۱۵) ترمذی (۸۳۷) نسائی ۵/ ۱۸۸ ابن ماجہ (۳۰۸۷) دارمی (۲/ ۳۶، ۳۷) بیہقی (۵/ ۲۰۹) اور احمد (۶/ ۳۳، ۸۷، ۹۷، ۹۸، ۱۶۴، ۲۰۳، ۲۳۱، ۲۵۰، ۲۵۹، ۲۶۱) نے روایت کیا ہے۔ واضح رہے کہ بخاری، ترمذی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارمی اسی طرح مسلم، بیہقی اور مسند احمد کی بعض روایات میں سانپ کی بجائے بچھو ہی کا ذکر ہے اور بچھو کی بجائے سانپ کا ذکر نسائی، ابن ماجہ اسی طرح مسلم، بیہقی اور احمد (۶/ ۹۷، ۹۸، ۲۰۳) کی بعض روایات میں ہے۔ احمد (۶/ ۲۵۰) کی ایک دوسری روایت میں سانپ اور بچھو دونوں کا ہی ذکر ہے اسی طرح ایک اور روایت (۶/ ۲۵۹) میں بھی ان دونوں کا ذکر ہے مگر اس مقام پر چوپایا کا ذکر نہیں ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کو کاٹنے والے کتے کے حکم میں شمار کیا گیا۔ [فتح الباری ۴/ ۳۶، ۳۹]
اور "الکلب العقور" میں شیر کا شمار ہونا تو ایک حدیث سے بھی ثابت ہے جسے امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۴/ ۳۹) میں اس کی سند کو حسن درجہ کی قرار دیا ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لیے بددعا فرمائی: اللّٰھم سلط علیہ کلباً من کلابک [۱۲۱] اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط کر دے۔ تو اسے ایک [illegible] کیا تھا۔
اور فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے اور انہی سے نقل کرتے ہوئے سید سابق نے فقہ السنہ میں لکھا ہے کہ چھوٹی جسامت والا عام کوّا جو دانہ چگتا اور کھیتوں والا (گھریلو) کوا کہلاتا ہے۔ وہ اس حکم سے [illegible] ج ہے۔ [فقہ السنہ ۱/ ۶۷۱، فتح الباری ۴/ ۳۸]
اور مکھی، مچھر، کھٹمل، چیچڑی اور چیونٹی کو [illegible] یا مار دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ان میں سے بعض موذی چیزوں کو تو بچھو پر محمول کیا جا سکتا ہے جب کہ بعض صحابہؓ و تابعین کے آثار سے بھی اس کے جواز کا پتہ چلتا ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ محرم کا چیچڑی کو اونٹ [یا دوسرے جانور] سے نکال کر پھینکنا اور اسے مار دینا قابلِ مواخذہ نہیں اور امام عطاءؒ سے کسی آدمی نے پوچھا کہ اگر کسی محرم کے جسم پر کوئی چیونٹی رینگ رہی ہو تو وہ کیا کرے؟ تو انھوں نے فرمایا: الق عنک مالیس منک جو چیز تمہارے جسم کا حصہ نہیں اسے اتار پھینکو۔ [فقہ السنہ ۱/ ۶۷۰] اور علامہ ابن حزم مکھی وغیرہ کے مارنے کے جواز کے قائل ہیں [المحلی ۷/ ۲۴۵]
اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: جو چیز عادۃً انسانوں کے لیے اذیت ناک ہو اُسے مُحرم مار سکتا ہے جیسے سانپ، بچھو، چوہا، کوّا اور کاٹنے والا کتا ہے اور تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں: اگر کسی کو کھٹمل یا جوئیں کاٹ رہی ہوں تو انھیں پکڑ کر پھینک سکتا ہے اور مار بھی سکتا ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں البتہ مارنے سے

---

[۱۲۱]: اس کو حاکم (۲/ ۵۳۹) نے ابو عقربؓ سے روایت کیا ہے۔ اور صحیح کہا ہے اور ذہبی نے انکی موافقت کی ہے اور حافظ ابن حجر نے اسکو حسن کہا ہے جیسا کہ مؤلف نے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھینکنا اچھا ہے۔ اور اگر کسی کو جوئیں تکلیف نہ دے رہی تو کسی کو سر دکھانا درست نہیں اور اگر کوئی ایسا کر لیتا ہے تو بھی اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔ [فتاوی ابن تیمیہ ۲۶/۱۱۸]

۱۰۔ منہ ڈھانپنا: احرام کی حالت میں جان بوجھ کر سر کو کسی چیز سے ڈھانپنا تو منع ہے جیسا کہ "محرّماتِ احرام" کے ضمن میں صحیح بخاری و مسلم کی احادیث گزری ہیں۔ ان میں سے حضرت ابن عباس رضی سے مروی عرفات میں اونٹنی سے گر کر وفات پانے والے شخص کی تکفین و تدفین کے سلسلہ میں [لا تخمّروا رأسہ] کے الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف سر کو ڈھکنے سے منع فرمایا گیا تھا اور اس میں چہرہ داخل نہیں ہے۔ لہٰذا جمہور کا مسلک یہی ہے کہ چہرے کو ڈھانپنے کی اجازت ہے۔

البتہ اس حدیث کی بعض روایات میں "لا تخمّروا وجھہ" کے الفاظ بھی آئے ہیں جن سے چہرے کو ڈھانپنے کی ممانعت کا حکم اخذ کیا گیا ہے لیکن فتح الباری ۴/۵۴ میں حافظ ابن حجرؒ نے جمہور کی طرف سے لکھا ہے کہ اس روایت میں "چہرے" کے لفظ کے ثابت ہونے میں کلام کیا گیا ہے۔ ابن المنذر نے اسے صحیح قرار دینے میں تردّد سے کام لیا ہے اور امام بیہقیؒ نے کہا ہے کہ اس روایت میں چہرے کا ذکر غریب ہے اور یہ بعض رواۃ کا وہم ہے۔

اور پھر ان اقوال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سب محلّ نظر ہیں اور یہ حدیث بظاہر صحیح ہے اور آگے مسلم و نسائی میں مذکور روایات ذکر کی ہیں۔ اور صاحبِ فتح الباری لکھتے ہیں کہ دراصل یہ روایت خوشبو لگانے سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ یہ کہ یا منہ کو ڈھانپنے یا کھلا رکھنے کے بارے میں ہے۔ اور اہلِ علم میں سے علّامہ ناصر الدین البانی نے حافظ ابن حجرؒ کے اس قول کو "عجیب" قرار دیا ہے اور "چہرے" کے لفظ والے اضافے کو ثابت قرار دیا ہے۔ [الارواء ۴/۲۰۰] اور اہلِ ظاہر کا کہنا ہے کہ دونوں طرح کے مواقع پر عمل کرنے کے لیے یوں کریں کہ محرِم زندہ ہو تو وہ چہرے کو ڈھانپ لے، جائز ہے ہاں اگر کوئی احرام کی حالت میں ہی مر جائے تو اس کے منہ کو ننگا رکھا جائے۔ [للتفصیل فتح الباری ۴/۵۴-۵۵] اور امام نوویؒ نے اس مذکورہ روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ محرِم میت کے چہرے کو ڈھانپنے کی ممانعت اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بناء پر نہیں کہ وہ مُحرم ہے بلکہ یہ ممانعت اس بناء پر ہے کہ چہرہ ڈھانپنے سے کہیں سر کا کچھ حصہ نہ ڈھک جائے کیونکہ اس کا امکان رہتا ہے۔ [للتفصیل شرح مسلم للنووی ۸/۱۲۶، ۱۲۹] اور سنن سعید بن منصور کے حوالہ سے حافظ ابن حجرؒ نے امام عطاء کا قول نقل کیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ مُحرم اپنے چہرے کو اپنا ابرووں کے نیچے تک اور ایک روایت کے مطابق اپنی آنکھوں کے نیچے تک ڈھانپ سکتا ہے۔ اور اس میں یہ احتیاط پیشِ نظر رکھی گئی ہے کہ کہیں سر نہ ڈھک جائے۔ [فتح الباری ۴/۵۵] اور بعض آثارِ صحابہ و تابعین سے منہ کو ڈھانپ لینے کے جواز کا پتہ چلتا ہے چنانچہ مسند امام شافعی اور سنن سعید بن منصور میں حضرت قاسمؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین، زید بن ثابت اور مروان بن حکمؒ احرام کی حالت میں منہ کو ڈھانپا کرتے تھے۔ ۱۲۲

اور امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو لوگ (صحابہ) احرام کی حالت میں بھی منہ ڈھانپ لیتے تھے۔ اور امام طاؤس کا قول ہے کہ مُحرِم گرد و غبار یا راکھ سے بچاؤ کے لیے منہ ڈھانپ سکتا ہے [فقہ السنہ ۱/۶۶۶] ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقتِ ضرورت منہ ڈھانپ لینے سے کوئی فدیہ لازم نہیں ہوتا۔

۱۱: پچھنے یا فصد لگوانا: احرام کی حالت میں سر یا جسم کے دوسرے کسی بھی حصہ پر پچھنے لگوانا، فصد لگوانا یا سینگی کھنچوانا بھی جائز ہے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:۔ اِحْتَجَمَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ مُحْرِمٌ [وفی روایۃ] فی رَاْسِہٖ مِنْ صُدَاعٍ۔ ۱۲۳

۱۲۲۔ رواہ الشافعی و سعید بن منصور کما فی فقہ السنہ ۱/۶۶۶ (مؤلف)۔ ۱۲۳۔ بخاری (۱۸۳۵، ۵۶۹۵، ...، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱) "جزاء الصید والطیب" مسلم (۸/۱۲۳) ابوداؤد (۱۸۳۵، ۱۸۳۶) ترمذی (۸۳۹/۳) نسائی (۵/۱۹۳) مسند احمد (۱/۲۲۶، ۲۴۹، ۲۵۹، ۲۹۲، ۳۵۱، ۳۷۲، ۳۷۴) اسی طرح ابن خزیمۃ (۲۶۵۱، ۲۶۵۷) حاکم (۱/۴۵۳) اور بیہقی (۵/۶۴) نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ اسی طرح دارمی (۲/۳۷، ۳۶۳۰) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں فصد لگوائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ فصد ایک درد کی وجہ سے سر میں لگوائی تھی۔

جب کہ ابوداؤد و نسائی اور مسند احمد میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم احتجم وهو مُحرِمٌ على ظهر القدم من وجع كان به۔ ۱۲۴

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درد کی وجہ سے احرام کی حالت میں اپنے پاؤں پر فصد لگوائی۔

اور سر میں فصد لگوانے کے لیے کچھ بال کاٹنے ضروری ہوتے ہیں مگر ان احادیث میں کسی فدیے کا کوئی ذکر نہیں یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ایسی مجبوری کی صورت میں تھوڑے سے بال کٹوانے پر بھی کوئی فدیہ نہیں ہے۔ [مناسک الحج والعمرہ للالبانی ص۱۰۹]

۱۲۔ سر یا جسم کے کسی حصہ کو خارشنا: احرام کی حالت میں سر یا جسم کے کسی حصہ پر خارش ہو تو خارشا جا سکتا ہے کیوں کہ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور موطا امام مالک میں موصولاً مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا محرم اپنے جسم کے کسی حصہ کو خارش سکتا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا ہاں اور فرمایا کہ خوب خراشے اور یہ بھی فرمایا:

لو ربطوع يداي ولم اجد الّا ان احُكَّ برجلي لحككت۔ ۱۲۵

اگر میرے دونوں ہاتھ باندھ دیئے جائیں تو میرے لیے اس کے سوا

۱۲۴: ابوداؤد (۱۸۳۷) نسائی (۵/۱۹۴) مسند احمد (۳/۱۶۴) ایضاً ابن خزیمۃ (۲۶۵۹) حاکم (۱/۴۵۳) بیہقی (۹/۳۳۹) بغوی (۱۹۸۶) اور ابویعلی (۳۰۴۱) اسکی سند صحیح ہے ابن خزیمہ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے حاکم اور ذہبی نے اسکو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور یہ انکی شرط پر ہی ہے ۱۲۵: اخرجہ مالک ۱/۳۵۸ وعنہ البیہقی ۵/۶۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی چارۂ کار نہ رہے کہ میں اپنے پاؤں سے خراشوں تو بھی میں ضرور ہی خراش لوں گی۔

ایسے ہی صحیح بخاری میں تعلیقاً اور بیہقی میں موصولاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ ابو مجلز بیان کرتے ہیں:

رایت ابن عمر یحك راسه وهو محرم فظننت له فاذا هو یحك باطراف انامله۔ ۱۲۶

میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ احرام کی حالت میں اپنے سر کو خراش رہے تھے۔ اور جب میں نے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی انگلیوں کے پوروں سے خراش رہے ہیں۔

ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عباس، جابر اور سعید بن جبیرؓ اور امام عطاء و ابراہیم رحمہما اللہ کے آثار بھی ہیں [فقہ السنۃ ۱/ ۶۶۸] اور دیگر کثیر صحابہ کے علاوہ فقہاءِ احناف، مالکیہ اور حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ [الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/ ۶۴۳]

اور اسی طرح سر یا جسم کے کسی بھی حصّہ کو خراشنے سے کوئی بال ٹوٹ کر گر جائے تو امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک اس میں کوئی حرج و فدیہ نہیں ہے [مجموعہ رسائل کبری ۲/ ۳۶۸ بحوالہ حجۃ النبیؐ للشیخ الالبانی ص ۲۷] البتہ اس میں ممکن حد تک احتیاط سے کام لینا ہی بہتر ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے اندازہ ہوتا ہے۔

۱۳: بیلٹ، گھڑی، زیور، عینک، پرس، آئینہ بھی احرام کی تہبند کے طور استعمال کی جانے والی چادر پر بیلٹ باندھنا، بوقتِ چادر کو گرہ دے لینا، مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہن لینا عورت کا کوئی زیور پہننا، کلائی پر گھڑی باندھنا، عینک لگانا، پیسوں والا پرس کندھے پر لٹکانا یا گلے میں باندھ کر لٹکا لینا اور آئینہ دیکھنا یہ سبھی امور جائز ہیں ان میں سے کسی کی ممانعت ثابت نہیں بلکہ اس کے برعکس پرس لٹکانے یا بیلٹ باندھنے اور انگوٹھی

۱۲۶: البیہقی [۵/ ۶۴]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہننے کے جواز پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امام عطاء رحمۃ اللہ کے آثار [۱۲۷] بخاری شریف میں موجود ہیں۔ اور علامہ ابن حزم رح نے المحلی [۷/ ۲۴۷] میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نقل کیا ہے:

اَنَّہٗ کَانَ یَنظُرُ فِی الْمِرْاٰۃِ وَھُوَ مُحْرِمٌ۔ [۱۲۸/۱]

وہ (ابن عمر رضی اللہ عنہ) احرام کی حالت میں آئینہ دیکھ لیا کرتے تھے۔

اور صحیح بخاری و محلی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا بَاْسَ اَنْ یَّنظُرَ الْمُحْرِمُ فِی الْمِرْاٰۃِ [۱۲۸/۲]

محرم اگر آئینہ دیکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور صحابہ میں سے علامہ ابن حزم کی تحقیق کے مطابق ان کا کوئی مخالف نہیں نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز [فقہ السنہ ۱/ ۶۶۸] اور حضرت حسن بصری امام ابن سیرین عطاء، طاؤس عکرمہ، ابوحنیفہ، شافعی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے [المحلی ص۲۴۷، ۲۴۸]

۱۴۔ **پھول یا بوٹی کی خوشبو سونگھنا:** احرام کی حالت میں خوشبو لگانا تو منع ہے البتہ کسی بوٹی یا پھول کی خوشبو سونگھنا قابل مواخذہ نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور موطا امام مالک و سنن بیہقی میں حضرت سعید بن مسیب کے آثار سے پتہ چلتا ہے [۱۲۹] اور علامہ ابن حزم رح نے بھی المحلی [۷/ ۲۴۶] میں اسے جائز قرار دیا ہے اور حضرت ابن عباس کا وہ اثر بھی نقل کیا ہے جو صحیح بخاری میں تعلیقاً اور دارقطنی بیہقی میں موصولاً مروی ہے۔ [۱۳۰] جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے میل کچیل سے کوئی غرض نہیں اور فرمایا کہ

---

[۱۲۷]: انظر حجۃ النبی ﷺ للالبانی ص۳۰ و ص۱۳۱ (مؤلف) [۱۲۸]: اس اثر کی سند صحیح ہے۔ یہ اثر دوسری سند سے موطاء مالک (۱/ ۳۵۸) میں بھی ہے اور اس میں ہے کہ ابن عمر نے آنکھوں میں کسی وجہ سے بحالت احرام آئینہ دیکھا تھا مگر یوں لگتا ہے کہ ایوب بن موسیٰ نے یہاں اپنے اور ابن عمر کے درمیان نافع کا واسطہ حذف کر دیا ہے واللہ اعلم [۱۲۹]: انظر المحلی لابن حزم تحقیق احمد شاکر ۷/ ۲۴۶ و حجۃ النبی للالبانی ص۲۸ و ص۲۹ (مؤلف) [۱۳۰]: اس اثر کی تخریج [۱۱۲] میں گزر چکی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محرم حمام میں داخل ہو (نہا) سکتا ہے کوئی دانت داڑھ درد کر رہا ہو تو اُسے نکال (نکلوا) سکتا خود بخود کوئی ناخن ٹوٹ جائے تو اسے اُتار پھینک سکتا ہے اور ان کے نزدیک گلِ ریحان (بلکہ کسی بھی پھول یا بوٹی) کی خوشبو سونگھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور دانت داڑھ نکلوانے کی طرح ہی بوقتِ ضرورت مرہم پٹی کروائی جا سکتی ہے اِس سے بھی احرام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ [فقہ السنہ ۱/۶۶۷] اور جان بوجھ کر خوشبو کے استعمال پر تو فدیہ ہے کیوں کہ یہ منع ہے لیکن اگر کوئی شخص لاعلمی کی وجہ سے یا بھول کر خوشبو لگا لے تو اس کے بارے میں صحیح بخاری میں اِمام عطاءؒ بن رباح رحمۃ اللہ کا فتویٰ تعلیقاً اور طبرانی کبیر میں موصولاً مروی ہے اور امام ابن المنذر نے الاوسط میں بھی اسے ذِکر کیا ہے کہ اس پر کوئی کفارہ نہیں[۱۳۱]

۱۵۔ کوئی چیز سر پر اُٹھا لینا اور کمبل اوڑھنا: احرام کی حالت میں اگر اُسے اپنا سامان یا کوئی چیز سر پر اُٹھانا پڑ جائے تو ضرورت کے وقت ایسا کر سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ایسے ہی اگر سردی وغیرہ کی وجہ سے کمبل اوڑھ کر لیٹنا پڑے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ سر ننگا رہے اور سابقہ سطور میں مذکور تفصیل کے مطابق اگر آنکھوں تک منہ ڈھک جائے تو اس کی گنجائش ہے [فقہ السنہ ۱/ ۶۶۶] ہاں اگر بخار وغیرہ کی وجہ سے پورا سر منہ ڈھانپنا ضروری ہو جائے تو پھر کفارے کے طور پر فدیہ ضروری ہوگا۔

۱۶۔ مہندی لگانا: مہندی لگانے کے بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک تو سر کے علاوہ ہاتھوں اور پیروں پر بھی بلا ضرورت مہندی لگانا منع ہے اور احناف و مالکیہ کے نزدیک احرام کی حالت میں مہندی لگانا (مرد و زن) کے لیے ممنوع ہے اور ان کا استدلال طبرانی کبیر، المعرفہ امام بیہقی اور التمہید ابن عبدالبر میں مذکور ایک روایت سے ہے جس میں خولہ بنت حکیم اپنی ماں کے

۱۳۱: بحوالہ فقہ السنہ ۱/ ۶۸۲ [مؤلف]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ سے بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا:

لا تطیّبی وانتِ مُحرِمۃ ولا تمسّی الحناء فانّہ طیبٌ۔ ۱۳۲

احرام کی حالت میں خوشبو مت لگاؤ اور نہ ہی مہندی لگاؤ کیونکہ یہ بھی خوشبو ہے۔

لیکن اس روایت کو المعرفہ کی طرف منسوب کر کے حافظ ابن حجرؒ نے التلخیص الحبیر (۱/۲۸۲ طبع جامعہ سلفیہ فیصل آباد) میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے اور دوسری کئی روایات ذکر کی ہیں جو شافعیہ و حنابلہ کی مؤید ہیں۔ بہر حال اگر غرض صرف زینت ہو تو مہندی نہ لگانا ہی احوط ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ

۱۳۲: طبرانی [۲۳/۴۱۸] نے اس کو خولہ کے واسطے سے ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدود و آدابِ دخولِ حرم و مکّہ مکرمہ

میقات سے احرام باندھ کر تلبیہ کہتے ہوئے اور احرام کے محرمات و مباحات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مکّہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوں تو دخولِ مکّہ سے چند میل باہر ہی سے حدودِ حرم شروع ہو جاتی ہیں جس کی علامات آپ کو مکّہ شریف کی طرف جانے والی ہر سڑک پر ملیں گی وہاں سے احرام کی پابندیوں کے ساتھ سابقہ سطور میں ذکر کی گئی حرم کی پابندیاں بھی لازم ہو جائیں گی جو مُحرِم و غیر مُحرِم، مکی و غیر مکی اور مقامی و آفاقی سب لوگوں کے لیے یکساں ہیں

حدودِ حرم مکی: یہ تقریباً ایک ایک میٹر بلند سنگِ میل ہیں جو ہر راستے کے دونوں طرف لگائے گئے ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہیں کہ یہاں سے حرم مکی کی حدود کا آغاز ہو گیا ہے وہ حدود درج ذیل ہیں:

شمالی جانب	:	تنعیم	، مکّہ مکرمہ سے چھ کلومیٹر باہر
جنوبی جانب	:	اضاہ	، " " " بارہ " "
مشرقی "	:	جعرّانہ	، " " " سولہ " "
شمال مشرقی "	:	وادیٔ نخلہ	، " " " چودہ " "
مغربی "	:	شمیسی یعنی حدیبیہ	، " " " پندرہ " "

محب الدین طبری نے لکھا ہے کہ یہ حدود حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اشارے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقرر کیں اور سنگِ میل نصب کئے۔ پھر قصیّ نے تجدید کی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے سال تمیم بن اسید خزاعی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تجدید کروائی، اس کے بعد عہد فاروقی میں چار قریشی: (۱) محرمہ بن نوفل، (۲) سعید بن یربوع (۳) حویطب بن عبد العزی (۴) ازہر بن عبد عوف تجدید کے لیے بھیجے گئے۔ بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تجدید کی اور آخر میں عبدالملک کے حکم سے تجدید ہوئی (فقہ السنہ ۱/۶۸۸ - ۶۸۹]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ منیٰ اور مزدلفہ دونوں وادیاں حرم میں شامل ہیں البتہ میدانِ عرفات حرم سے باہر ہے۔ [التحقیق والایضاح لابن باز ص۲۸]

حدودِ حرمِ مدنی: مکہ مکرمہ کی طرح ہی مدینہ طیبہ بھی حرم ہے اور اس کے آداب بھی تقریباً حرم مکی کی طرح ہی ہیں جیسا کہ اشارۃً ذکر کیا جا چکا ہے اور مدینہ طیبہ کے حرم ہونے کا ثبوت صحیح بخاری و مسلم میں حضرت علی رضؓ سے مروی حدیث میں ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرام ما بین عیرٍ الی ثورٍ الخ [۱۳۳]

مدینہ طیبہ جبل عیر سے ثور کے مابین حرم ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

اِنّی اُحرّم ما بین لابتی المدینۃ: ان یُقطع عضاھھا او یُقتل صیدھا. [۱۳۴]

میں مدینہ کے دونوں حرّوں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔
اس کے درخت کاٹنا اور اس کا شکار مارنا حرام کرتا ہوں۔

اور صحیح مسلم میں ہی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

اِنّ ابراھیم (علیہ السلام) حرّم مکۃ فجعلھا حراماً وانّی حرّمت المدینۃ حراماً ما بین مأزمیھا ان لا یھراق فیھا دمٌ ولا یحمل فیھا سلاحٌ لقتال ولا تخبط فیھا شجرۃ الّا لعلف. [۱۳۵]

۱۳۳: اس حدیث کی تخریج ۳۰۳ میں آئے گی۔

۱۳۴: اس کو مسلم (۹/۱۳۶-۱۳۸) بیہقی (۵/۱۹۷) احمد (۱/۱۸۱) ابو یعلیٰ (۶۹۹) احمد بن ابراہیم الاورقی نے "مسند سعد بن ابی وقاص" (۲۸) میں اور محمد بن ابراہیم الجندی نے "فضائل المدینۃ" (۶۹) میں روایت کیا ہے۔ ۱۳۵: مسلم (۹/۱۴۷، ۱۴۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مکۃ مکرمہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں نے مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیانی حصہ کو حرم قرار دیا ہے کہ یہاں نہ خون بہایا جائے نہ لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھایا جائے اور نہ ہی درخت کے پتے جھاڑے (کاٹے) جائیں سوائے جانوروں کے چارہ کے لیے۔

ان احادیث میں سے پہلی حدیث میں غیر اور ثور، دوسری حدیث میں دو لابے (حرے) اور تیسری میں دو مازم (مصنفین) کا جو ذکر ہے ان سے مراد مدینہ طیبہ کی دونوں جانب کے دو پہاڑ ہیں جن میں سے جبلِ غیر تو میقاتِ ذوالحلیفہ کے پاس ہے جبکہ جبلِ ثور مدینہ طیبہ کی شمالی جانب جبلِ اُحد کے پاس ہے۔ اور مدینہ کے مشرق و مغرب میں واقع سیاہ پتھریلی وادیوں کو حرے کہا گیا ہے اور ہر دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ کو مازم یا مضیق کہا جاتا ہے تو گویا حرم مدینہ کی حدود، غیر و ثور کے مابین ہیں جو کہ تقریباً بارہ میل پر مبنی علاقہ بنتا ہے۔ اور جس طرح اہلِ مکہ کی ضرورت کے پیشِ نظر انھیں اِذخر نامی گھاس کاٹنے کی اجازت دی گئی ہے اُسی طرح اہلِ مدینہ کی ضرورت کی خاطر چارہ کاٹنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن شکار مارنا اور درخت کاٹنا گناہ ہے۔

حرم ثالث: ان حرمین شریفین کے سوا دوسرا کوئی مقام "حرم" نہیں اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے ان کے سوا کسی جگہ کو مثلاً حرم المقدس اور حرم الخلیل کہنے والوں کو جاہل قرار دیا ہے (بحوالہ فقہ السنہ ۶۹۱/۱) البتہ طائف کی ایک وادی جسے "وج" کہا گیا ہے وہاں سے شکار مارنے کی ممانعت میں بعض احادیث وارد ہوئی ہیں جو ذکر کی جا چکی ہیں۔ ان کے پیشِ نظر امام شافعی رحمۃ اللہ نے اُسے "حرم" قرار دیا ہے اور امام شوکانی رحمۃ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہے (نیل الاوطار ۳۵/۵/۳) جبکہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک یہ حرم نہیں ہے کیوں کہ مذکورہ روایات کے بارے میں اگرچہ امام ابوداؤد اور عبدالحق نے سکوت اختیار کیا ہے اور امام شافعی نے انھیں صحیح قرار دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مگر امام احمد امام بخاری امام عقیلی اور امام ابن حبان وامام نووی نے ضعیف کہا ہے [کما فی النیل ص ۳۴]

آدابِ دخولِ مکہ مکرمہ: دردِ دیوار مکہ کے قریب آ جائیں تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے اگر بآسانی ممکن ہو تو غسل کر لیں اور کوشش کریں کہ دن کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوں اور داخل ہونے سے پہلے کی رات مقام ذی طویٰ میں گزاریں جو کہ مکہ مکرمہ کے قریب ہی ہے اور اس کا موجودہ نام "آبارِ زاہر" ہے۔ ان آداب کا پتہ صحیح بخاری و مسلم ابوداؤد بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے ہوتا ہے چنانچہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنَّ ابن عمر کان لا یقدم مکۃ اِلّا بات بذی طویٰ حتی یُصبح ویغتسل ویصلّی فیدخل مکۃ نہاراً واذا نفر منہا مرّ بذی طویٰ وبات بہا حتی یصبح، ویذکر اَنَّ النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم کان یفعل ذٰلک [۱۳۶]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی مکہ مکرمہ آئے تو رات ذی طویٰ میں گزارتے فجر کی نماز وہیں ادا کرتے اور غسل کر کے مکہ شریف کی طرف روانہ ہوئے اور دن کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور جب وہاں سے واپسی ہوئی تو بھی ذی طویٰ میں رات گزار کر صبح کو وہاں سے روانہ ہوئے اور فرماتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

۱۳۶: بخاری [۱۵۵۳، ۱۵۷۳] مسلم [۵/۹] ابوداؤد [۱۸۶۵] بیہقی [۵/۷۱] اسی طرح اسے ابن خزیمۃ [۲۶۹۵] اور احمد [۲/۱۴، ۱۵۷] نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ترمذی و مسند احمد میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے:

اَنَّ النبي صلى الله عليه وسلم دخل مكة نهاراً[۱۳۷]

[حجۃ الوداع کے موقع پر] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں دِن کے وقت داخل ہوئے۔

یہ آداب مسنونہ ہیں اور انھیں اپنانا کارِ ثواب اور افضل ہے مگر یہ واجبات میں سے بہر حال نہیں لہٰذا اگر کسی کا مقامِ ذی طوی پر رات گزارنا، غسل کرنا اور دن کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہونا ممکن نہ ہو تو ثواب و فضیلت میں کمی تو واقع ہو جائے گی مگر اس پر کوئی گناہ یا مواخذہ نہیں ہوگا۔

اور شہر مکہ میں داخل ہونے کے لیے شہر کی بالائی جانب سے ثنیۂ علیا جسے ثنیۂ کداء بھی کہا جاتا ہے اور جس کے زیریں مکہ مکرمہ کا قبرستان [جنت المعلیٰ] ہے، اِس راستہ سے آئیں کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

انّ النبي صلى الله عليه وسلم لما جاء الى مكة دخلها من اعلاها وخرج من اسفلها.[۱۳۸]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس کی بالائی جانب سے اس میں داخل ہوئے اور اس کی زیریں جانب سے نکلے تھے۔

اور اگر کسی وجہ سے اس ادب کو اپنانا بھی ممکن نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ابوداؤد

۱۳۷: ترمذی [۸۵۴] ابن ماجہ [۲۹۴۱] احمد [۱۲/ ۷. الفتح الربانی] اس کی سند تقریباً حسن درجہ کی ہے امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ مگر اصل حدیث صحیح ہے کیونکہ بخاری (۱۵۷۴) اور مسلم (۹/ ۵) میں اس مفہوم کی ابن عمر سے دوسری روایت ہے۔ اسی طرح دیکھیں حدیث ۱۳۶۔

۱۳۸: اس کو بخاری [۱۵۷۷] مسلم [۹/ ۴] ابوداؤد [۱۸۶۹] ترمذی [۸۵۳] بیہقی [۵/ ۷۱] اور احمد [۲/ ۴۰] نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وابن ماجہ، بیہقی اور مستدرک حاکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

- كل فجاج مكة طريق ومنحر [۱۳۹]

سارا مکہ مکرمہ ہی راستہ اور جائے نحر و قربانی ہے۔

ان الفاظ میں آپ نے صراحت فرمادی کہ [اگر کوئی شخص مذکورہ ادب ملحوظ نہ رکھ سکے تو] کوئی شخص مکہ مکرمہ میں چاہے کسی بھی راستے سے داخل ہو جائے اور پوری وادی مکہ میں کہیں بھی قربانی کرلے درست و روا ہے۔

اور شہر مکہ میں داخل ہونے کی کوئی مخصوص دعا تو نہیں، عام شہروں میں داخل ہوتے وقت کی جانے والی دعاؤں میں سے کوئی مسنون دعاء کرلے البتہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ دعاء مروی ہے :

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مَنَايَانَا بِهَا حَتّٰى تُخْرِجَنَا مِنْهَا [۱۴۰]

اے اللہ! ہماری موت اسی شہر میں واقع نہ ہو جائے بلکہ ہمیں یہاں سے نکال دینا۔ مکہ شریف میں داخل ہو کر جہاں قیام کا ارادہ ہو وہاں سامان رکھنے آئیں تو معمولی کچھ کھاپی اور ستا بھی لیں پھر باوضوء ہو کر حرم شریف کی طرف روانہ ہوں۔

---

[۱۳۹] : اس کو ابوداؤد [۱۹۳۷] باب "الصلاۃ بجمع" ابن ماجہ [۳۰۴۸] باب "الذبح" دارمی [۲/۵۶-۵۷] باب "عرفۃ کلها موقف" ابن خزیمہ [۲۸۷۰] عقیلی [۱/۱۸-۱۹] حاکم [۱/۴۶۰] بیہقی [۵/۱۲۲، ۱۷۰] احمد [۳/۳۲۶] اور عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" [۱۰۴] میں روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے ابن خزیمہ، حاکم اور ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ [۱۴۰] : اس دعاء کو احمد (۲/ ۲۵، ۲۵) طبرانی نے "الدعاء" [۸۵۲] میں اور بزار [۱۷۰۵۱- زوائدہ] نے سعید بن ابی ھند کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے بشرطیکہ سعید کا ابن عمر سے سماع ہو۔ ابن عدی [۷/۲۵۳۶] نے اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے مگر اس سند میں دو تین راوی ضعیف ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدابِ دخولِ مسجدِ حرام: مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے لیے حرم شریف کی نئی توسیع کے باب السلام میں آئیں اور اندر کی طرف آگے بڑھیں تو بابِ بنی شیبہ آجائے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مسعود میں حرم شریف یہیں تک تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دروازے کے پاس اپنی اونٹنی بٹھائی اور اندر داخل ہوئے تھے جیسا کہ ابنِ خزیمہ و بیہقی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

..... فَأَتَی النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم باب المسجد فأناخ راحلته ثمّ دخل المسجد۔[۱۴۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ حرام کے بابِ (بنی شیبہ) پر آئے۔ اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور مسجدِ حرام میں داخل ہوئے۔

اور آپ کے اس راستہ سے داخل ہونے کی حکمت یہ ہے کہ حجرِ اسود جہاں سے طواف کا آغاز کیا جاتا ہے وہاں تک پہنچنے کا سب سے قریبی راستہ یہی ہے اور باب السلام سے جب مسجدِ حرام میں داخل ہونے لگیں تو مستدرک حاکم و بیہقی میں مذکور حسن درجہ کی ایک حدیث کی رو سے اپنا دایاں قدم پہلے اندر رکھیں[۱۴۲] اور صحیح مسلم و ابوداؤد اور نسائی و ابن ماجہ میں مذکور یہ دعاء کریں:

۱۴۱: اس حدیث کو ابن خزیمہ [۲۷۱۳] حاکم (۱/ ۴۵۵) اور بیہقی [۵/ ۴۷] نے روایت کیا ہے اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ اس میں محمد بن اسحاق مدلس ہیں اور انھوں نے یہاں تحدیث یا سماع کی صراحت نہیں کی ہے مگر یہ حدیث اپنے شواھد کی بنا پر صحیح ہے ان شواہد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اور عطا کی مرسل روایت ہے حدیث ابنِ عباس کو ابن خزیمہ (۲۷۰۰) اور بیہقی (۵/ ۷۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ مرسل عطاء کو بیہقی نے ذکر کیا ہے اور اس کو جید کہا ہے۔

۱۴۲: حاکم (۱/ ۲۱۸) وعنہ البیہقی (۲/ ۴۴۲) عن انس رضی اللہ عنہ اس کی سند شداد بن سعید ابوطلحہ کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ 143

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و رحمتیں نازل فرما اے اللہ میرے لیے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے۔

یا پھر ابو داؤد والی یہ دُعاء کریں:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَ بِوَجْھِهِ الْکَرِیْمِ وَ بِسُلْطَانِهِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ 144

میں عظمت والے معبود، اس کے رُخِ کریم اور اس کی سلطنتِ قدیم کے ساتھ شیطانِ مردود سے پناہ مانگتا ہوں۔

اب آپ حرم شریف کے سامنے ہی ہیں۔ تھوڑا آگے بڑھیں تو مسجد حرام کے عین وسط میں بیت اللہ شریف ہے جو پورے عالم انسانیت کے لیے مرکزیت کی روشن علامت ہے۔ جسے دیکھنا ہر دلِ مسلم کی تمنا و آرزو اور تڑپ ہے۔ سنہری تاروں سے مزین، سیاہ غلاف میں مستور یہی خانہ کعبہ ہے جس کے در و دیوار کی زیارت کا شوق دل میں اٹھکیلیاں لیتا ہے۔ جذباتِ شوق کا دامن ہاتھوں سے چھوٹا جاتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کیفیت کو لفظوں کا جامہ پہنانا ہی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس ایمان افروز نظارے سے ہمکنار کرے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اور جب کعبہ شریف پر نظر پڑے تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کوئی خاص دُعاء ثابت نہیں البتہ سنن بیہقی و مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور اثرِ فاروقی و اثرِ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ والی رؤیتِ کعبہ کی یہ دعا کر سکتا ہے:

143: اس حدیث کو مسلم (۲۲۵/۵) ابو داؤد (۴۶۵) نسائی (۵۳/۲) اور ابن ماجہ (۷۷۲) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث اور اس سلسلہ کی دیگر احادیث کے بارے میں تفصیل تخریج صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۲۴۱) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

144: ابو داؤد ... [illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔ [۱۴۵]

اے اللہ تو سلام ہے اور تجھی سے سلامتی ملتی ہے، اے ہمارے پروردگار ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔

اور رؤیتِ کعبہ کے وقت ایک روایت کے مطابق تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا مگر اس روایت کی سند محدثین کرام کے نزدیک ضعیف ہے [۱۴۶] البتہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے [۱۴۷] لہذا اگر کوئی چاہے تو اٹھا سکتا ہے اور طبرانی کبیر و اوسط میں جو حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے ایک دعا مرفوعاً مروی ہے، جس میں ہے:

اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيْفًا وَتَكْرِيْمًا وَبِرًّا وَمَهَابَةً۔ [۱۴۸]

اے اللہ اپنے اس گھر کے شرف و تکریم اور بر و ہیبت میں اضافہ فرما۔

یہ دعا صحیح سند سے ثابت نہیں بلکہ اس کے ایک راوی عاصم بن سلیمان الکوزی کو متروک قرار دیا گیا ہے۔ [بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی ۱۲/۸]

---

[۱۴۵]: ۱۔ اثر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ابن ابی شیبہ (۴/۹۷) ازرقی نے "اخبار مکۃ" (۱/۲۷۸۔۲۷۹) میں اور بیہقی (۵/۷۳) نے سعید بن المسیب کے واسطے سے عمر رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ اور یہ اثر صحیح ہے اس کی سعید بن المسیب سے تین سندیں ہیں (۲) اثر سعید بن المسیب کو شافعی نے "الأم" (۲/۱۶۹) اور "مسند" (۱۲۵) میں ابن ابی شیبہ (۴/۹۷) اور بیہقی (۵/۷۳) نے سعید بن المسیب کے بیٹے [محمد بن سعید بن المسیب] کے واسطے سے ابن المسیب سے روایت کیا ہے۔ (۳) ازرقی نے "اخبار" (۱/۲۷۹) میں اسکو سعید بن المسیب سے ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے۔ اور یہ اثر بھی صحیح ہے۔ [۱۴۶] انظر مناسک الحج والعمرہ للالبانی ص۲۰ حاشیہ (مولف) [۱۴۷] رواہ ابن ابی شیبہ کما فی المناسک ص۲۰ وصححہ الالبانی (مولف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۸ : اسے طبرانی نے "المعجم الکبیر" [۳/ ۲۰۱، ۲۰۲] میں اور اسی طرح "الدعاء" [۸۵۴] میں بھی روایت کیا ہے۔ "الدعاء" میں اس دعاء کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ "وزد من شرفه و عظمه ممن حجه او اعتمره تعظیماً وتشریفاً وبراً و مهابة" مگر یہ حدیث سخت ضعیف ہے کیونکہ سلیمان بن عاصم الکوزی کو دارقطنی نے کذاب فلاس نے احادیث گھڑنے والا کہا ہے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کا شمار احادیث گھڑنے والوں میں ہوتا ہے۔

یہ دعاء مکحول اور ابن جریج کی حدیث میں بھی مروی ہے۔

(۱)۔ مکحول کی حدیث کو ابن ابی شیبة [۴/ ۹۷، ۱۰/ ۹۶۷۳] أزرقی [۱/ ۲۷۹] اور بیہقی [۵/ ۷۳] نے روایت کیا ہے یہ روایت ایک تو مرسل ہے کیونکہ مکحول تابعی ہیں نیز "ابن ابی شیبة" اور "بیہقی" کی سند میں ابوسعید شامی ہے اور یہ مجہول ہے۔ اور أزرقی کی سند میں انقطاع ہے۔ (۲) ابن جریج کی حدیث کو شافعی نے "الأم" [۲/ ۱۶۹] اور "مسند" [۱۲۵] میں اور شافعی سے اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند معضل ہے کیوں کہ ابن جریج اتباع التابعین میں سے ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان کم از کم دو واسطے تو ضرور ہوں گے ایک تابعی اور دوسرا صحابی کا واسطہ حاصل کلام مذکورہ دعاء صحیح سند سے ثابت نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل واحکام اور طریقۂ طواف

جب آپ احرام باندھے مسجدِ حرام میں داخل ہوں تو یہاں "تحیۃ المسجد" کی دو رکعتیں پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ حرم مکی کا "تحیہ" طواف ہے۔ ہاں اگر کسی فرض نماز کی جماعت ہو رہی ہو تو سب سے پہلے جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اسی طرح ہی اگر کسی نے فرض نماز نہ پڑھی ہو اور طواف مکمل کرنے تک وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو وہ شخص بھی پہلے فرض نماز ادا کرے اور پھر طواف شروع کرے اس پر تمام آئمہ وفقہاء کا اتفاق ہے [المغنی ۳/۳۴۳، فقہ السنہ ۱/۶۹۳]

طہارت ووضوء: یہ بھی یاد رہے کہ طواف سے پہلے طہارت ووضوء شرط ہے کیونکہ صحیح بخاری وسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

ان اول شئ بدأ به النبي صلى الله عليه وسلم — حين قدم مكة — انه توضأ ثم طاف بالبيت۔[۱۴۹]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ پہنچ کر سب سے پہلا جو کام کیا وہ یہ تھا کہ آپؐ نے وضوء کیا اور پھر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔

ایسے ہی صحیح بخاری وسلم میں حضرت عائشہؓ سے حائضہ ہو جانے کا واقعہ بھی طہارت کے ضروری ہونے کا ثبوت ہے کیوں کہ اس حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے روتے ہوئے پایا تو فرمایا کہ شاید تم حائضہ ہوگئی ہو، میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا:

... ان هذا شئ كتبه الله على بنات آدم، فاقضي ما يفعل الحاج، غير ان لا تطوفي بالبيت

۱۴۹: اس کو بخاری [۱۶۱۴، ۱۶۴۱] مسلم [۸/۲۲۰] اسی طرح ابن خزیمہ [۲۶۹۹] اور بیہقی [۵/۸۶] نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتی تطھری. ۱۵۰

یہ ایسی چیز ہے جو آدم علیہ السلام کی تمام بیٹیوں (عورتوں) پر لکھی گئی ہے۔ پس تم ہر وہ کام کرتی جاؤ جو حاجی کرتا ہے سوائے اس کے کہ طواف نہ کرو حتی کہ تم غسل نہ کرلو۔

باوضو ہوکر حرم شریف میں پہنچتے ہی طواف کا آغاز کردیں۔ اسے طوافِ قدوم، طوافِ ورود، اور طوافِ تحیۃ بھی کہا جاتا ہے اور جن لوگوں نے قربانی ساتھ نہیں لی ہوتی اور حج تمتع کر رہے ہوتے ہیں ان کا یہی طواف "طوافِ عمرہ" ہوگا۔

طریقۂ طواف: طواف کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے حجرِ اسود کے سامنے آئیں اور بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر اُسے بوسہ دیں، کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور صحیح مسلم نسائی بیہقی اور مسند احمد میں حضرت سوید اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی احادیث میں طواف کا آغاز اسی طرح مذکور ہے۔ ۱۵۱

حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور بلاواسطہ اپنے لبوں سے چومنا عام حالات میں تو ممکن ہے مگر ماہ رمضان المبارک اور خصوصاً موسم حج میں اس کا امکان بہت کم ہوجاتا ہے کیونکہ رمضان المبارک میں عمرہ رمضان کی فضیلت حاصل کرنے والے اہلِ ثروت وسعادت بکثرت جمع ہوجاتے ہیں اور موسم حج میں تو کروڑوں کا جم غفیر ضیوف الرحمن کی شکل میں وہاں موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر حجرِ اسود کو بلاواسطہ بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو پھر صحیح

۱۵۰: اس حدیث کو بخاری [۲۹۴ و ۳۰۵] "الحیض" مسلم [۱۲۶/۸] "الحج" اسی طرح ابوداؤد [۱۷۸۲] "الحج" نسائی [۱/۱۸۰] "الحیض" ابن ماجہ [۲۹۶۳] "المناسک" ابن الجارود [۴۶۶] ابن خزیمہ [۲۹۳۶] بیہقی [۱/۳۰۸، ۵/۸۶۰۳] طیالسی [۱/۲۰۵، ۲۴۲] اور احمد [۶/۳۹، ۲۱۹، ۲۷۳] نے مختلف واسطوں سے عبدالرحمن بن القاسم سے اور انھوں نے اپنے باپ قاسم کے واسطے سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

۱۵۱: سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حجرِ اسود کو بوسہ دینے اور اس سے چمٹ جانے کا، حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں اس کو چھونے اور بوسہ دینے کا اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں "اللہ اکبر"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے کا ذکر ہے ۔ (۱)۔ حدیث سوید کو مسلم [۹/ ۱۷] نسائی [۵/ ۲۲۷] بیہقی [۵/ ۷۴]
طیالسی [۱/ ۲۱۶] احمد [۱/ ۵۴] ابو یعلی [۱۸۹] اور فاکھی نے "أخبار مکۃ" [۱/ ۱۱۲]
میں روایت کیا ہے ۔ حدیث ابن عمر اور ابن عباس کی تخریج نمبر [۱۵۴، ۱۵۵] میں
آرہی ہے ۔ اللہ اکبر سے پہلے "بسم اللہ" کہنے کا ذکر بعض موضوع روایات میں ہے مگر یہ روایات
صحیح نہیں ہیں، ابن عمرؓ سے صحیح ثابت ہے کہ وہ "اللہ اکبر" سے پہلے "بسم اللہ" کہا کرتے تھے ۔
اسی طرح یہ عمرؓ سے بھی مروی ہے مگر ان سے یہ صحیح ثابت نہیں ۔ (۱) مرفوع روایات میں
ابن عمرؓ کی موصول روایت اور ابن جریج کی معضل روایت ہے ۔

ابن عمر کی روایت کو فاکھی نے "أخبار مکۃ" [۱/ ۹۹] میں روایت کیا ہے اس میں ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت یہ کہا کرتے تھے "بسم اللہ
واللہ اکبر، ایمانا باللہ وتصدیقا بما جاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم" مگر اس کی سند سخت ضعیف
ہے کیونکہ اس میں واقدی ہے اور یہ متروک ہے بلکہ اس پر احادیث وضع کرنے کی
تہمت لگائی گئی ہے ۔

ابن جریج کی روایت کو شافعی نے "الأم" [۲/ ۱۷۰] میں روایت کیا ہے اس میں
ابن جریج کہتے ہیں کہ انھیں یہ خبر پہنچی کہ صحابہؓ میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سوال کیا کہ ہم حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت کیا کہیں، آپ نے فرمایا یہ کہو: "بسم اللہ واللہ اکبر
ایمانا باللہ وتصدیقا بما جاء به رسول اللہ"

مگر یہ سند ضعیف ہے اس کے بارے میں تفصیل کے لیے حدیث ۱۴۸ کا آخر دیکھیں

(۲) اثر ابن عمرؓ کو عبدالرزاق (۸۸۹۴، ۸۸۹۵) احمد (۲/ ۱۴) أزرقی نے "أخبار مکۃ"
(۱/ ۳۳۹) میں فاکھی نے بھی "أخبار مکۃ" [۱/ ۱۰۲، ۱۰۳] ہی میں طبرانی نے "الدعاء" ۸۶۳
[۸۶۲ میں اور بیہقی [۵/ ۷۹] نے روایت کیا ہے اور یہ ان سے صحیح ثابت ہے ۔

(۳) اثر عمر بن خطابؓ کو أزرقی [۱/ ۳۳۹] نے روایت کیا ہے اس میں بسم اللہ
اللہ اکبر" کے بعد ایک طویل دعاء بھی مذکور ہے مگر اس اثر کی سند ضعیف ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رض سے مروی حدیث کے مطابق اُسے اپنے دائیں ہاتھ یا چھڑی وغیرہ سے چھوئیں اور پھر اپنے ہاتھ یا چھڑی کو چوم لیں چنانچہ حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے :

طاف النبي صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع على بعير يستلم الركن بمحجن۔ ۱۵۲

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اور آپ ایک چھڑی کے ساتھ حجر اسود کا استلام کرتے [چھوتے] تھے۔

اور حضرت ابوالطفیل رض سے صحیح مسلم میں مروی ہے :

رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالبيت ويستلم الركن بمحجن معه ويقبل المحجن۔ ۱۵۳

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ طواف کر رہے تھے اور اپنی چھڑی سے حجر اسود کو چھوتے اور اس چھڑی [کے اس حصّہ] کو چومتے تھے۔

اور یاد رہے کہ اس بوسہ دینے اور کسی چیز کے ساتھ استلام کرنے دونوں طریقوں کا ثبوت صحیح بخاری شریف میں مذکور ایک اور حدیث سے بھی ملتا ہے جس کے راوی حضرت زبیر بن عربی ہیں وہ بیان کرتے ہیں :

سأل رجل ابن عمر [رضی اللہ عنہما] عن استلام الحجر فقال : رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم

---

۱۵۲ : اس حدیث کو بخاری [۱۶۰۷] مسلم [۹/ ۱۸] ابوداؤد [۱۸۷۷] نسائی ۲۳۳/۵ ابن ماجہ [۲۹۴۸] ابن الجارود [۴۶۳] ابن خزیمہ [۲۷۸۰] اور بیہقی (۹۹/۵) نے روایت کیا ہے ۱۵۳ : اس کو مسلم (۹/ ۲۰) ابوداؤد (۱۸۷۹) ابن ماجہ (۲۹۴۹) ابن الجارود [۴۶۴] اور بیہقی (۱۰۰/۵ ، ۱۰۱) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يستلمه ويقبله ۔ [۱۵۴]

ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے استلام (چھونے) کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپؐ حجرِ اسود کو چھوتے اور چومتے تھے۔

بھیڑ کی شکل میں: اور اگر بھیڑ اس قدر عام ہو کہ حجرِ اسود کو کسی چیز یا ہاتھ سے چھونا بھی ممکن نہ ہو تو پھر دُوری سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بسم اللہ واللہ اکبر کہیں اور طواف شروع کر دیں کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم طاف بالبيت على بعير، كلما أتى على الركن أشار اليه بشئ في يده وكبر [۱۵۵]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا اور آپؐ جب حجرِ اسود کے سامنے آتے تو اپنے ہاتھ میں موجود کسی چیز (چھڑی) سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور تکبیر کہتے۔

اس حدیث سے جہاں اشارہ کرنے کے جواز کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اللہ اکبر کہنا ہی ثابت ہے البتہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیہقی (۵/۷۹) وغیرہ میں صحیح سند سے موقوفاً ثابت ہے کہ وہ بسم اللہ واللہ اکبر کہا کرتے تھے (للتفصیل، حجۃ النبیؐ للالبانی ص۵۷ حاشیہ طبع پنجم) اور اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دور سے صرف اشارہ کرنے کی صورت میں ہاتھ (یا کسی دوسری چیز) کو چومنا بھی صحیح و ثابت نہیں ہے اور مفتی عالمِ اسلام

---

[۱۵۴] : بخاری (۱۶۱۱) اسی طرح ترمذی (۸۶۱) نسائی (۵/۲۳۱) اور بیہقی (۵/۷۹) نے بھی اس کو روایت کیا ہے [۱۵۵] : بخاری (۱۶۱۳) دارمی (۲/۴۳) ابن خزیمہ (۲۷۲۲) بیہقی (۵/ ۸۰، ۹۹) اور احمد (۱/۲۶۴)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ ابن باز حفظہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے [انظر التحقیق والایضاح ص ۲۹]
الغرض حسبِ موقع بوسہ دے کر یا کسی چیز سے چھو کر اور اُسے بوسہ دے یا پھر دُور سے صرف اشارہ کر کے ہاتھ یا کسی چیز کو بوسہ دیئے بغیر بسم اللہ واللہ اکبر کہتے ہوئے طواف شروع کر دیں اور یہ عمل طواف کے ساتوں چکروں (اشواط) میں سے ہر چکر (شوط) میں دُہرائیں کیونکہ ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

کان صلی اللہ علیہ وسلم لا یدع ان یستلم الرکن الیمانی والحجر فی کل طوفۃ۔ ۱۵۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے ہر چکر میں حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کا استلام ترک نہیں کرتے تھے۔

بوسۂ حجرِ اسود کی فضیلت: حجرِ اسود کو بوسہ دینے اور چھونے کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ ترمذی ابن خذیمہ ابن حبان مستدرک حاکم اور مسند احمد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَیَبْعَثَنَّ اللہ الحجر یوم القیامۃ ولہ عینان یبصر بھما ولسان ینطق بہ ویشھد علی من استلمہ بحق۔ ۱۵۷

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اِس حجرِ اسود کو اُٹھائے گا، اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا اور اس کی زبان ہوگی جس سے یہ بولے گا اور ہر اس آدمی کے لیے گواہی دے گا جس ایمان کے ساتھ حصولِ ثواب کے لیے اسے چھوا (یا بوسہ دیا) ہوگا۔

۱۵۶: ابوداؤد (۱۸۷۶) نسائی (۵/۲۳۱) احمد (۲/۱۸، ۱۱۵) اِسی طرح اِسے ابن خزیمۃ (۲۷۲۳) اُزرقی (۱/۳۳۲) فاکھی (۱/۱۱۶) حاکم (۱/۴۵۶) اور بیہقی (۵/۷۶، ۸۰) نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند جیّد ہے ابن خزیمہ اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔ ۱۵۷: اس حدیث کو ترمذی (۹۶۱) دارمی (۲/۴۲) ابن ماجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صفحہ ۱۰۴ سطر ۱۵۷ کا حاشیہ مسلک)

(۲۹۴۴) ابن خزیمۃ (۲۷۳۵، ۲۷۳۶) ابن حبان (۱۰۰۵) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۶۳/ ۱۲) میں فاکہی نے "اخبار مکۃ" (۱/ ۸۲، ۸۳) میں حاکم (۱/ ۴۵۷) بیہقی نے "سنن" (۵/ ۷۵) اور "شعب الایمان" (۷/ ۵۸۶-۵۸۷) میں احمد (۱/ ۲۴۷، ۲۶۶، ۲۹۱، ۳۰۷، ۳۷۱) ابویعلی (۲۷۱۹) اور ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" (۶/ ۲۴۳) میں سعید بن جبیر کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ ترمذی، ابن خزیمۃ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔

اس کے بعض شواہد بھی ہیں ان شواہد میں عبداللہ بن عمرو، عائشہ اور علی رضی اللہ عنہ کی حدیثیں ہیں۔

۱۔ حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو احمد (۲/ ۲۱۱) ابن خزیمۃ (۲۷۳۷) اور حاکم (۱/ ۴۵۷) نے روایت کیا ہے حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے مگر اس کی سند میں عبداللہ بن المؤمل ہے اور یہ ضعیف ہے اسی لیے ذہبی نے حاکم کا تعاقب کیا ہے۔

۲۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو طبرانی نے "الاوسط" میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں الولید بن عباد ہے اور یہ مجہول ہے جیسا کہ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۳/ ۲۴۵) میں کہا ہے۔

۳۔ حدیث علی رضی اللہ عنہ کو حاکم (۱/ ۴۵۷) اور ان سے بیہقی نے "شعب الایمان" (۵۹۰-۵۸۹/۷) میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں عمر اور علی رضی اللہ عنہما کا ایک طویل مکالمہ بھی ہے۔ مگر اس کی سند سخت ضعیف ہے کیوں کہ اس میں ابوہارون عمارۃ بن جوین ہے ذہبی نے "الکاشف" میں اور حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں اس کو متروک کہا ہے۔ حافظ صاحب نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ بعض محدثین نے اس کو کذاب کہا ہے اور ذہبی نے "تلخیص المستدرک" میں اس کو ساقط کہا ہے۔

تنبیہ: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۱/ ۱۸۲) میں ابن عباس سے عطاء کے واسطے سے بھی روایت کیا ہے اور اس میں حجر اسود کے ساتھ رکن یمانی کا بھی ذکر ہے۔ مگر اس کا ذکر منکر (ضعیف) ہے کیوں کہ اس کی سند میں ایک راوی الحارث بن غسان ہے اس کے بارے میں عقیلی (۱/ ۲۹۳) نے کہا ہے کہ اس نے مناکیر بیان کی ہیں اور ذہبی نے "میزان" (۱/ ۴۴۱) میں اس کو مجہول کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۲/۲۴۵) میں کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے "کبیر" میں بکر بن محمد القرشی عن الحارث بن غسان کے طریق سے روایت کیا ہے اور ان دونوں کو میں نہیں جانتا۔

قلت: بکر بن محمد القرشی (یہ بکر بن مضر کے نام سے مشہور ہیں) ثقہ ہیں ان کا ترجمہ "الجرح والتعدیل" (۲/۳۹۲۔۳۹۳) اور "تہذیب" وغیرہ میں ہے اور حارث بن غسان کو عقیلی اور ذہبی نے ذکر کیا ہے جیسا کہ ابھی ذکر ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی ترمذی وابن خزیمہ مستدرک حاکم اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

مسح الحجر الاسود والركن اليماني يحطان الخطايا حطاً۔ [۱۵۸]

حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو چھونا گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

جب کہ ترمذی وابن خزیمہ اور مسند احمد میں ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

الحجر الاسود من الجنة وكان اشد بياضاً من الثلج حتى سوده خطايا اهل الشرك۔ [۱۵۹]

حجرِ اسود جنت کا پتھر ہے اور یہ برف سے بھی زیادہ سفید و شفاف تھا مگر مشرکین کے گناہوں نے اسے کالا کر دیا ہے۔

دھکم پیل سے احتراز: حجرِ اسود کے ان فضائل کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ ہر شکل میں اسے بوسہ دینے یا ہاتھ سے چھونے کی ہی کوشش کی جائے بلکہ صرف اشارہ کر دینے سے بھی یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ طریقہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمودہ ہے۔

اور ویسے بھی وہاں دھکم پیل اور سینہ زوری و زور آزمائی کرنا جائز نہیں کیونکہ شافعی و مسند احمد میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

۱۵۸۔ اس حدیث کو ترمذی (۹۵۹) نسائی (۵/۲۲۱) ابن خزیمۃ (۲۷۲۹، ۲۷۳۰، ۲۷۵۳) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۲/۳۹۰، ۳۹۲) میں حاکم (۱/۴۸۹) بیہقی نے "سنن" (۵/۱۱۰) اور "شعب الایمان" (۷/۵۹۱) میں عبدالرزاق (۸۸۷۷) طیالسی (۱/۲۱۵) احمد (۲/۳، ۱۱، ۸۹، ۹۵) ابو یعلیٰ (۵۶۸۷، ۵۶۸۸) عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" (۸۳۱، ۸۳۲) میں محمد بن ابراہیم الطرسوسی نے "مسند ابن عمر" (۸۱) میں ازرقی نے "اخبار مکۃ" (۱/۳۳۱) میں فاکہی نے بھی "اخبار مکۃ" (۱/۱۲۷ اور ۱۳۶) ہی میں اور خطیب بغدادی نے "الرحلۃ فی طلب الحدیث" (۱۲۱) میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اس میں ایک راوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عطاء بن السائب ہیں ان کا آخری عمر میں حافظہ بدل گیا تھا مگر اس حدیث کو ان "نسائی" اور "طبرانی" میں حماد بن زید نے اور "مصنف عبدالرزاق" وغیرہ میں سفیان ثوری نے روایت کیا ہے اور ان دونوں کا عطاء سے سماع ان کے حافظہ کی خرابی سے پہلے کا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اسے ابن خزیمہ "حاکم اور ذہبی نے صحیح اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔

مزید اس کی صحت پر جو چیز دلالت کرتی ہے وہ یہ کہ ابن عمرؓ سے اس کی دو اور سندیں بھی ہیں۔ ان میں سے ایک سند سے اس کو ازرقی (۱۲/۲) نے روایت کیا ہے۔ اور اس سند میں کچھ کمزوری ہے۔ اور دوسری سند سے اسے ابن عدی (۲۱۷۲/۶) اور ابن عدی سے اس کو سہمی نے "تاریخ جرجان" (۳۵۸) میں روایت کیا ہے مگر یہ سند محمد بن الفضل بن عطیہ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

۱۵۹ : یہ بھی صحیح حدیث ہے اس کو احمد (۱/ ۳۰۷، ۳۲۹) ترمذی (۷۸/۲) ابن خزیمہ (۲۷۳۳) فاکہی (۸۴/۱) طبرانی (۴۵۳/۱۱) ابن عدی (۶۷۹/۲) اور بیہقی نے "شعب الایمان" (۵۸۵/۷) میں روایت کیا ہے اس کے پہلے ٹکڑے "الحجر الاسود من الجنة" کو نسائی ۲۲۶/۵ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند بھی مذکورہ حدیث (۱۵۸) کی سند کی طرح عطاء بن السائب ہیں مگر پہلے تینوں کے علاوہ باقی سب کے ہاں ان سے اس حدیث کو حماد بن سلمۃ نے روایت کیا ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک۔ جن میں ابن معین اور ابوداؤد بھی ہیں۔ ان کا سماع بھی عطاء سے حماد بن زید اور سفیان ثوری وغیرہ کی طرح اُن کے حافظہ کی خرابی سے پہلے ہے دیکھیں "شرح مقدمہ ابن الصلاح" للعراقی ۴۴۳ (۴۴۴) اور یہی بات حافظ منذری نے "الترغیب والترہیب" میں بعض مقامات پر دیکھیں (۴۴۴/۲) باب "الترغیب فی قول: لا حول ولا قوة إلا باللّٰہ" حدیث (۴)۔ اور حافظ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں بعض مقامات پر۔ دیکھیں (۱۰۸/۲، ۱۰۰/۱) "موسسۃ المعارف" کہی ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" (۴۶۲/۳) باب ما ذکر فی الحجر الاسود) اور "تلخیص الحبیر" (۱۴۲/۱) میں بالجزم کہا ہے کہ حماد بن سلمۃ کا عطاء سے سماع عطاء کے اختلاط سے پہلے ہے۔ مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے اسے ترمذی نے بھی صحیح کہا البانی نے "تحقیق المشکاۃ" ۹۲/۲ میں ان کی تائید کی ہے۔ میں برف کی بجائے دودھ کا ذکر ہے اسی طرح ترمذی ابن خزیمہ اور طبرانی میں "اہل الشرک" کی بجائے "بنی آدم" ذکر ہوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا عمر! انک رجل قوی فلا تؤذ الضعیف، و اذا اردت استلام الحجر فان خلا لک فاستلمه والا فاستقبله وکبر۔[۱۶۰]

اے عمر! تو طاقتور آدمی ہے، کمزوروں کو تکلیف نہ پہنچانا۔ جب حجر اسود کے استلام کا ارادہ ہو اور وہ تمہیں خالی مل جائے تو استلام کرلو (چھولو) ورنہ (بھیڑ ہو تو) اس کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہو (اور اشارہ کرتے ہوئے گزر جاؤ)۔

اور یاد رہے کہ رکن یمانی کو طواف کے ساتوں چکروں میں سے ہر چکر میں ہاتھ سے چھونا تو مشروع و ثابت ہے مگر اس کا بوسہ لینا جائز و ثابت نہیں اور اگر کسی وجہ سے اُسے چھونا ممکن نہ ہو تو پھر اس کی طرف اشارہ کرنا بھی ثابت نہیں ہے (مناسک الحج والعمرہ ص ۲۲) اور یہ جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ رُکن یمانی کو چومتے ہیں اور چومنے یا ہاتھ لگانے کا امکان نہ ہو تو اس کی بھی اشارہ کرتے ہیں یہ دونوں فعل چومنا اور اشارہ کرنا درست نہیں ہیں اور اس سلسلہ میں تاریخ امام بخاری، دارقطنی اور ابو یعلی کی روایت ضعیف ہے [النیل ۳/۵/۴۲]

---

[۱۶۰] : اس حدیث کو شافعی نے "السنن المأثورة" (۵۱۰) میں احمد نے "مسند" (۲۸/۱) میں اسطرح عبدالرزاق (۸۹۱۰) ازرقی (۳۳۲/۱-۳۳۴) فاکھی (۱۰۹/۱) اور بیہقی (۸۰/۵) نے بھی روایت کیا ہے اس سند میں ایک راوی مجہول ہے مگر "السنن المأثورة" میں سفیان بن عیینہ نے صراحت کی ہے کہ یہ (مجہول) عبدالرحمٰن بن نافع بن عبدالحارث ہے عبدالرحمٰن بن نافع کو ابن حبان نے "الثقات" ۹۵/۵ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اور ان سے کئی لوگوں نے روایت کی ہے! ابن عدی (۲۴۵۰/۶) اور بیہقی نے اس حدیث کو ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے یہ سند اگرچہ مفضل بن صالح الاسدی کی وجہ سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطابؓ جگہ مل جانے کی صورت میں استلام کرتے اور بھیڑ کے وقت (صرف) تکبیر کہتے! اس سند کے سب راوی ثقہ ہیں مگر اس میں انقطاع ہے۔ عبدالرزاق (۸۹،۸) ازرقی (۳۳۴/۸) فاکھی (۱۰۳/۱، ۱۳۰، ۱۳۱) شافعی نے "الام" (۱۷۲/۲) میں اور بیہقی (۸۰/۵، ۸۱) نے عطاء سے روایت کیا ہے انھوں نے ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سُنا اذا وجدت علی الرکن زحاماً فلا تؤذ احداً ولا تؤذ وامض واللفظ لعبدالرزاق والفاکھی "جب تم حجر اسود پر بھیڑ دیکھو تو نہ تم ہی کسی کو تکلیف دو اور نہ ہی تمہیں تکلیف دی جائے اور استلام کئے بغیر ہی گزر جاؤ" اور اس اثر کی سند صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجرِ اسود کو بوسہ دینے، اُسے ہاتھ سے چھونے یا پھر محض دُور سے اس کی طرف اشارہ کرنے اور بسم اللہ واللہ اکبر کہنے کے بعد صحیح مسلم میں مذکور حدیثِ جابرؓ کے مطابق خانۂ کعبہ کو اپنی بائیں جانب رکھیں کیونکہ حضرت جابرؓ اس حدیث میں بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم مکۃ اتی الحجر الاسود فاستلمہ، ثم مشی علی یمینہ (و فی لفظٍ) ثم قضی عن یمینہ۔ [۱۶۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حجرِ اسود پر پہنچ کر اس کا استلام کیا پھر آپؐ اس کی دائیں جانب سے چلنے لگے۔

اور طواف کے شروع میں ایک دُعا بڑی معروف ہے:

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [۱۶۲]

اے اللہ! تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے تیرے ساتھ کئے ہوئے عہد کو ایفاء کرتے ہوئے اور تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی اتباع کرتے ہوئے (یہ طواف کرنے لگا ہوں)

۱۶۱: یہ جابرؓ کی حدیث میں ہے اور اس کی تخریج نمبر ۱۹۰ میں آئے گی۔

۱۶۲: اس دُعا کا طواف شروع کرتے وقت پڑھنا علی بن ابی طالبؓ ابن عباس اور ابن عمرؓ سے مروی ہے اسی طرح ابن عمر اور ابن جریج کی مرفوع حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے۔

(۱) اثر علی کو طیالسی (۱/۲۱۶) ابن ابی شیبہ (۳/۴۴۱، ۸۱/۶۔ دار التاج) فاکہی نے "اخبار مکہ" (۱/۹۹-۱۰۰) میں طبرانی نے "الاوسط" (۴۹۶) میں بیہقی (۵/۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حارث الاعور کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۲) اثر ابن عباس کو عبد الرزاق (۸۸۹۸-۸۸۹۹) نے ان سے دو سندوں سے روایت کیا ہے جن کی سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں محمد بن عبید اللہ العرزمی اور حجاج بن سعید ہے عرزمی کو حافظ ابن حجر نے تقریب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں متروک اور جویبر کو سخت ضعیف کہا ہے۔ اور دوسری سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے نیز اس میں حجاج بن ارطاۃ بھی ہیں اور یہ مدلس ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ غلطیاں بھی کرتے ہیں۔ (۳) ابن عمر کے اثر کو طبرانی نے "الاوسط" میں روایت کیا ہے حافظ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۳/۲۴۳) میں اس کے راویوں کو "صحیح" کے راوی قرار دیا ہے۔ جب کہ شیخ البانی نے "حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (۱۱۵) میں اس کی سند کو ضعیف کہا ہے اور ہیثمی کا رد کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت کی سند سخت ضعیف ہے اور ابن جریج کی روایت والی سند معضل ہے ان دونوں روایتوں کی تخریج اور ان کی سندوں پر کلام حدیث (۱۵۱) میں ہو چکا ہے لہذا وہاں ملاحظہ کریں۔

فائدہ: ابن الحاج نے "المدخل" (۴/۲۲۵) میں ذکر کیا ہے کہ امام مالک سے اس دعا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے اس کو بدعت کہا۔ اور فاکہی (۱/۱۰) نے عطاء سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا اس بدعت کے موجد عراقی ہیں۔ واللہ اعلم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس دعا پر مبنی روایت کی سند کو امام شوکانی و علامہ البانی جیسے کبار محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (انظر نیل الاوطار ۳/ ۵/ ۴۷ حجۃ النبی صـ ۱۱۵)

لہٰذا بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر طواف شروع کر دیں۔ حجرِ اسود سے چل کر وہیں تک پہنچنے پر ایک چکر مکمل ہوگا اور ایسے سات چکر لگانے ہوتے ہیں۔

رمل اور اضطباع:

اس پہلے طواف میں سات ہی چکروں میں مردوں کے لیے اضطباع کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ سات میں سے پہلے تین چکروں میں رمل چال کے ساتھ چلنا بھی ضروری ہے لہٰذا ان دونوں کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ذہن نشین کر لیں کہ رمل و اضطباع کیا ہیں؟ اور ان دونوں میں سے اضطباع کا تعلق تو احرام سے ہے اور اضطباع یہ ہوتا ہے کہ احرام کی اُوپر والی چادر کو اپنی دائیں بغل کے نیچے سے گزار کر اپنے بائیں کندھے پر ڈال لیں اور اپنا دایاں کندھا ننگا رکھیں جیسا کہ ابوداؤد، اور مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

اَنَّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابَہٗ اعتمروا من جِعِرّانۃ فرملوا بالبیتِ وجعلوا اردیتھم تحت آباطِھم ثمّ قذفوھا علی عواتقھم الیسریٰ۔ ۱۶۳

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ نے جعرّانہ سے (احرام باندھ کر) عمرہ کیا اور بیت اللہ شریف کے گرد رمل چال سے طواف کیا اور اپنی اوپر والی چادروں کو اپنی (دائیں) بغلوں کے نیچے سے گزار کر انھیں اپنے بائیں کندھوں پر ڈال لیا۔

اور ابوداؤد و ترمذی، ابن ماجہ دارمی اور مسند احمد میں حضرت یعلی بن اُمیہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی حدیث کے مطابق یہ ہیئت یعنی اضطباع صرف پہلے طواف کے سات چکروں کے ساتھ ہی خاص اور مسنون ہے۔ ۱۶۴

۱۶۳: اس حدیث کو ابوداؤد (۱۸۸۴) احمد (۱/ ۳۰۶، ۳۷۱) اسی طرح طبرانی نے "کبیر" ۱۱۴۴۸ ۱۱/ ۲۰۶ میں اور بیہقی (۵/ ۷۹) نے بھی اسے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

۱۶۴: حدیث یعلی بن اُمیہؓ یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوداؤد (۱۸۸۳) ترمذی (۸۵۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ماجہ (۲۹۵۴) دارمی (۲/۴۳) بیہقی (۵/۷۹) احمد (۴/۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴) اور خطیب نے "الموضح" (۱/۲۸۶) میں یعلیٰ بن اُمیہ سے روایت کیا ہے انھیں یعلیٰ بن منیۃ بھی کہا جاتا ہے اور "منیۃ" ان کی والدہ کا نام ہے جیسا کہ خطیب بغدادی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کو یعلیٰ بن اُمیہ سے روایت کرنے والے ان کے بیٹے ہیں اِس حدیث کی سند میں ان کے نام کی صراحت تو نہیں ہے مگر یہ صفوان بن یعلیٰ ہیں کیونکہ حافظ مزی نے "تہذیب الکمال" (۱۳/ ۲۱۸ - ۲۱۹) میں اسی صفوان ہی کے ترجمہ میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے "تحفۃ الاشراف" (۹/۱۱۵/ ۱۸۳۹) میں بھی اِس حدیث کو صفوان کی اپنے باپ (یعلیٰ بن اُمیہ) سے روایت کردہ احادیث میں ذکر کیا ہے اسی لیے حافظ ابن حجر "تہذیب" میں صفوان کے ترجمہ میں اس حدیث کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ صفوان ہی ہے جیسا کہ مزی نے "الاطراف" میں بالجزم کہا ہے صفوان ثقہ ہیں جیسا کہ "تقریب" میں ہے اور ان سے بخاری اور مسلم نے حجت لی ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابن جریج بھی ہیں اور یہ مدلس ہیں۔ ابوداؤد اسی طرح احمد اور بیہقی کی ایک روایت میں اُنھوں نے اس حدیث کو یعلیٰ بن اُمیہ کے بیٹے (صفوان) سے روایت کیا ہے اور یہاں انھوں نے تدلیس کی ہے کیوں کہ "الموضح" اور احمد کی ایک دوسری روایت میں انھوں نے اس کو ایک نامعلوم آدمی کے واسطے سے یعلیٰ بن امیہ کے بیٹے (یعنی صفوان) سے روایت کیا ہے اور یہ نامعلوم آدمی عبد الحمید بن جبیر بن شیبہ ہیں جیسا کہ دوسری کتب میں صراحت ہے اور یہ ثقہ ہیں لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے امام ترمذی نے بھی اس کو صحیح کیا ہے۔ تنبیہ[1]: مسند احمد (۴/۲۲۳) کی ایک روایت میں اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت (اضطباع) صفا و مروہ کی سعی کرتے وقت تھی مگر اس سند میں "عمر بن جعادون ابو حفص البلخی" ہے ذہبی نے "الکاشف" میں اس کو واہٍ اور حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں اسے "متروک" کہا ہے بلکہ ابن معین سے ایک روایت کے مطابق یہ کذاب ہے الحاصل یہ سند سخت ضعیف ہے۔ (۲) حدیث ابن عباس اس کو بخاری اور مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ دیکھیں (۱۶۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طواف سے پہلے کندھوں کو ڈھانپ کر رکھنا چاہیئے اور یہ طواف مکمل ہوتے ہی پھر اپنے دونوں کندھوں کو اوپر والی چادر سے ڈھانپ لیں اور نمازوں کے دوران یا مناسک حج کے وقت دوبارہ کبھی بھی یہ ہیئت اضطباع جائز نہیں۔ جبکہ اکثر وبیشتر حجاج کو دیکھا گیا ہے کہ کم علمی کی وجہ سے وہ جب سے میقات سے احرام باندھیں تب سے لیکر عمرہ کا احرام کھولنے تک اور پھر حج کا احرام باندھنے سے لیکر تمام مناسک حج مکمل کرنے تک اپنے دائیں کندھے کو ننگا ہی رکھتے ہیں اور اسی طرح ہی تمام نمازیں بھی پڑھتے رہتے ہیں جو کہ ہرگز صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ طواف کی دو رکعتیں بھی دونوں کندھوں کو ڈھانپ کر پڑھنا ضروری ہے۔ [التحقیق والایضاح ص۲۹]

اور اس پہلے طواف کے صرف پہلے تین چکروں میں صرف مردوں کے لیے رمل چال اور بقیہ چاروں چکروں میں عام چال سے چلنا مسنون ہے اور عورتیں رمل سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح ان پر اضطباع بھی نہیں۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے اس پر تمام ائمہ و فقہاء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ [بحوالہ الفتح الربانی ۱۲/۲۳]

اور رمل چال، کندھوں ہلاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدموں سے آہستہ آہستہ دوڑنے کو کہا جاتا ہے۔ یہ چال اس پہلے طواف کے بعد دوسرے تیسرے کسی طواف میں مشروع نہیں چنانچہ صحیح بخاری و مسلم ابوداؤد و نسائی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث پہلے طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل پر شاہد ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا طاف في الحج والعمرة اول ما يقدم سعى ثلاثة اطواف ومشى اربعة، ثم سجد سجدتين، ثم يطوف بين الصفا والمروة۔ ۱۶۵

۱۶۵: اسکو بخاری (۱۶۱۶، ۱۶۱۷) مسلم (۹/۷، ۸) ابوداؤد (۱۸۹۳) نسائی (۵/۲۲۹، ۲۴۳) دارمی (۲/۱) ابن ماجہ (۲۹۵۰) بیہقی (۵/۵۳) اور احمد (۲/۱۴، ۹۸، ۹۹) روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج و عمرہ کے لیے آنے پر سب سے پہلے جو طواف کرتے اس میں تین چکر دوڑ کر (رمل سے) اور چار چکر عام چال چل کر پورے کرتے۔ پھر (مقام ابراہیم پر) دو رکعتیں ادا فرماتے اور پھر صفا و مروہ کے مابین سعی کرتے۔

اور صحیح مسلم میں انہی سے مروی ہے:

رَمَلَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الحجر الی الحجر ثلاثاً و مشی اربعاً۔ ١٦٦

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرِ اسود سے لیکر حجرِ اسود تک کے تین چکر رمل چال سے اور چار عام چال سے پورے فرماتے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واصحابہ اعتمروا من جعرّانہ فرملوا بالبیت ثلاثاً ومشوا اربعاً۔ ١٦٧

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جعرّانہ سے عمرہ کیا تو بیت اللہ کے طواف کے دوران پہلے چکروں میں رمل اور آخری چار میں عام چال سے چلے۔

صحیح بخاری و مسلم ابوداود و نسائی اور مسند احمد میں

مشروعیتِ رمل کا سبب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رمل کی مشروعیت اور اس کے مقرر کیے جانے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ (سنہ ۷ھ میں) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ و جانثار ساتھی عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ آئے تو مشرکین مکہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی کمزور ہو گئے ہیں، مدینہ طیبہ کے بخار نے انھیں نحیف و نزار اور کمزور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان

١٦٦: مسلم (۹/۹) اسی طرح ابوداود (۱۸۹۱) دارمی (۲/۴۳) اور بیہقی (۵/۸۳) نے روایت کیا ہے۔ ١٦٧: ابوداود (۱۸۹۰) باسناد صحیح۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اس خیالِ فاسد سے باخبر کر دیا تو آپ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ [پہلے تین چکروں میں) رَمَل چال سے چلیں اور جب مشرکین نے صحابہ کو اس طرح چلتے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے :

هؤلآء الذين تزعمون ان الحمّى وهنتهم هؤلآء اقوى من كذا وكذا.

کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم یہ گمان کر رہے تھے کہ بخار نے انھیں کمزور کر دیا ہے یہ تو فلاں فلاں سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔

اور ابو داؤد میں یہ صراحت ہے :

هؤلآء اجلد منّا یہ تو ہم سے بھی زیادہ قوی ہیں۔

اور ابو داؤد میں ہی یہ الفاظ ہیں :

تقول قريش كانّهم الغزلان.

قریشِ مکہ کہنے لگے کہ یہ لوگ تو ہرنوں کی طرح ہیں۔

یہ تھا رَمَل کی مشروعیت کا سبب ۱۶۸

اور ابو داؤد و ابن ماجہ اور مسند احمد ہے کہ رَمَل اس وقت سے طواف کی سنت قرار پائی جس پر صحابہ کرام (اور آج تک کے مسلمان) عمل پیرا ہیں حتیٰ کہ مذکورہ کتب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسلام کا بول بالا کر دیا ہے اور

---

۱۶۸ : اس حدیث بخاری (۲-۱۶) مسلم (۹/۱۲-۱۳) ابو داؤد (۱۸۸۶) نسائی (۲۳۱، ۵/۲۳۰) ابن خزیمہ (۲۷۲۰) بیہقی (۵/۸۲) اور احمد (۱/۲۹۰، ۲۹۴، ۲۹۵، ۳۷۳) نے روایت کیا ہے۔ "هؤلاء اور الذين تزعمون . . . اقوى من كذا وكذا" یہ احمد کی ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ "هؤلاء اجلد منا" یہ ابو داؤد میں ہیں اور مسلم "هؤلاء اجلد من كذا وكذا" کے الفاظ ہیں اور بخاری میں مشرکین کا یہ قول نہیں ہے۔ "تقول قريش كأنهم الغزلان" یہ الفاظ ابو داؤد (۱۸۸۹) میں ہیں اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفر و کفّار کو ذلیل و خوار کر کے ملک بدر کر دیا ہے:

مع هذا ذلك لا ندع شيئًا كنا نفعله على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ [۱۶۹]

اس کے باوجود ہم وہ کام ہرگز نہیں چھوڑیں گے جسے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کیا کرتے تھے۔

جب کہ اس کی مشروعیتِ دائمی کا ذکر صحیح بخاری میں یوں ہے کہ:

شيئٌ صنعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا نحب ان نتركه۔ [۱۷۰]

ایک کام جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہم اسے ترک کرنا ہرگز پسند نہیں کرتے۔

اس رَمل کی مشروعیت اگرچہ ایک خاص وجہ سے ہوئی مگر پھر یہ ایک مطلق سنت قرار پائی جیسا کہ صحیح مسلم اور دیگر کتب میں مذکور حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے وقائع میں بھی مذکور ہے:

فرمل ثلاثًا ومشى اربعًا۔ [۱۷۱]

آپ نے طواف کے پہلے تین چکروں میں رَمل اور بقیہ چار میں عام حال سے چلے

اور امام خطابیؒ نے صحیح ہی فرمایا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک کام کو کسی خاص وجہ سے کرتے ہیں اور پھر وہ وجہ تو زائل ہو جاتی ہے مگر وہ سنت اپنی اصل حالت پر قائم رہتی ہے۔ [عون المعبود شرح ابوداؤد از علامہ شمس الحق عظیم آبادی ۵/۳۴۱ طبع مدنی]

---

[۱۶۹]: اسکو ابوداؤد ۱۸۸۷، ابن ماجہ ۲۹۵۲، احمد ۱/۴۵، اسی طرح حاکم ۱/۴۵۴، بیہقی ۵/۷۹ اور ابو یعلی ۱۸۸ نے روایت کیا ہے اس حدیث کی سند میں ہشام بن سعد ہیں ذہبی نے انہیں الکاشف میں "حسن الحدیث" کہا ہے لہٰذا یہ سند حسن درجہ کی ہے حاکم نے اسکو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

[۱۷۰]: بخاری (۱۶۰۵)

[۱۷۱]: اس حدیث کی مفصل تخریج نمبر ۱۹۰ میں آئے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملتزم سے چمٹنا اور دعائیں کرنا

حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان والی جگہ جس کا نام "ملتزم" ہے اس کے ساتھ چمٹنا، اور اس پر اپنا سینہ، ہاتھ، یا ید، اور چہرہ رکھنا بھی مسنون ہے جیسا کہ ابوداوٗد ابن ماجہ میں مذکور بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ ۱۷۲ وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، اپنی حاجتیں طلب کریں اور امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اگر دیوار کعبہ کے اس حصّہ کے ساتھ چمٹنا ممکن نہ ہو تو پاس کھڑے ہو کر دعا کرلیں اور اس التزام کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔ یہ پورے موسم حج میں کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دخولِ مکّہ کے وقت ہی کرلیا کرتے تھے (بحوالہ مناسک الحج والعمرہ ص ۲۳ حاشیہ)

حطیم سمیت طواف

طواف کرتے وقت یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھیں کہ حطیم سمیت پورے بیت اللہ شریف کا طواف کرنا ضروری ہے کیونکہ خانہ کعبہ کے ساتھ شمالی جانب میں قوس یا نیم دائرے کی شکل میں بنی ہوئی یہ جگہ حطیم بھی بیت اللہ شریف کا حصّہ ہے جو قریش نے مالی کمزوری کی وجہ سے تعمیر کعبہ کے وقت چھوڑ دی تھی جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں وضاحت موجود ہے۔ ۱۷۳

---

۱۷۲ : یہ عبداللہ ابن عمروؓ کی حدیث میں ہے اور یہ صحیح حدیث ہے اس کو ابوداوٗد (۱۸۹۹) ابن ماجہ (۲۹۶۲) عبدالرزاق (۹۰۴۳) أزرقی (۱/ ۳۴۷، ۳۴۹، ۳۵۰) فاکھی (۱/ ۱۶۲) ابن عدی (۶/ ۲۴۱۸) (۲/ ۲۸۹) اور بیہقی نے "سنن" (۵/ ۹۳، ۱۶۴) اور "شعب الایمان" (۷/ ۶۰۴، ۶۰۵) میں روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند "مثنی بن الصباح" کی وجہ سے ضعیف ہے عبدالرزاق، اُزرقی اور بیہقی کی ایک روایت میں ابن جریج نے بھی اس کو مثنی کے شیخ "عمرو بن شعیب" سے روایت کیا ہے یعنی ابن جریج نے مثنی کی متابعت کی ہے مگر یہ مدلس ہیں بلکہ امام بخاری نے کہا ہے کہ ابن جریج کا عمرو بن شعیب سے سماع نہیں ہے۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ ابن جریج نے اس حدیث کو مثنی سے سنا ہو اور پھر تدلیس کی ہو مگر اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی بناء پر یہ صحیح حدیث ہے ان شواہد میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمٰن بن صفوان رضی اللہ عنہ کی موصول حدیث، ابن ابی ملیکۃ کی مرسل اور ابن عباس کی موقوف روایت ہے حدیث عبدالرحمٰن بن صفوان کو احمد (۳/ ۴۳۰ ، ۴۳۱) ابوداود ۱۸۹۸ اور بیہقی (۵/ ۹۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند شاہد میں حسن درجہ کی ہے مگر عبدالرحمٰن بن صفوان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ ابن ابی ملیکۃ کی مرسل روایت کو فاکھی (۱/ ۱۶۲) نے روایت کیا ہے یہ مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی سند میں عبداللہ بن مؤمل ہے اور یہ ضعیف ہے۔ ابن عباس رضی کی موقوف روایت کو عبدالرزاق (۹۰۴۷) نے بسند صحیح مجاہد سے روایت کیا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا "هذا الملتزم بين الركن والباب" حجر اسود اور دروازہ کے مابین ملتزم ہے۔" اس کو مالک نے بھی بلاغاً ابن عباس سے روایت کیا ہے ملاحظہ ہو (۱/ ۴۲۴) یہ روایت اگرچہ موقوف ہے مگر اس کا حکم مرفوع حدیث والا ہے کیونکہ اس میں عقل واجتہاد کو دخل نہیں ہے جیسا کہ امام ابن الھمام نے "فتح القدیر" (۲/ ۵۰۸) میں کہا ہے ابن عدی (۴/ ۱۴۱۶) نے اس کو ابن عباس رضی سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے۔ "من دعاء من ذی حاجة او كربة أو ذی غمة فرج عنه باذن الله" "جو ضرورت مند، مصیبت زدہ یا غمگین (اس مقام پہ) دعا کرتا ہے تو اللہ کے حکم سے (اس کی ضرورت پوری، مصیبت اور غم) دور ہو جاتا ہے۔" مگر اس کی ایک تو سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں "عباد بن کثیر الثقفی" ہے اور یہ متروک ہے بلکہ امام احمد نے کہا ہے کہ اس نے جھوٹی حدیثیں بیان کی ہیں۔ دیگر یہ ابن عباس سے اسی اضافے کے ساتھ اس سے اچھی سند سے موقوفاً مروی ہے مگر اس سند میں یہ اضافہ ان الفاظ سے ہے۔ "لا يلتزم ما بينهما أحد يسأل الله شيئًا إلا أعطاه إياه" "جو شخص بھی اس مقام پر چمٹ کر اللہ سے کوئی سوال کرتا ہے تو وہ اس کا سوال پورا کر دیتا ہے۔" اس کو بیہقی نے "سنن" (۵/ ۱۶۴) اور "شعب الایمان" (۷/ ۵۰۷) میں روایت کیا ہے اس سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع ہے اور یہ ضعیف ہے اور باقی اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حاصل کلام مذکورہ حدیث اپنے شواھد کی بناء پہ صحیح حدیث ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۱: اس حدیث کو مالک (۱/۳۶۳) بخاری (۱۵۸۳، ۱۵۸۴) مسلم (۹/۸۸) ابوداؤد (۲۰۲۸) ترمذی (۸۷۵، ۸۷۶) نسائی (۵/۲۱۴) اور ابن ماجہ (۲۹۵۵) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حطیم کا ہی ایک نام حِجر یا حِجرِ اسماعیل علیہ السلام بھی ہے اور صحیح بخاری میں مذکور ایک حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :-

من طاف بالبیت فلیطف من وراء الحجر۔ [۱۷۴]

جو شخص طواف کرے اسے حطیم کے باہر سے کرنا چاہیئے اور اس پر قرآن کریم کی ایک آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے [سورۃ حج آیت ۲۹ میں] فرمایا ہے :

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ [الحج : ۲۹]

اور چاہیئے کہ اس قدیم گھر [بیتِ اللہ شریف] کا طواف کریں۔

اور ظاہر ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم فرمایا ہے اور وہ تبھی پورا ہوتا جب سارے بیت اللہ کا طواف ہو اور حطیم کو چھوڑ دیا جائے تو پھر پورے گھر کا نہیں بلکہ اس کے کچھ حصّہ کا [ناقص] طواف ہوتا ہے۔

رُکنِ یمانی کو چھونا طواف کے ساتوں چکروں میں سے ہر چکر میں رکنِ یمانی کو ہاتھ سے چھونا بھی سنّت و ثواب ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

ما ترکنا استلام ھذین الرکنین : الیمانی والحجر فی شدّۃ ولا رخاء منذ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستلمھا۔ [۱۷۵]

ہم نے ان دو رکنوں : رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کو چھونا نہیں چھوڑا چاہے شدّت ہو یا نرمی اور یہ تب سے ہے جب سے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انھیں چھوتے دیکھا ہے۔

۱۵۶/۵

۱۷۴۔ بخاری (۳۸۴۸) "مناقب الأنصار" باب "القسامۃ فی الجاھلیۃ" اِسی طرح اس کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اُم (۱۷۶/۲) و مسند شافعی (۱۲۹، ۱۳۰) مصنف عبدالرزاق (۹۱۴۹) صحیح ابن خزیمۃ (۲۷۴۰) مستدرک حاکم (۴۶۰/۱) اور بیہقی (۹۰/۵) میں انہی ابن عباس سے ایک دوسری سند سے مروی ہے "حطیم بیت اللہ کا جزء ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کے باہر سے طواف کیا تھا اور اللہ تعالی فرماتے ہیں (ولیطوفوا بالبیت العتیق) اس کی سند حسن درجہ کی ہے ابن خزیمہ اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔

۱۷۵: (اس کو بخاری (۲، ۱۶۲) باب "الرمل فی الحج والعمرۃ" مسلم (۵/۹) نسائی (۲۳۲/۵، ۲۳۳) اور بیہقی (۷۶/۵) نے نافع کے طریق سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(حاشیہ ۱۶۸ کا سلسلہ ص ۱۰۳ کا)

یعلی بن امیہ سے بلاواسطہ بھی روایت کیا ہے ممکن ہے کہ انھوں نے یعلی بن امیہ سے بالواسطہ سنا ہو اور بعد میں بلاواسطہ سن لیا ہو کیونکہ عبداللہ بن باباہ کی یعلی بن امیہ سے روایت بلاواسطہ بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

(حاشیہ ۱۶۹ کا سلسلہ ص ۱۱۵ کا)

ابن عباس کے اثر کو عبدالرزاق (۸۹۷۹، ۹۰۰۹) ابن ابی شیبہ (۱۳۷/۳) ۔ دار التاج الازرقی (۱۱/۲) اور فاکہی نے "اخبار مکۃ" (۱۹۲/۱، ۱۹۳) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے طبرانی نے ان سے سیاق سے مرفوعا بھی روایت کی ہے مگر اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے ملاحظہ ہو "المعجم الکبیر" (۴۰/۱۱)۔ ابن عمر کے اثر کو شافعی نے "مسند" (۱۲۷) میں نسائی (۲۲۲/۵) اور فاکہی (۱۹۳/۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر رکن یمانی کو بوسہ دینا یا اسے ہاتھ سے چھو کر اپنے ہاتھ کو چومنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ [المغنی ۳/۳۴۱ مصری، الفتح الربانی ۱۲/ ۳۶، ۳۷] اور اگر زیادہ بھیڑ کی وجہ سے اسے چھونا ممکن نہ ہو تو اس کی طرف اشارہ کرنا بھی مشروع نہیں۔

[التحقیق والایضاح صنہ ۳۰۔ ۳۱، مناسک الحج والعمرہ صنہ ۲۲]۔

در مذکورہ افعال [چومنا اور اشارہ کرنا] حجرِ اسود کے ساتھ خاص ہیں۔ جبکہ رکنِ یمانی حجرِ اسود والے کونے سے پہلے کونے میں بیت اللہ کی جنوبی دیوار میں نصب ہے۔

حجرِ اسود اور ملتزم کے سوا

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رکھیں کہ بیت اللہ شریف کی شمالی دیوار میں نصب رکنِ عراقی اور مغربی دیوار میں رکنِ شامی ہے ان دونوں رکنوں کو، پورے بیت اللہ کے در و دیوار کو اور حجرِ اسود و ملتزم کو چھوڑ کر اس کے تمام اطراف و جوانب، مقامِ ابراہیمؑ، حجرِ اسماعیلؑ (حطیم) کسی کو بھی بوسہ دینا، چھونا یا اشارہ کرنا مشروع و ثابت نہیں اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے اس بات پر چاروں آئمہ کا اتفاق ذکر کیا ہے [مناسک الحج والعمرہ صنہ ۲۲ حاشیہ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۶/ ۹۷]

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لم ار النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستلم من البیت الا الرکنین الیمانیین۔ [۱۷۶]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے سوا کسی چیز کو چھوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

رکنِ یمانی اور حجرِ اسود دونوں کو "رکنین یمانیین" کہا جاتا ہے جبکہ دوسرے دونوں رکنوں کو "رکنین شامیین" کہا جاتا ہے۔ اور ابو داؤد و نسائی اور مسند احمد میں بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:

---

۱۷۶ بخاری (۱۶۰۹) مسلم (۹/ ۱۳) ابوداؤد (۴/ ۱۸) نسائی (۵/ ۲۳۱، ۲۳۲) بیہقی (۵/ ۷۶) احمد (۲/ ۱۲) اور ابو یعلی (۳/ ۵۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یستلم الرکن
الیمانی والاسود کل طوفۃ ولا یستلم الرکنین الآخرین اللذین یلیان الحجر[۱۷۷]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے ساتوں چکروں میں سے ہر چکر میں رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کو چھوا کرتے تھے اور حجر کی طرف والے دونوں رکنوں [رکن عراقی وشامی] کو نہیں چھوتے تھے۔

ایسے ہی مصنف عبدالرزاق مسند احمد اور سنن بیہقی میں حضرت یعلی بن امیہ رض سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رض [اور ایک روایت میں عثمان رض ہے] کے ساتھ طواف کیا۔ جب میں اس رکن کے پاس تھا جو بابِ کعبہ کے آگے والے کونے میں نصب ہے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا کہ اس کا استلام کریں، تو انھوں نے فرمایا:

اما طفت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

کیا تم نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا؟

میں نے عرض کیا نہیں، تو انھوں نے فرمایا:

فانفذ عنک، فان لک فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوۃ حسنۃ[۱۷۸]

تو پھر تم اسے چھونے کا خیال چھوڑ دو، کیونکہ تمہارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ایک بہترین نمونہ ہے۔

۱۷۷: اس طرح سے اس حدیث کو احمد (۲/۱۱۵) ازرقی نے "اخبار مکۃ" (۱/۳۲۲) مسلم اور بیہقی (۵/۷۶، ۸۰) نے روایت کیا ہے ابوداود اور نسائی وغیرہ میں یہ "ولا یستلم الرکنین۔۔" کے الفاظ کے بغیر ہے دیکھیں اس کتاب کی حدیث ۱۵۶۔ ۱۷۸: اس حدیث کو عبدالرزاق (۵/۸۹) احمد (۱/۴۵، ۴/۲۲۲) بیہقی (۵/۷۷) اور ازرقی (۱/۳۳۵، ۳۳۶) نے عبداللہ بن باباہ سے اور انھوں نے یعلی بن اُمیہ کے کسی ایک بیٹے کے واسطے سے یعلی بن امیہ سے روایت کیا ہے اور اس سند میں یعلی بن امیہ اور عبداللہ بن باباہ کے درمیان جو واسطہ ہے وہ مجہول ہے مسند احمد (۱/۳۷) کی ایک روایت میں اور اسی طرح مسند ابو یعلی (۱۸۲) میں عبداللہ بن باباہ نے اس حدیث کو (بقیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورانِ طواف کی دُعائیں اور لایعنی گفتگو سے اجتناب

طواف، حج کا ایک اہم رُکن ہے اور قربِ کعبہ کی بناء پر قبولیتِ دُعا کا وقت و موقع بھی۔ لہٰذا حجاجِ کرام کو چاہیئے کہ دورانِ طواف اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کریں اور دُعائیں مانگیں اور لایعنی گفتگو سے کلی اجتناب کریں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ ترمذی، ابن خذیمہ و ابن حبان دارمی مستدرک حاکم اور بیہقی میں مرفوعاً اور نسائی و مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے:

الطواف بالبيت صلوٰة ولكنّ الله احلّ فيه النطق فمن نطق فلا ينطق الا بخير (و فی الموقوف) فاذا طفتم فاقلّوا الكلام۔ ۱۷۹

بیت اللہ کا طواف کرنا بھی نماز ہی ہے لیکن اللہ نے اس میں بات چیت کو حلال قرار دیا ہے بس جو کوئی بات کرے تو اسے چاہیئے کہ کوئی بھلائی کی ہی بات کرے۔ (موقوف روایت میں ہے) جب تم طواف کرو تو بہت کم گفتگو کرو۔

اور صحیح بخاری باب الکلام فی الطواف (۴۸۲/۳ مع الفتح) میں بھی ایک حدیث مذکور ہے اگرچہ وہ مطلق نہیں ہے۔

۱۷۹: اس حدیث کو ترمذی (۹۶۰) دارمی (۴۴/۲) ابن الجارود (۴۶۱) ابن خزیمۃ ۲۷۳۹ ابن حبان (۹۹۸) طبرانی (۳۴/۱) حاکم (۴۵۹/۱، ۲۶۷/۲) بیہقی (۸۵/۵) ابو یعلی (۲۵۹۹) اور فاکھی (۱۹۱/۱) نے روایت کیا ہے۔ اور یہ صحیح حدیث ہے اسے ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، ذہبی، ابن حجر اور البانی نے صحیح کہا ہے تفصیل کے لیے "تلخیص الحبیر" (۱۲۹/۱، ۱۳۰) اور ارواء الغلیل (۱۲۱) ملاحظہ کریں۔ "اذا طفتم فاقلوا الکلام" ان الفاظ سے اس حدیث کو عبد الرزاق (۹۷۸۸) احمد (۴۱۴/۳، ۶۴/۴، ۳۷۷/۵) اور نسائی (۲۲۲/۵) نے ایک نامعلوم صحابی سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے حافظ ابن حجر نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ ان سے ملتے جلتے الفاظ سے یہ حدیث ابن عباس رض اور ابن عمر رض سے موقوف بھی مروی ہے۔ بقیہ صـ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چند ایک دعاؤں کے سوا دورانِ طواف کوئی مخصوص دُعا یا ذکر صحیح سند سے ثابت نہیں۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی عام دعاؤں میں سے جو بھی چاہے ذکر و دُعا کریں جائز ہے۔ (ابن تیمیہ بحوالہ مناسک الحج والعمرہ ص۲۳) ابوداؤد ابن حبان مسند احمد اور مستدرک میں ایک حدیث ہے جسے بعض کبار محدثین مثلاً ابن حبان و حاکم ذہبی شوکانی اور البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (نیل الاوطار ۵۴/۵/۳ مصری مناسک الحج والعمرہ ص۲۲ الفتح الربانی ۶۷/۱۲) اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن سائبؓ فرماتے ہیں:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مابین الرکنین:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ [۱۸۰] (البقرہ: ۲۰۲)

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان یہ دُعا کرتے سُنا: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً الخ اے اللہ ہمیں دُنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔

۱۸۰۔ یہ صحیح حدیث ہے اس کو احمد (۴۱۱/۳) ابوداؤد (۱۸۹۲) عبدالرزاق (۸۹۶۳) ابن ابی تیمیہ (۱۰۸/۴ و ج ۱۰/ ص۹۶۸۱) ازرقی (۳۴۰/۱) فاکھی (۱۲۵/۱) ابن الجارود (۴۵۶) ابن خزیمہ (۲۷۲۱) ابن حبان (۱۰۰۱) طبرانی نے "کتاب الدعاء" (۸۵۹) میں حاکم (۴۵۵/۱، ۲۷۷/۲) بیہقی نے "سنن" (۸۴/۵) اور "شعب الایمان" (۴۹۴/۷) میں عبداللہ بن السائبؓ سے روایت کیا ہے اور اسے ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے مگر یہ اپنے شواہد کی بناء پر صحیح ہے ان شواہد میں نامعلوم صحابی، ابوھریرہ، علی، ابن عباس اور ابن عمرؓ کی حدیثیں ہیں۔

(۱) نامعلوم صحابی کی روایت کو فاکھی نے "اخبار مکۃ" (۱۲۵/۱) میں روایت کیا ہے۔ اس میں اگر ابن جریج کا اس روایت کو لفظ "عن" سے بیان کرنا نہ ہو تو اس کی سند صحیح ہے۔

(۲) حدیث ابوھریرہ کو ابن ماجہ (۲۹۵۶) باب "فضل الطواف" فاکھی (۱۲۸/۱) اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عدی (۲/ ۶۹۰) نے روایت کیا ہے۔
اس میں ہے کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے متعین ہیں جو شخص یہ دعا "اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ، ربنا آتنا فی الدنیا۔۔۔" پڑھتا ہے تو وہ آمین کہتے ہیں مگر اس کی سند ضعیف ہے۔

(۳) حدیث علی: اس کو فاکہی (۱/ ۱۳۷) نے روایت کیا ہے اس میں ستر کی بجائے ایک فرشتے کا ذکر ہے مگر اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

فاکہی نے اس کو ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے ملاحظہ ہو (۱/ ۱۴۶) اس طریق میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا "ربنا آتنا۔۔" پڑھا کرتے تھے اور اس کے شروع میں ایک اور دعا کا بھی اضافہ ہے مگر اس کی سند یاسین بن معاذ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے نیز اسی طریق سے اس کو ازرقی (۱/ ۳۴۰) نے علی رضی اللہ عنہ پر موقوفاً روایت کیا ہے۔

(۴) حدیث ابن عباس: اس میں بھی حدیث علی کی طرح ہے کہ رکن یمانی پر ایک فرشتہ متعین ہے جو آمین کہتا ہے لہٰذا اس سے گزرتے وقت یہ دعا "ربنا آتنا۔۔" پڑھو۔

اس کو ابن ابی شیبہ (۶/ ۸۲ ۔ دارالتاج) ازرقی (۱/ ۳۴۱) فاکہی (۱/ ۱۱۰، ۱۳۹) اور بیہقی نے "شعب الایمان" (۵۹۵۔ ۵۹۶) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف اور مضطرب ہے ضعیف اس لیے کہ اس میں عبداللہ بن مسلم بن ھُرمُز ہے اور یہ ضعیف ہے اور مضطرب اس لیے کہ بعض راویوں نے عبداللہ بن مسلم سے اس کو مرفوع بعض نے ابن عباس سے پر موقوف اور بعض نے اس کو مجاہد کا قول کہا ہے یہ ابن عباس سے ایک دوسری سند سے بھی مرفوع مروی ہے مگر یہ سند محمد بن فضل بن عطیہ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے اور اس سند سے اس کو سہمی نے "تاریخ جرجان" (۲۵۵، ۲۵۶) اور ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" (۵/ ۸۲) میں روایت کیا ہے۔

(۵) حدیث ابن عمر کو فاکہی (۱/ ۹۹) نے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے مگر اس کی سند واقدی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

اسی سلسلہ کی سعید بن المسیب کی ایک مرسل روایت بھی ہے جسے ازرقی (۱/ ۳۴۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے روایت کیا ہے ایک تو یہ مرسل ہے نیز اس میں یاسین بن معاذ ہے جو سخت ضعیف ہے بلکہ متہم ہے۔

حاصل کلام حدیث الباب اپنے ان شواہد کی بنا پر صحیح ہے ان میں سے بعض شواہد کی سندیں اگرچہ انتہائی ضعیف ہیں مگر بعض کی سندیں شواہد بننے کے قابل ہیں۔ نیز صحابہؓ کے عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اس مقام پر اس دعا کا عمر بن خطاب اور عبدالرحمن بن عوف سے پڑھنا ثابت ہے اور علی اور ابن عمر سے پڑھنا وارد ہے۔

(۱) عمر بن خطابؓ کے اثر کو ابن ابی تیمیہ (۱۰/ ۲۶۲) فاکھی (۱/ ۲۲۹) بیہقی (۵/ ۸۴) عبداللہ بن احمد نے "زوائد الزھد" (۱۴۶) میں اور ان سے خطیب بغدادی نے "الموضح" (۲/ ۴۰۸) میں حبیب بن صھبان کے طریق سے عبدالرزاق (۸۹۶۶) اور ان سے طبرانی نے "الدعاء" (۸۵۰) میں ایک نامعلوم آدمی کے طریق سے اور ازرقی (۲/ ۱۱) اور فاکھی (۱/ ۲۳۰) ایک تیسرے طریق سے روایت کیا ہے۔ حبیب بن صھبان والی سند حسن درجہ کی ہے اور باقی دونوں طریق ضعیف ہے۔

(۲) عبدالرحمن بن عوفؓ کے اثر کو فاکھی (۱/ ۱۰۰، ۲۳۰) ازرقی (۲/ ۱۱) اور طبرانی نے "الدعاء" (۸۵۵) میں روایت کیا ہے! یہ اثر عبدالرحمن بن عوف سے بھی تین سندوں سے مروی ہے جن میں ایک سند جو کہ فاکھی کے ہاں ہے حسن درجہ کی ہے اور باقی دونوں سندوں میں انقطاع ہے۔ (۳۰)

(۳) علیؓ کے اثر کو ازرقی (۱/ ۳۴۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے

(۴) ابن عمرؓ کے اثر کو عبدالرزاق (۸۹۶۴، ۸۹۶۵) ابن ابی تیمیہ ۸۲/۶ دارالتاج فاکھی (۱/ ۱۰۹، ۱۱۰) اور طبرانی نے "الدعاء" (۸۵۶، ۸۵۸) میں روایت کیا ہے۔ اس میں ایک راوی ابو شعبہ ہے اگر یہ ثقہ ہے تو اس کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دُعا کے علاوہ ایک دُعا بیت اللہ شریف کے پرنالے (میزاب رحمت) کے نیچے کی جاتی ہے، وہ اور ایسی ہی دیگر دعاؤں کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا فیصلہ ہے کہ ان میں سے کسی کی کوئی اصل نہیں یعنی وہ سب بے بنیاد اور من گھڑت ہیں۔

[مناسک الحج والعمرہ ص۲۳]

لہٰذا بعض ایسی مخصوص دعاؤں سے قطع نظر جو جی میں آئے مانگیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے لیے نہایت آسان دین لائے مگر افسوس کہ ہم نے ان آسانیوں سے فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ دین کو خود ہی مشکل بنالیا ہے جس کی ایک مثال یہی ہے کہ ذرا طواف کی ان دعاؤں پر ہی غور کرلیں جو ساتوں چکروں کے لیے معلموں نے علیحدہ علیحدہ تجویز کر رکھی ہیں، اور چھوٹی چھوٹی کتابوں میں حرمین شریفین بلکہ دیگر ممالک میں بھی عام بکتی ہیں جب کہ وہ دعائیں قرآن یا حدیث کسی سے بھی اس طرح ثابت نہیں ہیں کہ فلاں الفاظ طواف کے فلاں چکر میں ہی دہرائے جائیں بلکہ وہ دُعائیں سراسر خانہ ساز اور من گھڑت ہیں جنھیں طواف کے چکروں پر تقسیم کر دیا گیا ہے! انھیں یاد کرتے کرتے لوگ مہینوں گزار دیتے ہیں لیکن پھر بھی وہ انھیں یاد نہیں کر پاتے حتٰی کہ طواف کا وقت آجاتا ہے۔ پھر یہ لوگ ان معلموں کے رحم وکرم پر ہی ہوتے ہیں جو انہیں طواف کرواتے ہیں آگے آگے وہ خود ان خانہ ساز دعاؤں کو دہراتے جاتے ہیں اور اِن کے پیچھے پیچھے طوطے کی طرح ہمارے سادہ دل حاجی حضرات ان دعاؤں کو دہراتے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ طواف ایک رسمی سی عبادت بن کر رہ جاتا ہے اور اس کی اصل روح غائب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان مصنوعی دعاؤں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیئے بلکہ قرآن و سنت میں سے ثابت شدہ ومسنون دُعائیں پڑھنے میں ہی تمام تر فضائل وبرکات اجر وثواب اور اطمینان قلب وروح ہے اور اگر وہ یاد نہ ہوں تو پھر جو جی میں آئے اور جس زبان میں بھی ہو دُعائیں کرتے جائیں کوئی پابندی نہیں ہے۔

بیت اللہ کا قرب

طواف کرتے وقت یہ بات بھی پیشِ نظر رکھیں کہ یہ بیت اللہ کے جتنا قریب ہو کر کیا جائے اتنا ہی افضل ہے اور اگر بھیڑ کی وجہ سے بیت اللہ کے قریب ہو کر طواف کرنا ممکن نہ ہو تو پھر مقامِ ابراہیمؑ اور بئر زمزم کے باہر بلکہ پوری مسجد کے کسی بھی حصہ میں ممکن ہو تب بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طواف صحیح ہوگا. علامہ ابن باز کا یہی فتویٰ ہے (التحقیق والایضاح ص۳۱)

طواف کے چکروں کی تعداد میں شک

اگر دوران طواف یہ شک ہو جائے کہ معلوم نہیں میں نے پانچ شوط (چکر) پورے کیے ہیں یا چار تو ایسی صورت میں چکروں کی تھوڑی تعداد پر اعتماد کر لیا جائے جو کہ یقینی ہے اور باقی تعداد کو پورا کرے شلاً چار یا پانچ میں شک واقع ہو تو چار پر بنیاد رکھے اور تین چکر اور لگا کر طواف مکمل کر لے. (التحقیق والایضاح ص۲۹) اور سعی صفا مروہ کے وقت شک واقع ہو جانے پر بھی یہی طریقہ ہے. تفصیل آگے آرہی ہے.

پیدل و سوار طواف

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا تھا جیسا کہ احادیث گزری ہیں اور صحیح مسلم میں مذکور حدیث جابرؓ میں سوار ہو کر طواف کرنے کی وجہ یوں مذکور ہے:

اَنَّ النبي صلی اللّٰه علیه وسلم طاف راکبًا لیراه الناس ولیسالوه. [۱۸۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہو کر طواف اس لیے کیا کہ لوگ آپؐ کو دیکھ سکیں اور (مناسک حج کے بارے میں) پوچھ سکیں.

---

[۱۸۱] مسلم ۹/۱۸-۱۹) اسی طرح ابوداؤد (۱۸۸۰) اور بیہقی (۵/۱۰۰) نے بھی اس کو روایت کیا ہے اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری پر طواف کرنے کی وجہ یہ تھی تاکہ لوگ آپؐ سے مسائل دریافت کر سکیں جبکہ ابوداؤد (۱۸۸۱) اور بیہقی (۵/۹۹، ۱۰۰) میں مروی حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے اور آپؐ کو کچھ تکلیف تھی اس لیے آپؐ نے سواری پر طواف کیا" مگر یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور یہ "سیئ الحفظ" ہے منذری نے "مختصر السنن" (۲/۳۷۷) میں اسی یزید کی وجہ سے اس حدیث پر کلام کیا ہے اور بیہقی نے کہا کہ تکلیف کے ذکر کرنے میں یزید منفرد ہے جابر، ابن عباسؓ کی دوسری روایت میں اور عائشہ بنت صدیق نے آپؐ کے سواری پر طواف کرنے کی علت بیان کی ہے اس کے بعد انہوں نے ان (بیماری) کا ذکر کیا.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کی کثرت میں اگر آپؐ بھی پیدل ہی طواف کر سکتے تو ظاہر ہے کہ بہت سے مسائل کثیر صحابہ سے پوشیدہ رہ جاتے اور پھر جو لوگ مناسکِ حج میں سے کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتے وہ آپؐ کو سامنے نہ پا کر پوچھ نہ پاتے لہٰذا آپؐ نے لوگوں کو مناسک حج اور طریقۂ طواف کی تعلیم کے لیے سوار ہو کر طواف کرنا اختیار فرمایا جو کہ ایک بہت بڑی مصلحت تھی۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابوداؤد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع کے موقع پہ مکہ مکرمہ) آئے جبکہ آپ کوئی تکلیف محسوس کر رہے تھے لہٰذا آپؐ نے اپنی سواری پر بیٹھ کر طواف کیا۔ موصوف فرماتے ہیں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپؐ نے دونوں ہی اسباب کے لیے ایسا کیا ہو لہٰذا بلا عذر سوار ہو کر طواف کرنے کے عدم جواز کا پہلو ہی راجح ہے اور فقہا کے نزدیک سوار ہو کر محض جائز مگر پیدل طواف کرنا افضل ہے (فتح الباری ۳/۴۹۰)

بہر حال افضل و اولیٰ تو یہی ہے کہ پیدل طواف کریں البتہ اگر کوئی عذر ہو تو سوار پر بیٹھ کر بھی طواف جائز ہے، خصوصاً اگر کوئی شخص لاغر بیمار اور نحیف و نزار ہو یا کوئی بچہ ہو جو خود سے چل پھر نہ سکتا ہو تو انھیں اٹھا کر یا سواری پر بٹھا کر طواف کروانا اور صفا و مروہ کی سعی کروانا جائز ہے جیسا کہ مذکورہ احادیث سے پتہ چلتا ہے اسی طرح صحیح بخاری و مسلم ابوداؤد و نسائی اور بیہقی میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے:

شكوت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم انى اشتكى فقال: طوفي من وراء الناس وانت راكبة فطفت ورسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الى جنب البيت وهو يقرأ بالطور وكتاب مسطور ۔[۱۸۲]

۱۸۲: اس حدیث کو مالک (۱/۳۷۰) نے روایت کیا ہے اور امام مالک کے طریق سے اسکو بخاری "الصلاۃ باب ادخال البعیر فی المسجد" (۴۶۴، ۱۶۱۹ الخ) اور امام مسلم (۹/۲۰) ابوداؤد (۱۸۸۲) نسائی (۵/۲۲۳) ابن خزیمہ (۲۷۷۶) بیہقی (۵/۱۰۱) اور احمد (۶/۲۹۰، ۳۱۹) روایت کیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تکلیف بیان کی تو آپ نے فرمایا:
تم لوگوں سے باہر کی جانب سواری پر بیٹھ کر طواف کر لو۔ چنانچہ میں نے
ایسے ہی کیا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس سورت
الطور وکتاب مسطور کی تلاوت فرما رہے تھے۔

وقتِ طواف میں وسعت بیت اللہ شریف کے طواف کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں بلکہ جب بھی اور دن یا رات کے جس وقت بھی کوئی حرم شریف تک پہنچ جائے اُسی وقت طواف کر سکتا ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی قول ہے۔ البتہ طواف کی دو رکعتوں کے بارے میں معمولی اختلاف ہے بعض کا کہنا ہے کہ نماز کے مکروہ اوقات میں وہ دو رکعتیں نہ پڑھی جائیں بلکہ کچھ تاخیر کر کے ادا کر لی جائیں جب کہ دوسروں کا کہنا ہے کہ جس طرح طواف کے لیے کوئی وقت مکروہ نہیں ہے ایسے ہی وہ دو رکعتیں بھی ہر وقت پڑھی جا سکتی ہیں۔ جمہور اہلِ علم کا یہی مسلک ہے اور امام ابن المنذر نے ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، حسنؒ، حسینؓ، ابن زبیرؓ اور طاؤس، عطاء، قاسم بن محمدؒ، عروہ، مجاہد، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ابو ثور رحمہم اللہ کا یہی مسلک بیان کیا ہے۔ [الفتح الربانی ۱۲/ ۵۶، ۵۷]
اور ان کا استدلال سنن اربعہ، صحیح ابن حبان، مسند احمد و بزار اور مستدرک حاکم میں مذکور اس حدیث سے ہے جس کے راوی حضرت جبیر بن مطعمؓ ہیں جس میں ارشادِ نبوی ہے:

یا بنی عبد مناف! لا تمنعنّ أحداً طاف بهذا
البیت او صلّی أیّ ساعة من لیل او نهار[۱۸۳]

اے بنی عبد مناف! اس گھر کا طواف کرنے اور اس میں نماز پڑھنے والوں
کو ہرگز مت روکو۔ وہ رات یا دن کے کسی بھی وقت آئیں۔

۱۸۳۔ اس حدیث کو ابوداؤد (۱۸۹۴) ترمذی (۸۶۸) نسائی (۲/ ۲۸۴، ۵/ ۲۲۳) المواقیت والحج، ابن ماجہ (۱۲۵۴) اقامۃ الصلاۃ، دارمی (۲/ ۷۰) ابن خزیمۃ (۲۷۴۷) دارقطنی (۲/ ۲۶۶) حاکم (۱/ ۴۴۸) بیہقی (۲/ ۴۶۱، ۵/ ۱۱۰) احمد (۴/ ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴) ابو یعلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۹۶، ۴۱۵) اور حمیدی (۵۶۱) نے روایت کیا ہے۔ اور یہ صحیح حدیث ہے اس کو ترمذی ابن خزیمۃ، حاکم اور ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے۔

بزار (۱۱۱۱) نے اس حدیث کو جابرؓ سے بھی روایت کیا ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں مگر بزار نے کہا ہے کہ اس سند سے یہ روایت جبیر بن مطعم سے معروف ہے جابر سے نہیں۔ اسی طرح یہ حدیث ابن عباسؓ سے مروی ہے اور اس کو طبرانی نے "الاوسط" (۵۰۱) اور "المعجم الصغیر" (۲۷/۱) میں روایت کیا ہے مگر اس کی سند سلیم بن مسلم الخشاب کی وجہ سے ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استحاضہ، بواسیر اور تسلسلِ ریح و بول والوں کا طواف

طوافِ بیت اللہ کے لیے طہارت کا ہونا فرض ہے لہٰذا حیض و نفاس (چھوٹے بچے) والی عورتیں تو خونِ حیض و نفاس کے انقطاع اور غسل کے بغیر طواف نہ کریں جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کُتبِ حدیث میں مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ حیض سے پتہ چلتا ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

البتہ استحاضہ، بواسیر، تسلسلِ بول اور مسلسل ریح کی بیماری والوں کے لیے طواف کرنا اور نمازیں پڑھنا جائز ہے۔ اور استحاضہ عورتوں کی ایک بیماری ہے جس میں حیض و نفاس کے علاوہ باقی عام دنوں میں بھی انھیں خون آتا رہتا ہے۔ ایسی عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ حیض یا نفاس کے خاص دنوں کے بعد غسل کریں اور نمازیں وغیرہ تمام کام کریں اس خونِ استحاضہ کے دوران تو وہ عورت اپنے شوہر کے لیے بھی حلال ہوتی ہے وہ وظیفۂ زوجیت ادا کر سکتے ہیں اور اس کے نمازیں ادا کرتے کا ذکر جواز تو صحیح بخاری و مسلم میں بھی مذکور ہے۔[۱۸۴]

اور استحاضہ والی ایک عورت کے طواف کے بارے میں موطا امام مالک اور سنن بیہقی میں ایک واقعہ مذکور ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں غسل و طہارت اور کپڑا باندھ کر طواف کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا تھا اور فرمایا تھا:

اغتسلي ثمّ استثفري بثوب ثم تطوفي.[۱۸۵]

غسل کرو پھر (مقامِ مخصوص پر) کپڑا باندھو اور پھر طواف کرو۔

اور اس واقعہ و فتویٰ کے پیشِ نظر بھی اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مستحاضہ عورت کا طواف صحیح ہے [الفتح الربانی ۱۲/۱۵]

اور استحاضہ پر قیاس کرتے ہوئے ہی مسلسل بول (تسلسل ریح اور بواسیر) والوں کا طواف بھی بالاتفاق صحیح ہے اور ایسے شخص پر کوئی فدیہ بھی نہیں۔ [فقہ السنہ ۱/۶۹۶]

۱۸۴: بخاری (۳۰۶) مسلم (۴/۱۶، ۱۷) وغیرہ ملاحظہ ہو۔
"تخریج صلوٰۃ رسول"، حدیث [۶۷]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بواسیر تو معروف ہے اور مسلسل بول اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں مریض کو پیشاب اس طرح آتا ہے کہ اس کے قطرے گرتے ہی رہتے ہیں اور انھیں روکنے پر اسے کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اور یہی معاملہ سلسل ریح کا ہے کہ ایسے مریض کی ہوا خارج ہوتی رہتی ہے اور اسے روکنے سے وہ "قاصر" ہوتا ہے گویا ان سب مریضوں کا حکم مستحاضہ کا ہی ہے اور یہ بیماریاں ادائیگی حج میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔

دورانِ طواف رکاوٹ

طواف کے دوران اگر کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے، جنازہ پڑھا جانے لگے یا پیاس و پیشاب جیسی کوئی بشری حاجت لاحق ہو جائے یا وضو ٹوٹ جائے تو طواف چھوڑ کر اس ضرورت کو پورا کرلیں یہ جائز ہے۔ پھر جہاں سے طواف چھوڑا تھا وہیں سے شروع کر کے اسے مکمل کرلیں اور یہی معاملہ صفا و مروہ کے مابین سعی کا بھی ہے۔ [المغنی ۳/ ۳۵۵، ۳۵۶ مسری السندا ر ۱۹۸]

صحیح بخاری شریف میں امام صاحبؒ نے ایک باب قائم کیا ہے [باب اذا وقف فی الطواف] اور اسی باب کے ترجمہ میں حضرت ابن عمر اور عبدالرحمن بن ابو بکرؓ اور امام عطاءؒ کے آثار کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور امام عطاءؒ کا تو پورا قول نقل کیا ہے جن سے مذکورہ امور کے لیے طواف کو منقطع کرنے اور پھر وہیں سے شروع کرنے کے جواز کا پتہ چلتا ہے اور جمہور کا یہی مسلک ہے [بخاری و فتح الباری ۳/ ۴۸۲]

چنانچہ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور مصنف عبدالرزاق میں اسی سے ملتا جلتا اثر موصولاً مروی ہے ابن جریجؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام عطاءؒ سے کہا کہ وہ طواف جسے نماز کی وجہ سے مجھے درمیان میں ہی چھوڑنا پڑے اس پہلے حصّہ کو میں شمار کرلوں تو کیا میرا طواف ہو جائے گا؟ انھوں نے فرمایا: ہاں ہو جائے گا اگرچہ مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ پہلے حصّہ کو شمار نہ کیا جائے پھر میں نے پوچھا کہ سات چکر پورے کرنے سے پہلے ہی دو رکعتیں پڑھ لوں؟ تو انھوں نے فرمایا چکر پورے کرو سوائے اس کے کہ تمہیں طواف سے روک دیا جائے۔ ۱۸۶

اور سنن سعید بن منصور میں امام عطاءؒ ہی کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص طواف کر رہا ہو اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز جنازہ پڑھی جانے لگے تو وہ جنازے میں شامل ہو جائے اور پھر طواف کا بقیہ حصّہ (چکر) پورے کرلے۔[۱۸۷]

اور صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب میں اشارۃً اور اس سے ملتا جلتا اثر سنن سعید بن منصور میں موصولاً مروی ہے: جمیل بن زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہے تھے تو نماز کی اقامت ہو گئی۔ انھوں نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی اور پھر جہاں سے طواف چھوڑا تھا وہیں سے شروع کر کے اُسے مکمل کر لیا۔

فصلّٰی مع القوم ثم قام فبنٰی علی ما مضٰی من طوافہ۔[۱۸۸]

اور اسی طرح ہی بخاری شریف کے ترجمۃ الباب میں اشارۃً اور مصنف عبدالرزاق میں موصولاً مروی ہے۔ ابن جریج، امام عطاء کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ نے عمرو بن سعید کے امیرِ مکّہ ہونے (یعنی امیر معاویہؓ کی خلافت) کے زمانے میں طواف کیا۔ عمرو نماز کے لیے نکلے اور عبدالرحمٰنؓ سے کہنے لگے کہ مجھے مہلت دیں تاکہ میں طواف کی طاق چکر کو مکمل کر کے نکلوں پھر تین چکر مکمل کر کے نکلے (اور نماز پڑھی) پھر آئے اور بقیہ طواف پورا کیا۔[۱۸۹]

اِن تمام آثار سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی ضرورت پیش آ جائے تو جہاں سے طواف (یا سعی) چھوڑے وہیں سے شروع کر کے مکمل کرے تو جائز ہے شروع سے آغاز کرنا ضروری نہیں ہاں اگر شروع سے آغاز کر کے طواف کو مکمل کرنا ہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ جیسا کہ امام عطاء کے قول سے معلوم ہوتا ہے۔

نمازِ طواف

جب طواف کے سات شوط (چکر) مکمل ہو جائیں۔ تو رمل واضطباع میں گذری تفصیل کے پیشِ نظر اب اپنے دائیں کندھے کو بھی ڈھانپ لیں اور بابِ کعبہ (بیت اللہ شریف کے دروازے) کے سامنے موجود مقام ابراہیمؑ کی طرف آ جائیں اور وہاں آ کر سورۂ بقرہ کی آیت ۱۲۵ کے یہ الفاظ پڑھیں:

وَاتَّخِذُوْا مِن مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (البقرہ ۱۲۵)

اور مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنالو۔

۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹ انظر البخاری وشرحہ للحافظ ۳/۴۸۴ وما بعد (مولف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ صحیح مسلم و ابوداؤد اور ابن ماجہ و مسند احمد میں حضرت جابرؓ والی طویل حدیث میں ہے :

فطاف سبعًا، فرمل ثلاثاً ومشی اربعًا ثمّ تقدّم الی مقام ابراھیم فقرأ: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ۔ ۱۹۰

آپؐ نے سات چکروں پر مشتمل طواف کیا جن میں سے پہلے تین رمل چال سے اور چار عام چال سے پورے کئے پھر مقامِ ابراہیم کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں یہ الفاظ پڑھے : وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ۔

اور پھر مقامِ ابراہیمؑ کو اپنے سامنے اس طرح رکھیں کہ کعبہ شریف اور مقامِ ابراہیمؑ ایک سیدھ میں آپ کے سامنے آجائیں اور طواف کی دو رکعتیں پڑھیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث کے ہی اگلے الفاظ یہ ہیں : ۱۹۱

فصلّی رکعتین ، فجعل المقام بینہ وبین البیت

(طواف مکمل کرنے کے بعد) پھر آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں لیکن کہ مقامِ ابراہیمؑ کو اپنے اور بیت اللہ شریف کے درمیان کرلیا ۔

اور ان دو رکعتوں کا ذکر صحیح بخاری و مسلم اور نسائی و مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی حدیث میں بھی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں :

فرکع حین قضی طوافہ بالبیت عند المقام رکعتین ۔ ۱۹۲

جب آپؐ نے طواف مکمل کرلیا تو آپؐ نے مقامِ ابراہیمؑ کے پاس دُو رکعتیں پڑھیں ۔

۱۹۰: یہ حدیث جابر ایک طویل حدیث ہے اِسمیں انھوں نے رسولؐ کی حج کیلئے مدینہ منورہ سے روانگی سے لیکر آخر حج تک کی مکمل تصویر کھینچ دی ہے اور اس طرح سے یہ مکمل حدیث حاتم بن اسماعیل عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر مروی ہے اور اس کو مسلم (۸/۱۷۰-۱۹۶) ابوداؤد (۱۹۰۵) ابن ماجہ (۳۰۷۴) دارمی (۲/۴۵،۴۹) ابن الجارود (۴۶۹) بیہقی (۵/۷،۹) اور عبد بن حمید نے المنتخب من المسند (۱۱۳۵) میں روایت کیا ہے۔ ۱۹۱ دیکھیں نمبر ۱۹۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش تو یہی ہونی چاہیئے کہ مقامِ ابراہیمؑ کے پاس اسی مسنون طریقہ سے ۲ دو رکعتیں پڑھی جائیں اور اگر بھیڑ کی وجہ سے اور خصوصاً ایامِ حج میں وہاں ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو پھر پوری مسجد حرام میں جہاں بھی جگہ ملے یہ ۲ دو رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں اور مقامِ ابراہیم و خانۂ کعبہ کو ایک سیدھ میں اپنے سامنے رکھا جا سکتا ہے اور بھیڑ یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے مسجدِ حرام کی کسی بھی جگہ حتیٰ کہ مسجدِ حرام سے باہر بھی یہ دو رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں اور اگر بھول ہی جائیں تو ان کی یاد آنے پر قضاء دی جا سکتی ہے وہ چاہے حرم میں ہو یا خارج از حرم جمہور کا مسلک یہی ہے اور امام ابن المنذر فرماتے ہیں کہ یہ فرضوں سے بڑھ کر تو نہیں۔ جس طرح بھول جانے اور یاد آنے پر ان کی قضاء ہے ویسے ہی ان کی بھی قضاء کر لے اور اس پر کوئی فدیہ بھی نہیں (فتح الباری ۳/ ۴۸۷)

ان دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ کافرون (قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ) اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص (قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ) پڑھیں کیونکہ مذکورہ بالا حدیثِ جابرؓ کی ایک روایت میں مذکور ہے:

اَنَّہٗ قَرَأَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ (قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ) وَ (قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ)[۱۹۳]

آپؐ نے (ان) دو رکعتوں میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ ۝ پڑھیں۔

یہاں پہلے سورۃ کافرون کی بجائے سورۃ اخلاص کا ذکر ہے جبکہ قرآن کریم میں ان دونوں کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے سورۃ کافرون اور پھر سورۃ اخلاص ہے اور نسائی و بیہقی میں حدیثِ جابرؓ میں بھی پہلے قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور پھر قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھنے کا ذکر ہے۔[۱۹۴] اور یہی ترتیبِ قرآنی کے مطابق بھی ہے۔

۱۹۲: بخاری ۱۶۲۷، مسلم ۸/ ۲۱۸، ۲۱۹ نسائی ۵/ ۲۲۵، ۲۳۲ ابن ماجہ ۲۹۵۹ اور دارمی ۲/ ۱،

۱۹۳: دیکھیں ۱۹۰

۱۹۴: نسائی ۵/ ۲۳۶ بیہقی ۵/ ۹۱ اسطرح ابن ماجہ ۳۰۷۴ میں بھی پہلے (قل یا ایہا الکافرون) ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دو رکعتوں سے فارغ ہوکر اپنے لیئے اور اپنے عزیز و اقارب کے لیے دین و دنیا کی بھلائیوں کی دُعائیں مانگیں۔

آبِ زم زم طواف کی دو رکعتوں اور دُعاؤں سے فارغ ہوکر حرم شریف کے اندر ہی سے بنی ہوئی سیڑھیوں سے اُتر کر نچلی منزل میں چاہِ زم زم کے پاس چلے جائیں جہاں بے شمار ٹونٹیوں کا انتظام کیا گیا ہے اور پردے کے پیشِ نظر مردوں اور عورتوں کے لیے جگہ الگ الگ بنائی گئی ہے۔ وہاں سے جی بھر کر آبِ زم زم پیئیں اور اپنے سر پر بھی ڈالیں کہ یہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں حضرت جابر رض سے مروی ہے: 195

ثم ذهب الى زمزم فشرب منها وصب على راسه

پھر آپ زم زم کی طرف چلے گئے۔ اسے پیا بھی اور اپنے سرِ اقدس پر بھی ڈالا۔

اور آبِ زم زم وہ پانی ہے جس کے متعلق ابن ماجہ، بیہقی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

ماء زمزم لما شرب له۔ 196 آبِ زم زم ہر مرض و غرض کیلئے مفید ہے۔

195: احمد (۳/۳۹۴) اس حدیث کی سند صحیح ہے فاکہی نے "اخبار مکۃ" (۱/۲۴۱) میں اس کو جابر رض سے ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے اور اس میں چہرہ پر بھی پانی ڈالنے کا ذکر ہے مگر وہ سند ضعیف ہے۔ 196: یہ حدیث جابر رض سے مروی ہے اور اسے احمد (۳/۳۵۷، ۳۷۲) ابن ابی شیبہ (۳/۲۷۴) اُزرقی (۱/۵۲) فاکہی (۲/۲۷) عقیلی (۲/۳۰۳) طبرانی نے "الاوسط" (۸۵۳) میں، ابن عدی (۴/۱۴۵۵) بیہقی نے "سنن" (۵/۱۴۸) اور "شعب الایمان" (۸/۶۷) میں خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۳/۱۷۹، ۱۰/۱۶۶) میں اور ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" (۳۸ ج ۱۴ ص ۴۲۳) میں روایت کیا ہے بیہقی نے "شعب الایمان" (۸/ ۶۶) میں اس کو عبداللہ بن عمرو رض سے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے حسن کہا ہے جیسا کہ سیوطی نے نقل کیا ہے جبکہ سفیان بن عیینہ، منذری، دمیاطی اور البانی نے اس کو صحیح کہا ہے، ملاحظہ ہو الحاوی للفتاوی للسیوطی (۱/۳۵۳) "تلخیص الحبیر" (۲/۲۶۹) اور "ارواء الغلیل" (۱۱۲۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ صحیح مسلم اور مسند احمد و طیالسی میں ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے:

إنها مباركة، وهي طعام طعم وشفاء سقم، خير ماء على وجه الأرض ماء زمزم.[۱۹۷]

یہ مبارک پانی ہے۔ یہ بھوکے کے لیے کھانا اور بیمار کے لیے شفاء بخش دوا ہے۔ روئے زمین کا سب سے بہتر وافضل پانی، آبِ زمزم ہے۔

---

[۱۹۷] یہ دو حدیثیں ہیں پہلی حدیث "انہا مبارکۃ وھی طعام طعم وشفاء سقم" ہے اور اس کو ابوذر اور ابن عباس نے روایت کیا ہے۔ (۱) ابوذرؓ کی حدیث کی تخریج طیالسی (۲۰۳/۲) فاکہی (۲/ ۲۹، ۴۰) بزار (۱۱۷۱، ۱۱۷۲) اور طبرانی نے "المعجم الصغیر" (۱۶/۱) میں اور بیہقی (۱۴۷/۵) نے کی ہے اور یہ صحیح حدیث ہے منذری نے "الترغیب والترہیب" (۲۰۹/۲) میں اس کو بزار کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ اسی طرح بیہقی نے بھی اس کو "شعب الایمان" (۷/۸) میں صحیح کہا ہے۔ یہ حدیث "صحیح مسلم" (۴۲/۱۶) "الفضائل" فضائل ابی ذر مسند احمد (۱۷۵/۵) اور "دلائل النبوۃ" "لأبي نعيم (۲۰۹) میں بھی ہے مگر ان میں "وشفاء سقم" کے الفاظ نہیں ہیں۔

طبرانی نے "الاوسط"، ۶، میں اس کو ابوذرؓ سے ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے اس طریق میں "انہا مبارکۃ" کے الفاظ بھی نہیں ہیں اور یہ طریق ضعیف بھی ہے (۲) حدیث ابن عباسؓ کو فاکہی (۴۱/۲) اور طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۹۸/۱۱) میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن درجہ کی ہے اسی طرح فاکہی (۴۵/۲) نے اس حدیث کو سعید بن ابی ہلال سے بھی روایت کیا ہے مگر اسکی سند معضل ہے کیونکہ سعید بن ابی ھلال اتباع التابعین میں سے ہیں۔ دوسری حدیث "خیر ماء علی وجه الأرض ماء زمزم" ہے۔ اس کو ابن عباسؓ اور ابو الطفیلؓ نے روایت کیا ہے (۱) حدیث ابن عباسؓ کو فاکہی نے "أخبار مكة" (۴۱/۲) میں اور طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۹۸/۱۱) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۲۸۹/۳) میں اس کو طبرانی سے منسوب کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے ہیثمی کے اس کلام سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے بعد میں میں نے "ترغیب وترہیب" دیکھی اس میں منذری نے صراحت کی ہے کہ اس کو ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں روایت کیا ہے ملاحظہ ہو (۲۰۹/۲)۔ میں نے "موارد الظمآن" میں اسی طرح "صحیح" ابن حبان" (الاحسان تحقیق کمال یوسف) میں بھی اس کو اس کے مظان میں تلاش کیا مگر مجھے نہیں ملی واللہ اعلم (۲) حدیث ابو الطفیل کو فاکہی (۴۰/۲) اور ابن عدی (۲۴۰/۱) نے روایت کیا ہے مگر اسکی سند ابراہیم بن یزید الکی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آبِ زم زم کی برکات کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ تاریخ امام بخاری اور ترمذی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آبِ زم زم کے مشکیزے بھر بھر کر ساتھ لے جاتے تھے اور مریضوں کو پلاتے اور ان پر چھڑکا کرتے تھے۔ ۱۹۸

جبکہ بیہقی و مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ فتح مکہ سے قبل جب آپؐ مدینہ منورہ میں تھے تو آپؐ سہیل بن عمرو کو پیغام بھیجا کرتے تھے کہ ہمیں آبِ زم زم کا ہدیہ بھیجتے رہو اور یہ سلسلہ ترک مت کرو۔ اور وہ دو دو مشکیزے بھر کر آپؐ کے لیے بھیجا کرتے تھے ۱۹۹

اور امام ابن تیمیہؒ کے بقول، سلف صالحین بھی اپنے ساتھ آبِ زم زم لے جایا کرتے تھے [بحوالہ مناسک الحج والعمرہ ص ۴۳]

اور علامہ ابن قیم نے آبِ زم زم کے فضائل و برکات کے علاوہ اس کے مادی و طبی فوائد کا تذکرہ بھی بڑے عمدہ اور جامع انداز سے کیا ہے (انظر زاد المعاد ۴/ ۳۹۲، ۳۹۳، طبع حکومت قطر بتحقیق الارناؤط)

سیرت و سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع اس بے نظیر کتاب "زاد المعاد" کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے جسے نفیس اکیڈمی کراچی نے شائع کیا ہے اور پھر اس کے باب "طبِ نبوی" کا الگ سے اردو ترجمہ الدار السلفیہ بمبئی نے بھی بڑی عمدگی سے شائع کر دیا ہے۔ الغرض آبِ زم زم خوب پیٹ بھر کر پینا چاہیئے اور واپسی پر اپنے ساتھ بھی لانا چاہیئے یہ سنت و ثواب اور ثابت ہے۔ اور آبِ زم زم پینے کے لیے بعض

۱۹۸: اس حدیث کو امام بخاری نے "التاریخ الکبیر" (۳/ ۱۸۹) میں ترمذی (۹۶۳) فاکھی نے "اخبار مکہ" (۲/ ۴۹) میں ابو یعلی (۴۹۸۳) حاکم (۱/ ۴۸۵) بیہقی نے "سنن" (۵/ ۲۰۲) اور "شعب الایمان" (۸/ ۶۹) میں روایت کیا۔ اور اس کی سند خلاد بن یزید کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ ۱۹۹: یہ صحیح حدیث ہے اس کو جابر ابن عباس، ام سعیدؓ اور اسی طرح ابن [illegible] سے بھی روایت کیا ہے مگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی حسین کی روایت مرسل ہے کیونکہ یہ تابعی ہیں۔

(۱) حدیث جابر کو فاکھی نے "أخبار مکۃ" (۲/ ۴۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند عبداللہ بن المؤمل کی وجہ سے ضعیف ہے مگر "بیہقی" (۵/ ۲۰۲) میں ابراہیم بن طہمان نے اس کی متابعت کی ہے اور شیخ البانی نے "الاحادیث الصحیحۃ" (۸۸۳) میں اس سند کو جید کہا ہے۔

(۲) حدیث ابن عباس کو طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۱/ ۲۰۱) میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

(۳) حدیث ام معبد کو فاکھی (۲/ ۵۰) نے روایت کیا ہے اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

(۴) ابن ابی حسین کی مرسل روایت کو عبدالرزاق (۹۱۲۷) أزرقی (۲/ ۵۱) اور فاکھی (۲/ ۳۳) نے ابن جریج کے واسطے سے ان سے روایت کیا ہے اور یہ صحیح سند ہے۔ أزرقی (۲/ ۵۰) اور فاکھی (۲/ ۴۸) نے اس کو ابراہیم بن نافع کے واسطے سے بھی ابن ابی حسین سے روایت کیا ہے اور یہ سند بھی صحیح ہے۔ پہلی موصول روایات کے ساتھ اس مرسل کو ملا لینے سے مذکورہ حدیث، صحیح حدیث ہے۔

تنبیہ: فاکھی کے ہاں ابراہیم بن نافع کی بجائے "ابو نعیم بن نافع" ہے اور یہ کسی ناسخ کی غلطی سے ابراہیم کی بجائے ابو نعیم ہوا ہے۔ "أخبار مکۃ فاکھی" کے محقق لکھتے ہیں کہ مجھے ابو نعیم بن نافع کا ترجمہ نہیں ملا حالانکہ یہ ابو نعیم بن نافع نہیں بلکہ ابراہیم بن نافع ہے جیسا کہ أزرقی کی "أخبار مکۃ" میں ہے اور ان کا ترجمہ "تہذیب الکمال" اور "تہذیب التہذیب" وغیرہ میں ہے۔ یہ محقق اگر أزرقی کی "أخبار مکۃ" دیکھ لیتے تو عین ممکن تھا کہ وہ اس غلطی پر متنبہ ہو جاتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ کھڑے ہونا ضروری یا اس کے آداب میں سے سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں یہ محض جائز تو ہے ضروری نہیں۔ (للتفصیل بخاری شریف باب ما جاء فی زمزم و فتح الباری ۳/ ۴۹۲۔۴۹۳)

زم زم میں کفن یا نقدی بھگونا

بعض حجاج کرام بلکہ اکثر لوگ برکت کی غرض سے کفن کے کپڑے تھانوں کے حساب سے بھگو کر لاتے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ زم زم میں تر کیئے ہوئے کپڑوں میں مُردوں کو کفنانا باعثِ نجات ہے۔ حالانکہ یہ سراسر عبث اور لا اصل بات ہے۔ اگر عقائد و اعمال درست نہیں تو یہ کفن بھی کسی کام نہیں آسکتا۔ نجات کا دارومدار اللہ کی نظرِ کرم اور پھر اعمال صالحہ پر ہے۔ کفن کو زم زم میں بھگو لینے، کفن پر کچھ لکھ دینے یا تعویذ گنڈوں سے یہ کام چل سکتا ہوتا تو پھر کسی کو عمل کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بے عملی کا تو پہلے ہی دور دورہ ہے۔ ایسے نظریات بے عملی پر مزید اکسانے کا سبب بنتے ہیں۔ اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین عظام رحمتہ اللہ کسی سے بھی زم زم میں کپڑوں کو بھگونے اور نقدی سکّوں کو ڈبونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ (السنن والمبتدعات ص۱۱۳ بحوالہ محجۃ النبی ص۱۱۹)

اور دارقطنی و مستدرک میں مذکور ایک ضعیف روایت (کما فی ارواء الغلیل ۲۳۳، ۲۳۲ طبع جامعۃ الامام الریاض) سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ آبِ زم زم پیتے وقت یہ دُعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ رِزْقًا وَاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ [۲۰۰]

اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم، وسیع رزق اور ہر قسم کی بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔

---

[۲۰۰]: دارقطنی (۲/ ۲۸۸)، مستدرک حاکم (۱/ ۴۷۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طواف کا اوّل و آخر حجرِ اسود پہ جب آبِ زم زم پی کر فارغ ہو جائیں تو پھر ایک مرتبہ حجرِ اسود پر چلے جائیں اور سابقہ تفصیل کے مطابق اُسے بوسہ دیں، چھوئیں یا اشارہ کریں کیونکہ صحیح مسلم اور دیگر کُتب میں مذکور حدیثِ جابرؓ میں ہے۔

ثم رجع الی الرکن فاستلمہ ثم خرج من الباب الی الصفا. ۲۰۱

(نمازِ طواف کے بعد) آپؐ پھر حجرِ اسود کی طرف تشریف لے گئے اور اس کا استلام کیا اور پھر بابِ صفا کے راستے صفا کی طرف (سعی کیلئے) نکل گئے۔

سعی کرنے کے لیے صفا و مروہ کی طرف جانے سے پہلے اور طواف و نمازِ طواف سے فارغ ہو کر پھر جب آپ حجرِ اسود کا استلام کریں گے تو اس طرح آپ سے طواف کا اوّل و آخر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح استلام حجرِ اسود پر ہی ہو گا۔

ایک باطل پروپیگنڈے کی تردید بعض ملحدین اور غیر مسلم یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ حجرِ اسود کو بوسہ دینا بھی تو ایک بُت پرستی ہے۔ ان کا یہ قول لغو محض اور سراسر باطل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بعثت ہی بت پرستی کو مٹانے کے لیے ہوئی تھی

اوّلاً کسی چیز کو محض بوسہ دینا عبادت تو نہیں البتہ محبت کی علامت ضرور ہے جیسے ماں باپ اپنی اولاد کو اور شوہر اپنی بیوی کو بوسہ دے تو کیا یہ اولاد یا بیوی کی عبادت ہوئی۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر حجرِ اسود کو بوسہ دینا کس منطق سے عبادت و بُت پرستی بن گیا۔

ثانیاً، بات دراصل یہ ہے کہ خانہ کعبہ مُسلمانوں کا قبلہ ہے جس کی طرف منہ کرکے وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ پھر جب وہ حج کو جاتے ہیں تو اپنے خالق و مالک ربِ کعبہ کی

---

۲۰۱ ؛ اس کی تخریج ۱۹۰ میں تفصیلاً گزر چکی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظمت وجلال کے پیشِ نظر، شریعت کے قاعدے کے مطابق، فرطِ محبت سے اس گھر کے گرد چکر لگانے لگتے ہیں اور محبت الٰہی وحب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نشہ میں چور ہو کر حجرِ اسود کو چومنے لگتے ہیں۔ اب بتلایئے، کیا یہ حجرِ اسود کی عبادت ہے، دلوچا ہے؟ نہیں بلکہ یہ تو ربِ کعبہ کے حکم سے عین ربِ لایزال ہی کی عبادت ہے۔

ثالثاً: امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت جو الفاظ ارشاد فرمائے تھے وہ جہاں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں وہیں اس تمام پروپیگنڈے، جہلاء و مشرکین کے شکوک و شبہات اور ملحدین کے اوہام کی ظلمتوں میں مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں بشرطیکہ کوئی گوشِ ہوش تو ہو۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دینے سے پہلے انھوں نے اس پر نظر جما کر فرمایا:

إِنِّي لأعلم إنك حجر لا تنفع ولا تضر ولو لا إني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل ما قبلتك.[۲۰۲]

۲۰۲۔ بخاری (۱۵۹۷، ۱۶۰۵، ۱۶۱۰) مسلم (۹/۱۵۔۱۷) اسی طرح ابوداؤد (۱۸۷۳) ترمذی (۸۶۰) نسائی (۵/۲۲۷) ابن ماجہ (۲۹۴۳) دارمی (۲/۵۲، ۵۳) ابن الجارود (۴۵۲) ابن خزیمہ (۲۷۱۱) بیہقی (۵/۷۴، ۸۲۔۸۳) طیالسی (۱/۲۱۵۔۲۱۶) احمد (۱/۱۶، ۱۷، ۲۱، ۲۶، ۳۴، ۳۴۔۳۵، ۴۶، ۵۱، ۵۳، ۵۴، ۵۴) اور ابو یعلی (۲۱۷، ۲۲۱) نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ یہ حدیث عمر بن الخطابؓ سے بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ "اِنی اعلم انك حجر لا تنفع ولا تضر" یہ کلمات ایک مرفوع حدیث میں بھی مذکور ہیں۔ حافظ ابوبکر المروزی نے "مسند أبی بکر الصدیق" ۱۱۹ میں ایک نامعلوم صحابی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرِ اسود پر کھڑے دیکھا اور آپ نے یہ کلمات "إنی أعلم انك حجر..." کہے اور اسکے بعد اسکا بوسہ لیا اور جب ابوبکر صدیقؓ نے حج کیا تو انھوں نے بھی یہی کلمات کہے اسکے بعد اس حدیث میں عمرؓ کا مذکورہ واقعہ کا ذکر ہے مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اتنا خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نہ کوئی نفع دے سکتا ہے
اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ہرگز نہ دیتا۔

غور فرمائیں کہ انھوں نے کتنے واضح الفاظ میں توحید کو نکھارا اور شرک کے دروازے بند کر دیئے اور فرمایا کہ میں تو صرف اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کر رہا ہوں ورنہ مجھے تم سے کوئی مطلب نہ تھا۔

رابعاً: یہ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے کا ہی تو کرشمہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر (حجرِ اسود) کو بوسہ دیا تو ہم بھی بوسہ دیتے ہیں اور آپ نے دوسرے پتھر (جمرات) کو کنکر مارے (رمی کی) تو ہم بھی انھیں کنکریں مارتے ہیں یہ پتھر ہے تو یہ وہ بھی پتھر لیکن کبھی سُنا ہے کہ کسی نے حجرِ اسود پر کنکر مارے ہوں یا جمرات کے ستونوں کو بوسہ دیا ہو۔

محترم! یہ بُت پرستی اور عبادتِ اوثان نہیں بلکہ اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین نمونہ ہے۔

خامساً: یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے کہ مسلمان کعبہ شریف یا حجرِاسود کی طرف منہ کر کے کہتے کیا ہیں۔ بت پرستی کرنے والے تو اپنے بھگوانوں سے مرادیں مانگتے ہیں پراتھنا کرتے ہیں جبکہ مسلمان، بسم اللہ واللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ، ہر ہر لفظ کے ساتھ اللہ کی تقدیس و پاکی بیان کرتے ہیں۔ اس طرح دونوں میں نمایاں فرق ہے۔
اگر مسلمان بھی کعبہ یا حجرِ اسود کی عبادت کرتے ہوتے تو سارا نماز یا طواف میں کوئی تو ایسا لفظ ہوتا جس میں کعبہ کو مخاطب کر کے کہتے کہ اے کعبہ تو ہماری مدد کر، مگر ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔
جبکہ بُت پرست اپنے معبودانِ باطلہ سے پراتھنا اور عجز و نیاز کرتے ہیں۔ تو گویا مسلم و مشرک ہر دو کے فعل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفا و مروہ کے مابین سعی

جب آپ طوافِ بیت اللہ، نمازِ طواف، آبِ زم زم پینے اور حجرِ اسود کا استلام کرنے سے فارغ ہو جائیں تو بابِ صفا کے راستے مسجدِ حرام سے نکلیں کیونکہ صحیح مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور حدیث کے مطابق حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی راستے سے نکل کر صفا پہ گئے تھے چنانچہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

ثم خرج من الباب الى الصفا۔ ۲۰۳

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بابِ صفا کے راستے نکل کر صفا کی طرف چلے گئے۔

اور اس دروازہ سے نکل جانے کی صورت میں آپ اپنے سامنے موجود صفا پر سیدھے ہی اور بآسانی پہنچ جائیں گے اور بابِ صفا سے نکلتے وقت مسجدِ حرام سے بایاں پاؤں نکالیں۔ یہ مسجدِ حرام اور عام مساجد سے نکلنے کے آداب میں سے ہے اور صحیح مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور یہ مسنون دعا کریں:

بِسْمِ اللّٰهِ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ،
رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ،

یا پھر اتنا کہہ لیں: ۲۰۴

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔

اللہ کے نام سے، صلوٰۃ و سلام ہو نبی ﷺ پر۔ اے میرے پروردگار میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے فضل و کرم کے دروازے کھول دے اے اللہ، میں تجھ سے تیرے فضل و کرم کا سوال کرتا ہوں۔

۲۰۳: اس کی تخریج کیلئے نمبر ۱۹۰ دیکھیں ۲۰۴: یہ حدیث مسلم (۵/۲۲۴) ابوداؤد (۴۶۵) ابن ماجہ (۷۷۲) وغیرہ میں ابوحمید یا ابو اُسید (راوی کو شک ہے) سے مروی ہے بسم اللہ کا ذکر حدیث انس وغیرہ میں ہے مزید تفصیل کے لیے "تخریج صلوٰۃ الرسول ﷺ" حدیث (الم ۲) دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقہ سعی: یہ دعا کرتے ہوئے باب صفا سے نکلیں اور سیدھے صفا پر چلے جائیں۔ اس پہاڑی کے اوپر چلے جانا مسنون و افضل ہے۔ یا پھر اس کے پاس کھڑے ہو کر صحیح مسلم اور دیگر کتب میں مذکور حدیث کے پیشِ نظر یہ قرآنی آیت پڑھیں:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (البقرۃ: ۱۵۸)

اور ساتھ ہی یہ کہیں:

۲۰۵

أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ۔

بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔

میں بھی وہیں سے شروع کرتا ہوں جہاں سے اللہ نے شروع فرمایا ہے۔

اگر ممکن ہو تو صفا پر اتنا اوپر تک چڑھ جائیں کہ بیت اللہ شریف نظر آنے لگے۔ دیسے آج کل تعمیرِ جدید کی وجہ سے اس کے امکانات بہت کم ہو گئے ہیں۔ بہر حال اس پہاڑی کے بقیہ حصہ جو تا حال بھی ننگا رکھا گیا ہے اس پر یا اس کے پاس نچلی جانب قبلہ رو کھڑے ہو جائیں اور صحیح مسلم و دیگر کتب میں مذکور معروف حدیثِ جابرؓ کی رُو سے تین مرتبہ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر کہیں اور تین مرتبہ ہی یہ دعا کریں:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ ۲۰۶

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اور ہر قسم کی تعریف اسی کے لیے ہے وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اکیلے نے تمام سرکش جماعتوں کو شکست دی۔

(۲۰۵، دیکھیں ۱۹، ۲۰۶، دیکھیں ۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ذکر و دُعا تین مرتبہ کر چکنے کے بعد اپنے لیے اور اپنے عزیز و اقارب کے لیے دین و دُنیا کی بھلائیوں کی دعائیں کریں۔

اس کے بعد صفا سے نیچے کی طرف اُترتے جائیں اور مروہ کی طرف چلنے لگیں اور سعی شروع کر دیں جس کے بارے میں مسند احمد مستدرک حاکم دار قطنی اور بیہقی میں ارشادِ نبویؐ ہے:

اسعوا، فان اللہ کتب علیکم السعی [۲۰۷]

سعی کرو کیونکہ اللہ نے تم پر یہ سعی فرض کی ہے۔

لہٰذا معمول کے مطابق چلتے ہوئے ان ستونوں تک پہنچ جائیں جن کو سبز رنگ کیا گیا ہے اور "سبز میل" کے نام سے مشہور ہیں۔ وہاں سے باوقار طریقہ سے مردوں کے لیے دوڑنا ضروری ہے اور اسی دوڑنے کا نام "سعی" ہے جو کہ صحیح مسلم اور دیگر کتب والی معروف حدیثِ جابرؓ کی رو سے مسنون ہے کیونکہ اس میں ہے:

ثم نزل و مشیٰ الی المروۃ حتیٰ انصبّت قدماہ فی بطن الوادی، ثم سعیٰ، حتیٰ اذا صعدتا مشی حتیٰ اتی علی المروۃ۔ [۲۰۸]

پھر آپؐ صفا سے اُترے اور مروہ کی طرف چلنے لگے اور جب آپ وادی کے درمیان پہنچ گئے تو وہاں سے دوڑے (سعی کی) یہاں تک کہ چڑھائی (مروہ کی) آگئی تو پھر معمول کے مطابق چلنے لگے یہاں تک کہ مروہ پر پہنچ گئے۔

۲۰۷: یہ حدیث حبیبۃ بنت ابی تجراۃؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے اور اسے ابن خزیمۃ، مزی، ابن العادی، ابن حجر اور البانی نے صحیح کہا ہے ملاحظہ ہو "ارواء الغلیل" (۱۰۷۲) (۱) حدیث حبیبۃ کو (بعض طرق میں ان کا نام "برۃ" ہے اور بعض میں نام ذکر ہی نہیں ہوا) ابن سعد (۸/۲۴۷) احمد (۶/۴۲۱، ۴۲۲، ۴۳۷) بحشل الواسطی نے "تاریخ واسط" (۱۵۷) میں ابن خزیمۃ (۲۷۶۴) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۲۴/ ۲۰۷، ۲۲۵، ۲۲۷، ۳۲۳) میں، ابن عدی ۴/۱۴۵۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارقطنی (۲/ ۲۵۵ - ۲۵۶) بیہقی (۵/ ۹۷ - ۹۸) بغوی (۱۹۲۱) ابونعیم نے "حلیۃ الأولیاء (۹/ ۱۵۹) میں اور خطیب بغدادی نے "الموضح" (۲/ ۴۶) میں روایت کیا ہے۔ [۲] حدیث ابن عباس کو طبرانی نے "المعجم الکبیر (۱۱/ ۱۸۴) میں روایت کیا ہے۔

۲۰۸ : دیکھیں ۱۹۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفا و مروہ کی یہ ساری جگہ جو آج کل خوبصورت سنگِ مرمر سے فرش کی گئی ہے اور دونوں پہاڑیوں کی صرف تھوڑی تھوڑی چوٹیاں بطورِ نشانی باقی رکھی گئی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک اور بعد میں بھی مدتِ مدید تک کشادہ اور پتھریلی جگہ تھی یہی وجہ ہے کہ نسائی شریف میں ارشادِ نبوی ہے:

لا يقطع الاّ بطح الاّ شدًّا۔ ۲۰۹

اس پتھریلی وادی کو دوڑ کر پار کرنا چاہیئے۔

دوڑتے ہوئے پھر جب مقامِ سعی کے دائیں بائیں سبز میل آ جائیں تو پھر وہاں سے معمول کی چال اختیار کرلیں اور چلتے ہوئے مروہ پہاڑی کی طرف آتے جائیں اور صحیح مسلم والی حدیثِ جابرؓ کی رو سے مروہ کے بھی اوپر چڑھ جائیں اور یہاں بھی صفا کی طرح ہی قبلہ رو ہو جائیں تکبیر و توحید اور ذکر و دعا کریں اور خود اپنے اور عزیز و اقارب کے لیے دعائیں کریں کیونکہ مذکورہ حدیث میں ہے:

ففعل على المروة كما فعل على الصّفا۔ ۲۱۰

آپؐ نے مروہ پر بھی وہی کچھ کیا جو صفا پر کیا تھا۔

سعی کا ایک چکر صفا پر چڑھ جانے اور وہاں سے اُتر کر چلتے اور سعی کرتے ہوئے اور پھر چلتے ہوئے مروہ پر چڑھ جانے کا نام ایک شوط (چکر) ہے۔ پھر مروہ سے صفا کی طرف چلیں معمول سے چلنے کی جگہ معمول سے چلیں سبز میلوں کے درمیان دوڑیں اور آگے نکل کر پھر چلتے ہوئے صفا پر جا چڑھیں یہ دوسرا چکر مکمل ہو گیا ہے۔ اسی طرح سات چکر مکمل کرنے ہیں اور ساتویں چکر ظاہر ہے کہ مروہ پر جا کر ختم ہو گا۔

۲۰۹: نسائی (۵/۲۴۲) اسی طرح اسے ابن ابی شیبۃ (۴/۶۹) احمد (۶/۴۰۴، ۴۰۴، ۴۰۵) اور طبرانی نے بھی المعجم الکبیر (۲۵/ ۹۸) میں ایک نامعلوم صحابیہؓ سے روایت کیا ہے طبرانی اور احمد کی ایک روایت میں ان کو ام ولد شیبۃ کہا گیا ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ۲۱۰: دیکھیں ۱۹۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کی سعی

عورتوں کے سعی کرنے کا طریقہ بھی مردوں کی طرح ہی ہے سوائے اس کے کہ مغنی ابن قدامہ (۳/۳۹۴) میں لکھا ہے وہ دوڑنے کی جگہ پر بھی نہ دوڑیں بلکہ عورتوں کا طواف اور سعی سب چل کر ہی ہے اور ابن المنذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ نیز یہ بھی کہ عورتوں کے لیے اضطباع بھی نہیں کیوں کہ رمل و اضطباع میں بے پردگی کا خدشہ ہوتا ہے اور امام نووی نے المجموع (۸/۷۵) میں لکھا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک دو قول ہیں پہلی صورت جو جمہور کا قول ہے اور صحیح بھی کہ عورت صرف چلے اور دوسری صورت یہ کہ اگر رات ہو جب کہ سعی کی جگہ خالی ہوتی ہے تو وہ بھی مردوں کی طرح دوڑ کر سعی کرلے۔ اور شیخ البانی نے اسے یہی اقرب قرار دیا ہے کیونکہ بخاری شریف کتاب الانبیاء میں حضرت ہاجرہ کا واقعہ ہی اس سعی کا آغاز اور سبب مشروعیت ہے اور انھوں نے اس جگہ دوڑ کر ہی ساتوں چکر لگائے تھے۔ [مختصراً از مناسک الحج والعمرہ ص۲۷]

طواف اور سعی کے ایک چکر میں فرق

طواف کا ایک شوط (چکر) تو حجرِ اسود سے شروع ہو کر حجرِ اسود تک پہنچنے پر مکمل ہوتا ہے مگر سعی کا ایک چکر صفا سے شروع ہو کر صفا تک آنے پر نہیں بلکہ مروہ تک پہنچنے پر ہی مکمل ہو جاتا ہے۔ اور جو لوگ صفا سے لے کر صفا تک جانے کو ایک چکر سمجھتے اور شمار کرتے ہیں وہ صحیح نہیں اس طرح تو چودہ چکر بن جاتے ہیں۔ جو کہ صحیح احادیث کے خلاف فعل ہے جس کی علامہ ابن القیم نے "زاد المعاد" میں اور علمائے احناف سے سمرقندی نے "تحفۃ الفقہاء" میں تردید کی ہے اور چودہ چکروں والے قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور بقول سمرقندی احناف کے نزدیک بھی صحیح قول یہی ہے کہ سعی صفا پر نہیں بلکہ مروہ پر ختم ہوگی، اور یہی سنت کے مطابق بھی ہے۔
[للتفصیل: شرح مسلم نووی ۴/۸/۱۷۸، الفتح الربانی ۱۲/ ۸۲، ۸۳ حجۃ النبی ص۶۰]
جب کہ صحیح مسلم میں مذکور حدیث بھی شاہد ہے کہ صفا سے مروہ تک جانے کو ایک چکر اور مروہ سے صفا تک جانے کو دوسرا چکر شمار کیا گیا ہے حتیٰ کہ بالآخر مروہ پہ جانے پہ سات چکر مکمل ہو جاتے ہیں اور اگر صفا سے لیکر صفا تک جانے کو ہی ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکر شمار کیا جائے تو پھر ظاہر ہے کہ سعی کا اختتام مروہ پر نہیں بلکہ صفا پر ہونا چاہیئے جبکہ یہ نظریہ مذکورہ صحیح حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسک حج بیان کرنے والے معتبر و معروف صحابی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

حتی اذا کان اٰخر طوافہ علی المروہ نادیٰ وھو علی المروہ والناس تحتہٗ۔ ۲۱۱

حتی کہ جب آپؐ کا مروہ پر آخری چکر مکمل ہوا تو آپؐ نے لوگوں کو پکارا جبکہ آپؐ مروہ کے اوپر تھے اور دوسرے لوگ نیچے دامن میں تھے۔

طہارت صفا و مروہ کے مابین سعی کے لیے بھی افضل تو یہی ہے کہ آپ باوضو ہوں لیکن اگر کوئی شخص بلا وضو بھی سعی کرلے تو جائز ہے کیونکہ سعی کے لیے طہارت اور وضو شرط نہیں کیونکہ صحیح بخاری و مسلم شریف کی وہ حدیث جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے واقعہ حیض کا ذکر ہے اس میں ان سے مخاطب ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

فافعلی ما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حتی تطھری۔ ۲۱۲

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عدم طہارت کی حالت میں صرف طوافِ بیت اللہ سے روکا ہے۔ سعی اور دوسرے مناسک کی ادائیگی سے منع نہیں فرمایا۔ اگر سعی کے لیے بھی طہارت شرط ہوتی تو آپؐ طواف کے ساتھ سعی سے بھی منع فرما دیتے مگر ایسا نہیں ہوا۔

اور سنن سعید بن منصور میں ہے کہ حضرت عائشہ و ام سلمہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اگر عورت خانہ کعبہ کا طواف کرچکی ہو اور اس نے طواف کی دو رکعتیں بھی پڑھ لی ہوں اور پھر اسے حیض آجائے تو اسے صفا و مروہ کی سعی کرلینی چاہیئے۔ [فقہ السنۃ ۱/۷۱۳]

۲۱۱: ملاحظہ ہو، ۱۹۰ ۲۱۲: اس کی تخریج ۱۵۰ میں گزر چکی ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی مصنف ابن ابی شیبہ میں یہی فتویٰ ہے جس کی سند کو حافظ ابن حجر نے صحیح قرار دیا ہے اور حضرت حسن بصریؒ سے بھی صحیح سند سے یہی مروی ہے اور خود امام بخاریؒ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

[للتفصیل بخاری و فتح الباری ۳/ ۵۰۳ ـ ۵۰۵]

لیکن سعی بھی چونکہ ایک عبادت ہے اور اس میں ذکرِ الٰہی اور دعائیں کی جاتی ہیں لہٰذا اگر کوئی ایسی مجبوری نہ ہو تو باوضو ہو کر سعی کرنا ہی مستحب ہے۔ [المغنی ۳/ ۴۰۷]

پیدل و سوار ہو کر سعی کرنا

طواف کی طرح ہی افضل تو یہی ہے کہ سعی بھی پیدل چل کر ہی کی جائے لیکن بیماروں، ضعیف العمر بوڑھوں اور بچوں کو اُٹھا کر یا سواری پر بٹھا کر بھی سعی کروائی جا سکتی ہے کیونکہ صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور مسند احمد میں مذکور حدیث جابرؓ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہو کر طواف و سعی کرنے کا سبب لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيَسْأَلُوهُ ـ ۲۱۳ ذکر ہوا ہے۔ اور اس کی قدرے تفصیل "پیدل و سوار طواف" کے ضمن میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری [۳/ ۴۹۰] کے حوالہ سے گزر گئی ہے۔ غرض صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و نسائی اور بیہقی کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ کو کسی تکلیف کی وجہ سے سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت بخشی تھی ۲۱۴ اسی پر قیاس کرتے ہوئے صفا و مروہ کے مابین سعی بھی سوار ہو کر کی جا سکتی ہے جب کہ صحیح مسلم و ابوداؤد، بیہقی اور مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ایک حدیث ہے جس میں کسی معقول عذر کی بناء پر سوار ہو کر سعی کرنے کے جواز کی دلیل موجود ہے۔ ۲۱۵

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صفا و مروہ کے مابین سوار ہو کر سعی کرنا جائز تو ہے لیکن

۲۱۳: اس کی تخریج ۱۸۱ میں دیکھیں

۲۱۴: اس حدیث کی تخریج ۱۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۵: مسلم (۹/ ۱۰، ۱۱) ابوداود (۱۸۸۵) بیہقی (۵/ ۱۰۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چل کر سعی کرنا افضل ہے اور امام ابن المنذر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امام احمد و اسحاق رحمہما اللہ کے نزدیک بلا عذر سواری پر بیٹھ کر سعی کرنا مکروہ ہے (للتفصیل : الفتح الربانی و شرحہ ۱۲/۱۴ ، ۸۵)

سعی کی دُعائیں

جس طرح طواف کے ساتوں چکروں کے لیے الگ الگ دُعائیں گھڑی گئی ہیں ایسے ہی صفا و مروہ کے مابین سعی کے لیے بھی کیا گیا جن کا کوئی ثبوت نہیں وہی چند اذکار اور دُعائیں ثابت ہیں جو ہم "طریقۂ سعی" کے ضمن میں ذکر کر آئے ہیں۔ لہٰذا حجاج کو چاہیئے کہ سعی کے دوران بھی خود ساختہ دُعائیں کرنے کی بجائے صرف قرآن و سنت سے ثابت شدہ دعاؤں پر اکتفا کریں اور ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔ البتہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے موقوفاً دو صحیح سندوں سے (کما فی مناسک الحج والعمرۃ ص ۲۸) ثابت ہے کہ وہ صفا و مروہ کی سعی کے دوران یہ دُعا کیا کرتے تھے۔

۲۱۶
رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ ، إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ.

اے اللہ، مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، تو غالب اور صاحبِ کرم ہے۔

لہٰذا اسے سلف صالحین کا فعل سمجھ کر یہ دُعا کی جا سکتی ہے۔ یہی دُعا طبرانی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منسوب ہے مگر اس روایت کی سند کو علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (۳/ ۲۵۱ طبع موسسۃ المعارف بیروت) میں ضعیف قرار دیا ہے۔ اور شیخ محمد ناصر الدین البانی نے ان کے اس فیصلے کو مناسک الحج والعمرہ (ص ۲۸) میں برقرار

---

۲۱۶ عبداللہ بن مسعود کے اثر کو ابن ابی شیبۃ (۴/ ۶۸-۶۹ ، ۱۰/ ۳۷۱) طبرانی نے "الدعا" (۸۷۰) میں اور بیہقی (۵/ ۹۵) نے مسروق کے واسطے سے ابن مسعود سے روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے۔ طبرانی نے "الاوسط" میں جیسا کہ مجمع الزوائد (۳/ ۲۵۱) میں ہے۔ اور "الدعا" (۸۶۹) میں اسکو دوسری سند سے ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے مگر یہ سند عطاء بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دکھاہے۔

سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا | جب مروہ پر پہنچ کر سعی کے سات چکر مکمل کر لیں تو حج تمتع کرنے والے اپنے سر کے کچھ بال کٹوالیں اور اگر حج و عمرہ کے درمیان کافی وقفہ ہو اور بال بڑھ کر دوبارہ کچھ لمبے ہو سکتے ہوں تو سارا سر منڈوالیں۔ اور عورتیں اپنی چوٹی کے بال پکڑ کر صرف انگلی کے ایک پورے کے برابر کاٹ لیں۔ ان کے لیے یہی کافی ہے اور اس پر اجماع ہے اور ان کا سر منڈوانا بعض علماء کے نزدیک ناجائز اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

(فتح الباری ۳/ ۵۶۱۔۵۶۷، التحقیق والایضاح ص۳۳ مناسک الحج والعمرہ ص۲۸)

اس کے ساتھ ہی عمرہ مکمل ہوگیا۔ احرام کھول دیں، معمول کا لباس پہنیں، خوشبو استعمال کریں۔ حسبِ معمول زندگی کے یہ ایام بسر کریں اور مصروف عبادت رہیں۔ اور کوشش کر کے حرم شریف میں باجماعت نمازیں ادا کریں۔

حجِ قران کی نیت فسخ کرنا | جو حجاج قربانی کا جانور ساتھ لاتے ہوں اور حج قران کر رہے ہوں وہ صفا و مروہ کے مابین سعی کر چکنے کے باوجود احرام نہیں کھولیں گے بلکہ انھیں یوم نحر د قربانی ۱۰ ذوالحج تک احرام سے ہی رہنا ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم ابوداؤد و بیہقی اور مسند احمد حضرت عائشہ وابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

خرجنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع فمنّا من أهل بعمرة ومنّا من أهل بحجّ، فلما قدمنا مكة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أهلّ بعمرة ولم يهد فليحلل ومن احرم بعمرة واهدى فليهلّ بالحج مع العمرة ثم لا يحلّ حتى يحلّ منهما، (وفي رواية) فلا يحلّ حتى يحلّ بنحر هديه...... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے ہم (صحابہ و صحابیات) میں سے کسی نے عمرے (حج تمتع) کے لیے احرام باندھا اور کسی نے حج مفرد کے لیے جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عمرے کا احرام باندھا اور قربانی ساتھ نہیں لایا وہ (عمرہ کر کے) احرام اتار دے اور جس نے احرام تو عمرے کا باندھا مگر قربانی ساتھ لایا وہ حج و عمرہ دونوں کے (حج قران کی) نیت کر لے اور (عمرہ کر چکنے کے باوجود) حج مکمل کر لینے تک احرام نہ اتارے (اور ایک روایت میں ہے) قربانی کا جانور ذبح کرنے تک احرام نہ اتارے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

..... فکان من الناس من اھدی و منھم من لم یھد، فلمّا قدم النبي صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ قال للناس: من کان منکم اھدی فانّہ لا یحلّ من شیئٍ حرم منہ حتی یقضی حجّہ، ومن لم یکن منکم اھدی فلیطف بالبیت و بالصفا والمروۃ، ولیقصّر ولیحلل ۲۱۸

(حجۃ الوداع کے موقع پر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے بعض اپنے ساتھ قربانی کے جانور لائے تھے اور بعض نہیں لائے تھے۔ جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم میں سے جو شخص قربانی ساتھ لایا ہے وہ تمام مناسک حج پورے کرنے تک احرام میں رہے اور جو کوئی قربانی

---

۲۱۷ ۔ بخاری (۱۵۶۲) مسلم (۱۴۱/۸) بیہقی (۳۴۶/۸ ۔ ۳۴۷) اور احمد (۱۱۹/۶، ۱۴۳)

۲۱۸ ۔ بخاری (۱۶۹۱) مسلم (۲۰۹/۸) ابو داؤد (۱۸۰۵) اور بیہقی (۵/۱۷، ۲۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں لایا [تمتع کر رہا ہے] وہ بیت اللہ شریف کا طواف اور صفا و مروہ کے مابین سعی کر کے بال کٹوائے اور احرام کھول دے۔

اور اگر کوئی شخص قربانی تو ساتھ نہ لایا ہو مگر اس نے "حجِ قران" کی نیت کر لی ہو تو اُسے چاہیئے کہ یہ نیت فسخ کرے اور عمرہ مکمل ہوتے ہی احرام کھول دے کیونکہ صحیح مُسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مخاطب ہو کر مروہ پر کھڑے فرمایا تھا:

لو انّی استقبلت من امری ما استدبرت لم اسق الھدی، وجعلتھا عمرۃ، فمن کان منکم لیس معہ ھدی فلیحلّ ولیجعلھا عمرۃ... ۲۱۹

جو بات مجھے اب معلوم ہوئی ہے اگر پہلے معلوم ہوتی تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا اور صرف عمرہ کا احرام ہی باندھتا۔ تم میں سے جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ احرام کھول دے اور اسے عمرے کا احرام بنا لے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے جو کہ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے ہی مروی ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قد علمتم انّی اتقاکم للہ واصدقکم وابرّکم ولولا ھدیی لحللت کما تحلّون ولو استقبلت من امری ما استدبرت لم اسق الھدی فحلّوا، فحللنا، فسمعنا واطعنا. ۲۲۰

تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سے زیادہ صداقت و نیکی کرنے والا ہوں اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں احرام کھول دیتا۔ اور جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی ہے وہ پہلے معلوم ہو جاتی تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا، پس تم احرام کھول دو تو ہم نے

۲۱۹، ۱-) حدیث کی تخریج نمبر ۱۹۰ میں ملاحظہ کریں۔ ۲۲۰: اسکی تخریج کے لیے ۲۱۳ ملاحظہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احرام کھول دیئے اور سمع و طاعت کی۔

اور صحیح مسلم و مسند احمد میں مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد (کو مشورہ سمجھنے کی بناء) پر نہ اپنایا تو آپ اُن پر سخت ناراض ہوئے چنانچہ وہ فرماتی ہیں:

قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاربع مضین من ذی الحجۃ او خمس، فدخل علیّ وھو غضبان، فقلت: من اغضبک یا رسول اللہ! ادخلہ اللہ النار، قال: اوما شعرت انی امرت الناس بامر فاذا ھم یترددون، ولو انی استقبلت من امری ما استدبرت ما سقت الھدی معی حتی اشتریہ ثم احل کما حلوا۔ ۲۲۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار یا پانچ ذوالحج کو مکہ مکرمہ پہنچے اور (طواف وسعی کے بعد) میرے پاس تشریف لائے جب کہ آپ بڑے غصہ میں تھے، میں نے پوچھا: آپ کو کس نے ناراض کیا ہے؟ اے اللہ کے رسول! اللہ اسے آگ میں داخل کرے۔ تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ میں نے لوگوں کو ایک حکم دیا ہے جس کی تعمیل کرنے میں وہ تردد کر رہے ہیں۔ جو بات مجھے اب معلوم ہوئی ہے اگر پہلے معلوم ہوتی تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا بلکہ یہاں سے آکر خریدتا اور ان لوگوں کی طرح (عمرہ کرکے) احرام کھول دیتا۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیثِ مسلم میں یہی ہے کہ جب آپ نے فرمایا کہ حج قران کی نیت فسخ کرکے اسے صرف عمرہ (حج تمتع) کی نیت سے بدل لو کہ اب عمرہ حج میں داخل ہو چکا ہے تو حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پوچھا:

۲۲۱: اس کی تخریج ۲۷ دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العامنا هذا ام للابد؟

کیا یہ حکم صرف اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟

تو آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں ڈالا اور فرمایا:

دخلت العمرة فی الحج، مرتين لا بل لابد ابد أ۔ ۲۲۲

عمرہ، حج میں داخل ہو چکا ہے، آپؐ نے دو مرتبہ فرمایا، اس سال کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان صحابہ کو جو قربانی کے جانور ساتھ نہیں لائے تھے مگر انھوں نے حج قران کی نیت کر رکھی تھی۔ انھیں یہ حکم فرمایا کہ وہ اپنی اس نیت کو فسخ کر کے حج تمتع کی نیت کرلیں اور عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم حضرت عائشہ و عبداللہ بن عمرؓ سمیت چودہ صحابہ نے مختلف احادیث میں نقل فرمایا ہے۔ اس موضوع پر علامہ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور تمام وارد اعتراضات کے مسکت جوابات بھی دیتے ہیں (انظر للتفصیل: زاد المعاد ۲/۱۷۸، ۲۲۳ بتحقیق الارناؤوط)

خواتین کے لیے حکم اگر کسی عورت نے عمرے کا احرام باندھا مگر طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ سے پہلے ہی اسے حیض آگیا یا زچگی ہو گئی اور نفاس کا خون جاری ہو گیا تو وہ طواف و سعی نہ کرے اور جب وہ پاک ہو جائے تو طواف و سعی کر کے سر کے پورا برابر بال کاٹ لے اور احرام کھول دے اس کا عمرہ مکمل ہو گیا۔ اور اگر کسی وجہ سے یوم ترویہ (۸ ذوالحج) تک بھی پاک نہ ہو تو وہ دوسرے حجاج کے ساتھ ہی حج کا احرام باندھ کر منیٰ چلی جائے بلکہ احرام تو وہ پہلے سے ہی باندھے ہوئے ہے اسے عمرہ کی بجائے حج کے احرام سے

۲۲۲: اس کی تخریج کے لیے ۱۹۰ دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدل لے جو کہ محض نیت کرنے سے ہی ہو جائے گا اس طرح اس کا "حجِ قران" بن جائے گا۔ پھر وہ منیٰ و عرفات اور مزدلفہ کے تمام مناسکِ حج پورے کرے اور ایامِ تشریق کی رمی بھی کرے۔ اور یوم نحر و قربانی (۱۰ ذوالحج) کو جب وہ جمرۂ عقبہ پر رمی کر لے اور قربانی کر کے اپنے سر کے پورا برابر بال کاٹ لے تو اس پر بھی دوسری عام عورتوں کی طرح شوہر کے سوا ہر چیز حلال ہو جائے گی اور پھر جب طواف و سعی بھی (پاک ہو کر) کر لے گی اس کا حج و عمرہ دونوں مکمل ہو جائیں گے اور اس کے لیے بھی ہر چیز حلال ہو جائے گی۔

(التحقیق والایضاح ص ۳۴)

ایسی عورت اور ہر قارن کے لیے صحیح بخاری و مسلم میں مذکور حدیث کے مطابق صرف ایک طواف اور ایک سعی ہی حج و عمرہ دونوں کے لیے کافی ہے کیونکہ اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فطاف الذين كانوا اهلّوا بالعمرة بالبيت و بين الصفا والمروة ثم حلّوا ثم طافوا طوافاً بعد أن رجعوا من منى واما الذين جمعوا الحج والعمرة فانما طافوا طوافاً واحداً۔[۲۲۳]

وہ لوگ جنھوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا انھوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی اور احرام کھول دیا پھر جب (ایامِ تشریق کی رمی کر کے) منیٰ سے لوٹے تو طواف (و سعی) کر کے فارغ ہو گئے اور جنھوں نے حج و عمرہ کو جمع کیا (حجِ قران کیا) انھوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔ (اور سعی کی)۔

۲۲۳: بخاری (۱۵۵۶، ۱۶۳۸) مسلم (۱۴۰/۸) اسی طرح اس کو ابوداؤد (۱۷۸۱) ابن الجارود (۴۵۸) ابن خزیمۃ (۲۷۴۴) بیہقی (۴/۳۴۷، ۵/۱۰۵) اور امام مالک (۲۰۸/۱ - ۲۱۱) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجِ قِران والوں کے لیے ایک ہی طواف وسعی کفایت کر جاتے ہیں لیکن اگر حضرت عائشہؓ کی طرح ہی بعد میں اطمینانِ قلب کے لیے تنعیم سے عمرہ بھی کر لیتا ہے تو اُس کے لیے مثال موجود ہے جیسا کہ اس آخر الذکر حدیث میں مذکور ہے کہ انھوں نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کے ساتھ تنعیم جاکر عمرے کا احرام باندھا اور عمرہ کیا تھا۔[۲۲۴] مگر یہ گنجائش صرف ایسی صورت میں بھی دو چار لوگوں کے لیے ہی ہوسکتی ہے جو عمرے کا طواف اور سعی الگ سے نہ کر سکے ہوں اور عام لوگوں نے جو عادت بنائی ہے کہ وہ اپنے اعزا و اقارب کی طرف سے عمرے ہی کرتے جاتے ہیں یہ سلف صالحین سے ثابت نہیں جیسا کہ "چھوٹا عمرہ بڑا عمرہ" کے عنوان کے تحت ہم ذکر کر آئے ہیں اور یہ بھی واضح کر چکے ہیں کہ یہ محض ان کی خاطر داری کے لیے (نیز دیکھئے زاد المعاد ۲/۱۷۰)

قارئین کرام! یہاں تک عمرہ کے احکام و مسائل اور طریقہ تو ختم ہوا آگے حج کا ذکر آئے گا۔

۲۲۴: دیکھیں ۲۲۳ اسی طرح ۶۴ بھی ملاحظہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل واحکام

اور

طریقۂ حج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل واحکامِ حج

جب عمرہ سے فارغ ہو جائیں تو ۷ رذوالحج تک مکہ معظمہ کے قیام کے دوران ہر ممکن حد تک کوشش کریں کہ نمازِ پنجگانہ مسجدِ حرام میں باجماعت ادا کریں کیوں کہ ایک حدیث شریف کی رو سے مسجدِ حرام میں پڑھی گئی ایک نماز کا ثواب دیگر مساجد کی بنسبت ایک لاکھ گناہ زیادہ ہے چنانچہ ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صلوٰۃ فی مسجدی افضل من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام، وصلوٰۃ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ الف صلوٰۃ فیما سواہ ۲۲۵

میری مسجد (مسجدِ نبوی) میں ایک نماز دوسری عام مساجد سے ایک ہزار گنا افضل ہے سوائے مسجدِ حرام کے ۔اور مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب دوسری عام مساجد سے ایک لاکھ گنا زیادہ ہے۔

جب کہ صحیح بخاری ومسلم میں مذکور حدیث کی رو سے باجماعت نماز ادا کرنے کا ثواب اکیلے نماز ادا کرنے سے ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۲۲۵: اس حدیث کو احمد (۳۴۳/۳) ابن ماجہ (۱۴۰۶) اسی طرح طحاوی نے "الآثار" (۲۲۶/۱) میں اور ابن عبدالبر نے "التمہید" (۲/ ۲۴) میں روایت کیا ہے اس سلسلہ کی دوسری احادیث کے لیے تخریج صلوٰۃ الرسولؐ، (۲۳۱) دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلاۃ الجماعۃ افضل من صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ [۲۲۶]

باجماعت نماز، اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا افضل ہے۔

اب آپ اندازہ لگائیں کہ ایک نماز جو ایک تو مسجدِ حرام میں ہو اور دوسرے باجماعت بھی ہو تو کیا ایسی ایک نماز کا ثواب ہماری ان عام مساجد میں ادا کی گئی نمازوں سے ستائیس لاکھ گنا زیادہ نہ ہو جائے گا۔ سبحان اللہ!

۸ ذوالحج، یوم ترویۃ جو لوگ حج تمتع کر رہے ہوں اور عمرہ کرکے احرام کھول چکے ہوں وہ ۸ ذوالحج (یوم ترویۃ) کو اپنی قیام گاہ پر غسل کریں۔ مرد حجاج دستیاب شدہ عمدہ خوشبو لگائیں اور اپنی قیام گاہ سے ہی حج کا احرام باندھ لیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا تھا اور یہی مسنون طریقہ ہے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد و بیہقی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف و سعی کے بعد مکہ مکرمہ کی مشرقی جانب ایک مقام وادی بطحاء میں قیام فرمایا اور ۸ ذوالحج (یوم ترویۃ) کو بطحاء ہی سے تلبیۂ حج کہتے ہوئے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ توجھوا الی منیٰ فاھلوا بالحج من البطحاء [۲۲۷] وہ بطحاء سے تلبیۂ حج کہتے ہوئے منیٰ کو روانہ ہو گئے۔

احرام باندھ کر لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِالْحَجِّ کہیں اور تلبیہ کہتے ہوئے منیٰ کو روانہ ہو جائیں۔ بعض لوگ اپنی اقامت گاہ سے غسل کرکے حرم شریف چلے جاتے ہیں اور میزابِ رحمت کے پاس سے تلبیۂ حج کہتے اور احرام کے حکم میں داخل ہوتے ہیں اور پھر طواف کرکے منیٰ کو روانہ ہوتے ہیں اور پھر اسے ہی "طوافِ افاضہ" بھی سمجھ لیتے ہیں۔ یہ سراسر خلافِ سنت فعل ہے (التحقیق والایضاح ص ۳۵) جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی قیام گاہ سے تلبیۂ حج کہتے ہوئے

۲۲۷: بخاری (۳/ ۵۰۶۔ فتح الباری) میں یہ حدیث تعلیقاً ہے مسلم (۸/ ۱۶۲) ابن خزیمہ (۲۷۹۴) بیہقی (۴/ ۳۵۶) اور احمد (۳/ ۳۱۸، ۳۷۸) نے اس کو موصولاً روایت کیا ہے!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدھے منیٰ کا ہی رُخ کیا تھا. طواف کرنے کے لیے حرم شریف نہیں آئے تھے .

۸ ذوالحج یعنی یوم ترویہ کو نمازِ ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور اگلے دن کی نمازِ فجر منیٰ میں ہی جا کر ادا کرنا سنّت ہے کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی حدیث میں ہے :

فلما كان يوم التروية ، توجهوا الى منى فاهلوا بالحج وركب النبي صلى الله عليه وسلم فصلى بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ۲۲۸

یوم ترویہ کو حج کا تلبیہ کہتے ہوئے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر بیٹھ کر گئے اور آپؐ نے ظہر و عصر، مغرب و عشاء اور فجر کی نمازیں وہیں ادا فرمائیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ رات منیٰ میں جا کر گزارنا ہی سنت ہے اور نمازِ ظہر کے لیے وہاں پہنچنا مسنون عمل ہے۔ ہاں اگر مجبوری ہو تو رات کو بھی منیٰ پہنچنا جائز ہے اور اس پر کوئی فدیہ بھی نہیں۔ [المغنی ۳/۳۶۳، نیل الاوطار ۲/۵/۶۴ مصری] بلکہ اگر مجبوری کی بناء پر منیٰ پہنچ ہی نہیں سکا تو اگلے دن علی الصبح سیدھا عرفات ہی چلا جائے تو بھی اس کا حج مکمل ہے اور امام ابن المنذر نے منیٰ میں رات نہ گزار سکنے پر کوئی فدیہ نہ ہونے پر اجماع ذکر کیا ہے [النیل ۳/۵/۵۶ بیروت والفتح الربانی ۱۲/۱۱۳] اور امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ سنت تو یہ ہے کہ مذکورہ پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھے اور یہ رات بھی وہیں گزارے اور یہ رات منیٰ میں گزارنا سنت ہے رکن یا واجب نہیں لہٰذا اگر کسی سے یہ سنت چھوٹ جائے تو اس پر کوئی دَم (فدیہ) بھی نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے [شرح مسلم نووی ۴/۸/۱۷۰] اور منیٰ میں نمازِ ظہر و عصر اور عشاء قصر کر کے [دوگانہ] پڑھی جائیں۔ اس میں مکی و غیر مکی یا مقامی و آفاقی حجاج میں کوئی فرق نہیں [التحقیق والایضاح ص۲۷] پاک و ہند کے حجاج ایک روایت کا سہارا لے کر تمام نمازیں

---

۲۲۸ : اس کی تخریج ۱۹۰ میں دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری ہی پڑھتے ہیں حالانکہ یہ خلاف سنت ہے کیونکہ کبار محققین نے ثابت کیا ہے کہ وہ روایت حج کے موقع سے تعلق ہی نہیں رکھتی بلکہ اس کا تعلق "فتح مکہ" کے دن سے ہے حج کے موقع پر آپؐ نے نمازیں قصر کرکے پڑھیں اور کسی کو مکمل کرنے کا حکم بھی نہیں فرمایا۔ [زاد المعاد والتحقیق والایضاح ص۳۵]

۸ ر ذوالحج کا یہ دن "یوم الترویۃ" اور اگلی رات "تلبیہ و تکبیر اور ذکر الٰہی کی کثرت رکھیں۔

۹ ر ذوالحج، یوم عرفہ یا یوم حج

۹ ر ذوالحج کو "یوم عرفہ" اور "یوم حج" بھی کہا جاتا ہے اس دن نماز فجر منیٰ میں ادا کرکے کچھ دیر ذکر الٰہی میں گزاریں اور جب سورج طلوع ہوجائے تو منیٰ سے عرفات کو تلبیہ اور تکبیریں کہتے ہوئے روانہ ہوجائیں کیونکہ صحیح بخاری و مسلم، نسائی اور مسند احمد میں مذکور حدیث سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ محمد بن ابی بکر ثقفیؒ بیان کرتے ہیں کہ:

أنّه سأل انس بن مالك ـ وهما غاديان من منىٰ الى عرفة ـ كيف كنتم تصنعون فى هذا اليوم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: كان يهلّ منّا المهلّ فلا يُنكر عليه ويكبّر منّا المكبّر فلا ينكر عليه۔ ۲۲۹

انھوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے اس وقت پوچھا جب کہ وہ صبح کے وقت عرفات کی طرف جارہے تھے کہ اس دن تم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس طرح سے کیا کرتے تھے تو انھوں نے فرمایا: ہم میں سے کوئی تلبیہ و تہلیل کہتا اور اسے اس سے روکا نہ جاتا اور کوئی تکبیر کہتا تو اسے بھی روکا نہیں جاتا تھا۔

۲۲۹: اس حدیث کو مالک (۱/۲۳۷) بخاری (۱۲۵۹) مسلم (۹/۳۲) نسائی (۵/۲۵۰) ابن ماجہ (۳۰۰۸) دارمی (۲/۵۶) بیہقی (۵/۱۱۲) اور احمد (۳/۱۱۰، ۱۴۷، ۲۴۰) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روانگی کا وقت

منیٰ سے عرفات کی طرف کس وقت روانہ ہونا چاہیئے اس کا کافی حد تک اندازہ تو مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ [وھما غادیان من منیٰ الی عرفۃ] سے بھی ہوتا ہے کہ وہ صبح کے وقت جب منیٰ سے عرفات کو نکلے تو مذکورہ سوال کیا گیا اور ظاہر ہے کہ اس سفر میں کئے جانے والے ذکر کے بارے میں سوال ہے لہٰذا یہ آغاز سفر میں ہی کیا گیا ہوگا اور آغاز سفر صبح [دن چڑھے] معلوم ہو رہا ہے۔ ویسے اس کی واضح صراحت ایک دوسری حدیث میں آتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازیں منٰی میں پڑھیں، رات بھی منیٰ میں رہے اور طلوعِ آفتاب کے بعد منٰی سے عرفات کو چلے تھے چنانچہ صحیح مسلم اور دوسری کتبِ حدیث میں حضرت جابرؓ بیان فرماتے ہیں:

فصلّی بھا الظھر والعصر والمغرب والعشاء والفجر، ثم مکث قلیلًا حتی طلعت الشمس؛ امر بقبّۃ من شعر تُضرَب لہٗ بِنَمِرَۃ، فسار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۴۰

آپؐ نے [منٰی میں] ظہر و عصر، مغرب و عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں، فجر کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرے اور وادیٔ نمرہ میں بالوں کا خیمہ لگانے کا حکم فرمایا اور طلوع آفتاب کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے روانہ ہوئے۔

اس حدیث شریف میں روانگی کا مسنون وقت واضح ہے جب کہ عموماً ہوتا یہ ہے کہ معلّم اور ان کے ایجنٹ حاجیوں کو آدھی رات کے وقت ہی منیٰ سے میدانِ عرفات پہنچانا شروع کر دیتے ہیں جو کہ خلافِ سنت فعل ہے۔ لہٰذا حجاج کو ان کے اصرار کے باوجود طلوع آفتاب سے پہلے منیٰ سے روانہ نہیں ہونا چاہیئے۔

---

۲۴۰ : اس کی تخریج ۱۹۰ میں ملاحظہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وادیٔ نمرہ میں

مسنون یہ ہے کہ منیٰ سے وادیٔ نَمرہ جایا جائے۔۔ وہ وادی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر آپؐ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا تھا اور زوالِ آفتاب تک اُسی وادی میں رہا جائے کیونکہ آپؐ نے ایسا ہی کیا جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہو رہا ہے جب کہ اُسی حدیث میں ہے:

فوجد القبّة قد ضربت له بنمرة فنزل بها حتی اذا زاغت الشمس۔ ۲۳۱

آپؐ نے نمرہ میں قبّہ یا خیمہ لگا ہوا پایا اور اس میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ سورج سر سے ڈھل گیا۔

وادیٔ عُرَنَہ میں

زوالِ آفتاب کے بعد وادیٔ نمرہ کے ساتھ ہی آگے وادیٔ عرنہ میں آپؐ تشریف لے گئے (جہاں آج کل مسجد نمرہ بنائی گئی ہے) وہاں آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا پھر حضرت بلالؓ سے آذان کہلوا کر ایک اقامت سے ظہر اور پھر دوسری اقامت سے عصر کی نمازیں قصر و جمع کر کے پڑھیں جیسا کہ معروف حدیث جابرؓ میں ہے:

اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له، فاتی بطن الوادی فخطب الناس ......

.... ثم اذّن بلال ثم اقام فصلّی الظهر ثم اقام فصلّی العصر ولم یصلّ بینهما شیئاً۔ ۲۳۲

جب سورج سر سے ڈھل گیا تو آپؐ نے اپنی اونٹنی قصواء پر کاٹھی ڈالنے کا حکم فرمایا اور (اس پر سوار ہو کر) وادی (عرنہ) میں تشریف لائے اور لوگوں کو خطبہ دیا... پھر حضرت بلالؓ نے

۲۳۱۔ نمبر ۱۹۰ ہی دیکھیں۔

۲۳۲۔ اس کے لیے بھی مذکورہ نمبر ۱۹۰ دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آذان کہی اور پھر ایک اقامت سے آپؐ نے نمازِ ظہر اور دوسری اقامت سے نماز عصر پڑھائی اور ان کے مابین کچھ (نفل و سنت) نہ پڑھا۔

یہاں ایک آذان اور دو اقامتوں سے آپؐ نے ظہر و عصر ادا کیں۔ ان نمازوں میں اہلِ مکہ بھی شامل تھے مگر آپؐ نے کسی کو نماز مکمل کرنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ سبھی نے قصر نمازیں ادا کیں [زاد المعاد/ ۲۶۱، ۲۶۲، ۲]

آج کل حجاج کی کثرت کی وجہ سے ان وادیوں (نمرہ اور عُرنہ) میں رُکنا مشکل ہو چکا ہے لہٰذا اگر منیٰ سے سیدھے عرفات ہی چلے جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ [مناسک الحج والعمرہ، ص ۲۹]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ یوم ترویہ کو منیٰ ٹھہرنا وہیں وہ رات گزارنا پھر وادیٔ عرنہ (و نمرہ) میں زوالِ آفتاب تک رُکنا جو کہ شعر حرام اور عرفات کے مابین ہیں، وہاں خطبہ دینا اور دو نمازیں پڑھنا اور پھر عرفات جانا فقہاء کے یہاں ایسے متفق علیہ امورِ سنن میں سے ہیں کہ آج کل محدثات و بدعات کے دور دورے کی وجہ سے انھیں کثیر لوگ نہیں جانتے اور حد تو یہ ہے کہ بکثرت مصنفین بھی اس کی تمیز نہیں کرتے [مجموع الفتاویٰ ۲۶/۱۶۸]

وقوفِ عرفات

وقوفِ عرفات حج کا "رکنِ اعظم" ہے۔ ابوداؤد و ترمذی نسائی و ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحجّ عرفه [۲۳۳]، میدانِ عرفات میں وقوف کرنے کا نام ہی حج ہے۔

۲۳۳: ابوداؤد (۱۹۴۹) ترمذی (۸۸۹، ۸۹۰) نسائی (۵/۲۵۶، ۲۶۴) ابن ماجہ (۳۰۱۵) احمد (۴/۳۰۹-۳۱۰، ۳۳۵) اسی طرح اس کو ابن الجارود (۴۶۸) ابن خزیمہ ۲۸۲۲ ابن حبان ۱۰۰۹ دارقطنی (۲/۲۴۰-۲۴۱) حاکم (۱/۴۶۴) بیہقی (۵/۱۱۶، ۱۵۲، ۱۷۳) اور طیالسی ۱/۲۲۰ نے بھی روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے ابن خزیمہ ابن حبانؒ، حاکم اور ذہبی نے بھی اسکو صحیح کہا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا اگر کسی سے یہ رہ گیا تو اس کا حج ہی نہیں ہے اور صحیح مسلم والی حدیث جابرؓ کی رو سے غروبِ آفتاب سے بعد تک میدانِ عرفات میں وقوف کرنا سنت ہے کیونکہ آپؐ غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے تھے چنانچہ اس حدیث میں ہے:

فلم يزل واقفا حتى غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلاً حتى غاب القرص۔ ۲۳۴

آپؐ مسلسل میدانِ عرفات میں رہے حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا، اور شام کی زردی زائل ہوئی اور سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی۔

معلّم حضرات اور ان کے ایجنٹ یہاں بھی اپنی من مانی کرتے ہیں اور نماز عصر کے بعد ہی حاجیوں کو مزدلفہ پہنچانا شروع کر دیتے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہے۔

طریقۂ وقوف | مسجد نمرہ یا عرفات کی کسی بھی جگہ پر نمازِ ظہر و عصر قصر اور جمع تقدیم کر کے (نمازِ ظہر کے وقت دونوں نمازوں کو) پڑھیں یہی مسنون طریقہ ہے جیسا تفصیل گزری ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "جبلِ رحمت" (عرفات میں موجود پہاڑی) کے دامن میں وقوف فرمایا تھا۔ جبلِ رحمت کے اوپر آپؐ نہیں چڑھے بلکہ اس کے پاس ہی قبلہ رو ہو کر وقوف فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

ثم ركب حتى اتى الموقف، فجعل بطن ناقته القصواء الى الصخرات وجعل حبل المشاة بين يديه، واستقبل القبلة۔ ۲۳۵

آپؐ اونٹنی پر سوار ہو کر موقف (عرفات) تشریف لائے اور اپنی اونٹنی کا پیٹ (رخ) پہاڑی (جبلِ رحمت) کی چٹانوں کی طرف کر دیا اور لوگوں کو اپنے سامنے رہنے دیا۔ اور آپؐ قبلہ رو ہو گئے۔

۲۳۴۔ ملاحظہ کریں نمبر ۱۹۰، ۲۳۵ ۔ تخریج کے لیے نمبر ۱۹۰ دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مستحب جائے وقوف یہی ہے اور یہ جو کم عقل لوگوں میں مشہور ہے کہ جو جبلِ رحمت پر جو چڑھے اس کا وقوف صحیح نہیں۔ ان کی یہ بات سراسر غلط ہے جو عرفات کے ہر حصّہ میں وقوف صحیح ہے البتہ اگر ان پہاڑی چٹانوں تک نہ پہنچ سکے جو کہ جبل رحمت کے دامن میں بچھی ہیں تو اس کے قریب تر ہونے کی کوشش کرنے (شرح مسلم ۸/ ۱۸۵)

کیفیت مذکورہ بالا سے کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے تک اُٹھائے آپؐ دُعا و ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے چنانچہ نسائی شریف میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنت ردیف النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات فرفع یدیہ یدعو۔ [۲۳۶]

میں میدانِ عرفات میں وقوف کے دوران آپؐ کے ساتھ ہی اونٹنی پر سوار تھا۔ آپؐ ہاتھ اُٹھائے دُعائیں مانگتے رہے۔

جب کہ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو بعرفہ یداہ الی صدرہ کاستطعام المسکین۔ [۲۳۷]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ عرفات میں سینے تک اس طرح ہاتھ اُٹھائے دُعا کر رہے تھے جیسے کوئی مسکین کھانا مانگ رہا ہو۔

---

۲۳۶ : اسے نسائی (۵/ ۲۵۴) اسی طرح احمد (۱/ ۲۱۲) ابو یعلیٰ (۲/ ۶۷۳) ابن خزیمۃ (۴/ ۲۸۲۴، ۲۸۲۵) اور طبرانی نے بھی "المعجم الکبیر" (۱۱/ ۱۴۰، ۱۸/ ۲۷۶) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند عبد الملک بن ابی سلیمان کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے۔ ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے اور یہ اپنے شواہد کی بنا پر صحیح ہی ہے ان شواہد کی تفصیل ۲۳۷ میں آرہی ہے۔

۲۳۷ : بیہقی (۵/ ۱۱۷) اسی طرح اسے فاکہی نے بھی "اخبار مکۃ" (۵/ ۲۳، ۲۴) میں روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔ اس کی سند حسین بن عبداللہ الہاشمی کی وجہ سے ضعیف ہے مگر یہ اپنے شواہد کی بنا پر صحیح حدیث ہے ان شواہد میں ۲۳۶ میں مذکور حدیث کے علاوہ درج ذیل احادیث بھی ہیں۔

(۱) حدیث انس: اس کو فاکھی نے "اخبار مکۃ" (۵/۲۴) میں روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند میں انقطاع ہے کیونکہ اسے انس سے روایت کرنے والے اعمش ہیں اور ان کا انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" (۴/۱۹۵) میں کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ "اخبار مکۃ" کے محقق کا اس کی سند کو حسن کہنا درست ہے۔

(۲). حدیث ابو سعید الخدری: اسے احمد (۳/۱۳، ۱۴، ۸۵، ۹۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند شواہد میں حسن درجہ کی ہے۔ اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہتھیلیاں زمین کی طرف کی ہوئی تھیں۔ مگر اس میں یہ اضافہ محل نظر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ جبلِ رحمت کے دامن میں بچھی چٹانوں پر اس طرح مشغول دُعا و ذِکر رہے مگر موقف کی وسعت کو واضح کرنے کے لیے صحیح مُسلم و ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

وقفت ھٰھنا وعرفۃ کُلُّھا موقف۔ ۲۳۸

میں نے تو یہاں وقوف کیا ہے مگر پورا میدان عرفات ہی جائے وقوف ہے۔

بعض لوگ یقیناً نیکی حاصل کرنے کے جذبہ سے سرشار ہو کر میدانِ عرفات میں وقوف والے دن کا روزہ رکھ لیتے ہیں حالانکہ ان کا یہ فعل قطعاً خلافِ سنّت ہے کیونکہ صحیح بخاری اور مسلم شریف میں حضرت امِ فضلؓ بیان فرماتی ہیں:

أنّ ناسًا اختلفوا عندھا یوم عرفۃ فی صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال بعضھم ھو صائم، و قال بعضھم: لیس بصائم. فارسلت الیہ بقدح لبن وھو واقف علی بعیرہ، فشربہ۔ ۲۳۹

ان کے پاس یوم عرفہ کے دن لوگوں میں اختلاف رائے ہوگیا کہ آپؐ روزہ سے ہیں اور بعض دیگر نے کہا کہ آپؐ روزہ سے نہیں ہیں۔ تب میں نے آپؐ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا جب کہ آپؐ اپنی اونٹنی پر ہی بیٹھے تھے تو آپؐ نے وہ دودھ نوش فرمالیا۔

۲۳۸۔ مسلم (۸/۱۹۵) ابوداؤد (۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۳۶) ابن الجارود (۴۶۵) بیہقی (۵/۱۱۵، ۲۳۹) اور احمد (۳/۳۲۱)۔

۲۳۹۔ اس حدیث کو مالک (۱/۳۷۵) نے روایت کیا ہے اور مالک ہی کے طریق سے اس کو بخاری (۱۶۶۱) "الحج" مسلم (۸/۲) "الصیام" ابوداود (۲۴۴۱) "الصیام" ابن خزیمہ (۲۸۲۸) بیہقی (۴/ ۲۸۳، ۵/ ۱۱۶، ۱۱۷) اور احمد (۶/ ۳۴۰) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بر و تقویٰ کا جذبہ کس میں ہو سکتا ہے اور جب آپؐ نے اس دن روزہ نہیں رکھا ہوا تھا تو دوسروں کے لیے اس میں خیر کہاں سے آئے گی۔ وقوفِ عرفات دراصل دعا و ابتہال، خشوع و خضوع کے ساتھ ذکرِ الٰہی کی بکثرت کا دن ہے اور ہاتھ اٹھائے کھڑے بیٹھے، لیٹے، دُعا و ذکر کے لیے روزہ کے بغیر ہوشیاری حاجی کے لیے معاون ہو سکتا ہے اور آپؐ کے اس روزہ نہ رکھنے میں بھی یہی مصلحت پنہاں ہے۔

اور یہ حکم تو ان کی نسبت ہے جو میدانِ عرفات میں حج کے لیے موجود ہوں۔ لیکن جو لوگ عرفات میں موجود نہیں بلکہ اپنے اپنے ملکوں اور گھروں میں ہیں ان کیلئے یوم عرفہ یا یوم حج کا روزہ بڑا باعثِ اجر و ثواب اور فضیلت ہے حتیٰ کہ صحیح مسلم ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ، بیہقی اور مسند احمد میں ارشاد نبوی ہے: [۲۴۰]

صوم یوم عرفة یکفر سنتین ماضیة و مستقبلة

یوم عرفہ کا روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

یومِ عرفہ کی فضیلت اور دُعائیں

یوم عرفہ کی بڑی فضیلت ہے اس ایک دن کے روزے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دو سالوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا ارشاد نبوی میں ہے۔ اس کے علاوہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما من یوم اکثر من ان یعتق اللہ فیہ عبدًا من النار من یوم عرفة وانہ لیدنو ثم یباھی بھم الملائکة

۲۴۰۔ مسلم (۸/۵۰، ۵۱) ابو داؤد (۲۴۲۵، ۲۴۲۶) باب فی "صوم الدھر تطوعًا" ترمذی (۷۴۹) ابن ماجہ (۱۷۳۰) سب نے "کتاب الصیام" میں ابن خزیمۃ (۲۰۸۷) بیہقی (۴/۲۸۳، ۲۸۶) احمد (۵/۲۹۷، ۳۰۸، ۳۱۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیقول: ما اراد ھؤلاء! [۲۴۱]

کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ اپنے بندوں کو جہنم سے رہائی دے، اللہ تعالیٰ ان کے قریب ہوجاتا ہے اور پھر فخر کے طور پر فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ ان لوگوں کو (میری رحمت و مغفرت کے سوا) کیا چاہیئے:

اور شرح السنہ امام بغوی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا کان یوم عرفہ، ان اللہ ینزل الی السماء الدنیا۔ فیباھی بھم الملائکۃ، فیقول: انظروا الی عبادی، اتونی شعثًا غبرًا ضاجّین من کلّ فجّ عمیق۔ اشھدکم انّی قد غفرت لھم [۲۴۲]

جب یوم عرفہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے اور فرشتوں کو فخر یہ کہتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو وہ کس طرح گرد آلود و پراگندہ بال ہوکر مجھے پکارتے ہوئے دور دراز میرے لیے آئے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔

۲۴۱: مسلم ۹/۱۱۷، نسائی ۵/۲۵۱، ۲۵۲، ابن ماجہ ۳۰۱۴، ابن خزیمۃ ۲۸۲۷ اور حاکم ۱/۴۶۴
۲۴۲: شرح السنۃ ۱۹۳۱، اسکو ابویعلی (۲۰۹۰) ابن خزیمۃ (۲۸۴۰) ابن حبان (۱۰۰۶) بزار (۱۱۲۸) اور لالکائی نے بھی شرح اصول اھل السنۃ (۷۵۱) میں مختلف طرق سے ابوالزبیر کے واسطے سے جابرؓ سے روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے ابن حبان نے بھی اس کو صحیح کہا ہے نیز اس کی تائید میں ابن عمرؓ اور انسؓ کی حدیثیں ہیں۔
[۱] حدیث ابن عمر کو طبرانی (۱۲/۴۲۵، ۴۲۶) اور بزار (۱۰۸۲) نے روایت کیا ہے۔ البانی نے اسے حسن کہا ہے ملاحظہ ہو "صحیح الجامع" (۱۳۷۳)
[۲] حدیث انس کو ازرقی (۲/۵، ۶) بزار (۱۰۸۳) اور سہمی نے "تاریخ جرجان" (۲۸۴) میں روایت کیا ہے اور یہ اسناداً ضعیف ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سارا مبارک دن ذکر و دُعا میں گزارنا چاہیئے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ بہترین دُعا وہ ہے جو یوم عرفہ میں مانگی جاتی ہے۔ میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے جو دُعائیں کی ہیں ان میں سے افضل دُعا یہ ہے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [۲۴۳]

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں سارے جہاں کی بادشاہی اور ہر قسم کی تعریف اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

عام حجاج کو چاہیئے کہ یہ دُعا اور ایسی ہی قرآن و سنت سے ثابت شدہ مسنون دُعائیں مانگیں۔ مذکورہ دُعا کے علاوہ اس دن کے لیے کوئی مخصوص دُعا ثابت نہیں ہے جب کہ طواف اور سعی کی طرح عرفات کی دُعاؤں کی بھی مطبوعہ کا بیان بکتی ہیں ان کے چکر میں نہ پڑیں۔ بلکہ مطلق دعائیں کریں جن میں ان کی اور ان کے اعزاو اقارب کی دینی و دنیوی بھلائی ہو۔

حجاج کے لیے کسی معتبر و مستند کتاب سے دیکھ کر دعائیں پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں اور معتبر و مستند وہی کتاب ہو سکتی ہے جس میں کتاب و سنت (قرآن و حدیث) کی دُعائیں ہوں۔ حجاج کی آسانی کے لیے دین و دُنیا کی بھلائی پر مشتمل کچھ دُعائیں ہم یہاں نقل کر رہے ہیں جنھیں آپ نہ صرف یہ کہ میدانِ عرفات میں مانگ سکتے ہیں بلکہ دورانِ طواف و سعی، دورانِ قیامِ منیٰ و مزدلفہ حتیٰ کہ اپنے گھروں، دکانوں، دفتروں اور مسجدوں میں ہر جگہ مانگ سکتے ہیں:

۲۴۳؎ یہ دُعا متعدد احادیث میں آئی ہے انفرادی طور پر تو ان میں سے کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے مگر سب احادیث کے ملا لینے سے یہ دُعا صحیح ثابت ہے اور وہ احادیث یہ ہیں۔ (۱) حدیث عبداللہ بن عمرو: ان کی حدیث کو احمد (۲/۲۱۰) ترمذی (۳۵۸۵) اور فاکہی نے "أخبار مكة" (۵/۲۴، ۲۵) میں روایت کیا ہے اس کی سند محمد بن ابی حمید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا لقب حماد ہے۔ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [۲] عبداللہ بن عمر کی حدیث: اسے عقیلی (۳/۲۶۳) اور طبرانی نے "الدعاء" (۸۷۵) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند فرج بن نضالہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [۳] حدیث علیؓ: اسے ابن ابی شیبہ (۸۴/۶۔ دار التاج) بیہقی (۱۱۷/۵) اور ابن عبدالعزیز نے "التمہید" (۴۰/۶) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف اور منقطع ہے اس ضعف اور انقطاع کی صراحت بیہقی نے کی ہے۔ طبرانی نے "الدعاء" (۸۷۴) میں اس کو علیؓ سے ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے مگر یہ بھی قیس بن ربیع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ ابن عبدالبر کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ اس حدیث کی تیسری سند بھی ہے کیونکہ وہ "تمہید" میں حدیث علی اور حدیث عبداللہ بن عمرو کی طرف اشارہ کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ جو حدیث علی ہے اس کا دارومدار دینار ابوعمرو پر ہے اور یہ "قابل حجت نہیں۔ (۳۹/۶)

اس کی مذکورہ دونوں سندوں میں دینار ابوعمرو نہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ اس حدیث کی تیسری سند ہے اور یہ دینار، دینار بن عمر الاسدی ہے۔ ابن حجر نے "تقریب" میں اس کو "صالح الحدیث" کہا ہے لہٰذا یہ سند حسن درجہ کی ہے بشرطیکہ اس میں کوئی اور علت نہ ہو۔

(۴) طلحۃ بن عبیداللہ بن کریز اور ابن ابی حسین کی مرسل روایتیں [۱] طلحۃ بن عبیداللہ کی مرسل روایت کو مالک نے "موطا" "کتاب القرآن" (۲۱۴/۱) باب "ماجاء فی الدعاء" اور "کتاب الحج" (۴۲۲/۱، ۴۲۳) باب "جامع الحج" میں روایت کیا ہے۔ اور مالک کے طریق سے اس کو عبدالرزاق (۸۱۲۵) فاکہی نے "أخبار مکۃ" (۲۵/۵) میں بیہقی (۲۸۴/۴، ۱۱۷/۵) اور بغوی (۱۹۲۹) نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تنبیہ: ایک ضعیف راوی عبدالرحمٰن بن یحییٰ نے امام مالک سے اس دُعا کو ایک دوسری سند سے ابوھریرہؓ سے موصول روایت کیا ہے اس سند سے اسے ابن عدی ۱۶۰۰/۴ اور بیہقی نے "شعب الایمان" (۱۴/۸، ۱۵) میں تخریج کیا ہے مگر یہ موصول روایت صحیح نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ مالک سے منکر ہے یہ "موطا" میں مرسلاً مروی ہے اور بیہقی نے "شعب الایمان" میں کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے غلطی ہوئی ہے مالک نے جو اسے "موطا" میں مرسل روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور "سنن" میں مرسل روایت کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ "دوسری سند سے یہ مالک سے موصلاً بھی مروی ہے مگر اس کا موصول ہونا ضعیف ہے۔"

(۲) ۔ ابن ابی حسین کی مرسل کو ابن ابی شیبۃ (۸۴/۶) اور ابن عبدالبر (۴/۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

مذکورہ دعا اپنے ان شواهد کی بناء پر صحیح ہے اسی طرح "مصنف ابن ابی شیبۃ" بن عمرؓ سے اس دعا کا عرفہ کے دن پڑھنا مروی ہے اس کی سند میں ایک راوی ابوشعبۃ ہے اگر یہ ثقہ ہے تو اس اثر کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دُعائیں اور اذکار

قرآن کریم سے:

(۱) رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً، إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ (آل عمران ۳۸)

اے میرے پروردگار! مجھے اپنی قدرت سے نیک اولاد عطا فرما، تو ہی دُعا سننے والا ہے۔

(۲) رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِأَخِيْ وَأَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۝ (الاعراف ۱۵۱)

اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما، تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

(۳) رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝

(طٰہٰ: ۲۵، ۲۸)

اے میرے پروردگار! میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں۔

(۴) رَبِّ أَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ۝

(الاسراء یا بنی اسرائیل: ۸۰)

اے میرے پروردگار! مجھے جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵) رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ، رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ٥ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ٥ (ابراھیم ۴۰، ۴۱)

اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا۔ اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ ہوں) اے ہمارے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو اس دن بخش دیجیو جب کہ حساب قائم ہوگا۔

(۶) رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ ۱۱۴)

اے میرے پروردگار! مجھے مزید علم عطا فرما۔

(۷) رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ٥

(الانبیاء: ۸۹)

اے میرے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور بہترین وارث تو ہی ہے۔

(۸) لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ٥

(الانبیاء: ۸۷)

تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تیری ذاتِ پاک ہے، بے شک میں قصور کرنے والوں میں سے ہوں۔

(۹) رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ٥

(المومنون: ۲۹)

اے میرے پروردگار! مجھ کو برکت والی جگہ اتار اور تو بہترین جگہ دینے والا ہے۔

(۱۰) رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ٥ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ ٥ (المومنون: ۹۷، ۹۸)

اے میرے پروردگار! میں شیطان کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے رب میں تو اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱) رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ (المومنون: ۱۱۸)

اے میرے پروردگار! درگزر فرما اور رحم کر تو سب رحم کرنے والوں سے اچھا رحم کرنے والا ہے۔

(۱۲) رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ۝ (الشعرآء: ۸۳۔۸۵)

اے میرے پروردگار! مجھے حکم عطا فرما۔ اور مجھے صالحین کے ساتھ ملادے اور بعد کے آنے والوں میں مجھ کو سچی ناموری عطا کر۔ اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں شامل فرما۔

(۱۳) رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (النمل: ۱۹)

اے میرے پروردگار! مجھے قابو میں رکھ کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کئے ہیں اور ایسا عملِ صالح کروں جو تجھے پسند آئے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے نیک بندوں (صالحین) میں داخل فرما۔

(۱۴) رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ۔ (القصص: ۱۶)

اے میرے پروردگار! میں نے اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا۔ میری مغفرت فرما دے۔

(۱۵) رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝ (القصص: ۲۴)

اے میرے پروردگار! جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے۔ میں اس کا محتاج ہوں۔

(۱۶) رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۰۰)

اے میرے پروردگار! مجھے بیٹا عطا فرما جو صالحین (نیکوکاروں) میں سے ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۷) رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

[الاحقاف : ۱۵]

اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکرادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیں اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سکھ دے۔ میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور تابع فرمان (مسلم) بندوں میں سے ہوں۔

(۱۸) رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ [نوح : ۲۸]

اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور ظالموں کے لیے ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر۔

(۱۹) رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ [البقرہ : ۲۰۱]

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر، اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

(۲۰) رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝ [البقرہ : ۲۵۰]

اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر، ہمارے قدم جمادے اور کافر قوم پر ہمیں فتح دنصرت عطا کر۔

(۲۱) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ
وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا، وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ [البقرۃ ۲۸۶]

اے ہمارے رب! ہم سے بھول چوک ہیں جو قصور ہو جائیں ان پر گرفت نہ کر اور اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے ہمارے رب! جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، وہ ہم پر نہ ڈال، ہمیں معاف فرما، ہم سے در گزر کر، ہم پر رحم کر، تو ہمارا مولا ہے، کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

[۲۲] رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا
مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً، اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

اے ہمارے رب! جب تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو، ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاضِ حقیقی ہے۔ [آل عمران : ۸]

[۲۳] رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا۔ [آل عمران : ۱۶]

[۲۴] رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا
مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ [آل عمران : ۵۳]

اے ہمارے رب! جو فرمان تو نے نازل کیا ہے ہم نے اسے مان لیا اور رسول کی پیروی قبول کی ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ دے۔

[۲۵] رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۝
[آل عمران : ۱۴۷]

اے ہمارے رب! ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما، ہمارے کام میں تیری حدود سے جو کچھ تجاوز ہوا ہے اُسے معاف کر دے، ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔

(۲۶) رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا، سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ [آل عمران : ۱۹۱]

اے ہمارے رب! یہ سب کچھ (سارا جہاں) تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے، پس اے رب ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔

(۲۷) رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ [آل عمران ۱۹۳]

اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دے جو برائیاں ہم سے ہوئیں انھیں مٹا دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر

(۲۸) رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ (آل عمران ۱۹۴)

اے ہمارے رب! جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ کئے ہیں ان کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں۔

(۲۹) رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ، وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (المائدہ ۸۳، ۸۴)

اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکھ لے، اور آخر کیوں نہ ہم اللہ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اُسے کیوں نہ مان لیں جب کہ ہم اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے۔

(۳۰) رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا، وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥ (الاعراف: ۲۳)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

(۳۱) رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ٥

(الاعراف: ۱۲۶)

اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دُنیا سے اُٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرمانبردار ہوں۔

(۳۲) عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا، رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥

(یونس: ۸۵، ۸۶)

ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہم کو کافروں سے نجات دے۔

(۳۳) رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ٥ (الکھف: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہمیں اپنی رحمتِ خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ دُرست کر دے۔

(۳۴) رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ٥

اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔ (المومنون: ۱۰۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۵) رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ، إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًاo (الفرقان: ۶۵)

اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب سے ہمیں بچالے اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے۔

(۳۶) رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًاo (الفرقان: ۷۴)

اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام (سب سے بڑا متقی) بنا۔

(۳۷) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌo (الحشر: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

(۳۸) رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُo رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا، إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُo (الممتحنة: ۴، ۵)

اے ہمارے رب! تیرے ہی اوپر ہم نے بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم نے رجوع کر لیا اور تیرے ہی حضور ہمیں پلٹنا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے فتنہ نہ بنا دے اور اے ہمارے رب! ہمارے قصوروں سے درگزر فرما، بیشک تو ہی زبردست اور دانا ہے۔

(۳۹) اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌo

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے اللہ! ملک کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے! جسے چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے، بھلائی تیرے اختیار میں ہے، بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ [آل عمران: ۲۶]

(۴۰) حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ [آل عمران: ۱۷۳]

ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

یہ تو قرآنی دعائیں ہیں جنھیں انبیاء کرام اور صالحین نے مانگا اور ان کے ہر وقت کے لیے مفید اور صحیح ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔

حدیث شریف سے

یہاں ہم حدیث شریف سے بھی صحیح و حسن سند والی کچھ دعائیں ذکر کر رہے ہیں جو کہ عمومی ہیں اور طواف وسعی میدانِ عرفات اور ہر جگہ مانگی جا سکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۴۱) اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ۔ ۲۴۴

[صحیح ابن حبان، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی]

اے اللہ! کوئی چیز آسان نہیں، سوائے اس کے جسے تو آسان کر دے اور جب تو چاہتا ہے تو ہی دشوار کو آسان کرتا ہے۔

(۴۲) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔ ۲۴۵ (بخاری و مسلم)

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، بے بسی کاہلی، بزدلی، اور شدید بڑھاپے سے! اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں، عذاب قبر سے، اور میں تیری پناہ

۲۴۴: اس دعا کی سند صحیح ہے ابن حبان نے بھی اس کو صحیح کہا ہے

۲۴۵: بخاری (۲۸۲۳، ۶۳۶۷) "الجہاد والدعوات" مسلم (۲۹/۱۷) "الذکر"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۲۴۷: مسلم (۵۴/۱۷) "الرقاق" ابوداؤد (۱۵۴۵) "الصلاۃ" "باب الاستعاذۃ"

۲۴۸: اس کو احمد اور حاکم کے علاوہ عبداللہ بن احمد نے "زوائد المسند" میں اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی مفصل تخریج ہم نے حضرت العلام مولانا عطاء اللہ صاحب حنیفؒ کے معروف رسالہ "پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری دعائیں" میں کی ہے۔ ملاحظہ ہو ۱۴۱

اور یہ تقریباً حسن درجہ کی حدیث ہے حافظ ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

۲۴۷: مسلم (۱۷/۵۴) "الرقاق" ابوداؤد (۱۵۴۵) "الصلاۃ" "باب الاستعاذۃ"

۲۴۸: اس کو احمد اور حاکم کے علاوہ عبداللہ بن احمد نے "زوائد المسند" میں اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی مفصل تخریج ہم نے حضرت العلام مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف رحمہ اللہ کے معروف رسالہ "پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری دعائیں" میں کی ہے۔ ملاحظہ ہو ۱۴۱

اور یہ تقریباً حسن درجہ کی حدیث ہے حافظ ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴۶) اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ مَعَاصِیْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَ مِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَیْنَا مُصِیْبَاتِ الدُّنْیَا وَ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَ اَبْصَارِنَا وَ قُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا۔ [۲۴۹]

اے اللہ! ہمیں اس قدر اپنا خوف و تقویٰ عطا کر کہ جو ہمارے اور تیری نافرمانیوں کے مابین حائل ہو جائے۔ اور ہمیں اس قدر اپنی اطاعت نصیب فرما کہ جو ہمیں جنّت تک پہنچا دے۔ اور ہمیں اتنی دولتِ یقین سے نواز کہ اس دنیا کے مصائب ہمارے لیے آسان ہو جائیں۔ اور ہمیں ہماری قوتِ سماعت و شنوائی، قوتِ بینائی اور قوتِ جسمانی سے اس وقت تک بہرہ ور رکھ جب تک کہ تو ہمیں زندہ رکھے۔ اور اس (بہرہ مندی) کو ہماری وارث بنا دے اور جس نے ہم پر ظلم کیا اس سے انتقام لے۔ جو ہم پر زیادتی کرے اس کے خلاف ہماری مدد فرما اور جو ہم سے دشمنی رکھے اُس کے خلاف بھی ہماری مدد فرما اور کسی مصیبت کو ہمارے دین پر مؤثر و نقصان دہ نہ بنا اور اس دنیا کو ہماری سوچ و فکر اور علم و عقل کا محور و مرکز نہ بنا دے۔ اور ہم پر کسی ایسے شخص کو مسلّط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔ (ترمذی، مستدرک حاکم)

۲۴۹: ترمذی ۳۵۰۲ "الدعوات" مستدرک ۵۲۸/۹ اسکو ترمذی نے حسن کہا ہے حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴۷) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔ [250] [بخاری ومسلم]

عظیم و حلیم اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ عرشِ عظیم کے رب کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں آسمانوں، زمین اور عرشِ کریم کے رب کے سوا کوئی کوئی معبودِ برحق نہیں۔

(۴۸) يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ۔ [251] [ترمذی]

اے ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والے! میں تیری رحمت کے ساتھ مدد طلب کرتا ہوں۔

(۴۹) اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ [252] [ابوداؤد]

اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، مجھے لحہ بھر کے لیے بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا، میرے تمام حالات کی اصلاح فرما، تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔

(۵۰) اَللّٰهُ، اَللّٰهُ رَبِّيْ، لَا أُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا [253] [ابوداؤد]

اللہ ہی اللہ میرا پروردگار ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

---

[250]: بخاری (۶۳۴۵، ۶۳۴۶) مسلم (۱۷/ ۴۷ ـ ۴۸)

[251]: ترمذی (۳۵۲۴) ترمذی کی سند ضعیف ہے مگر اس کے بعض شواہد ہیں جن کی بنا پر یہ حدیث صحیح ہے۔

[252]: ابوداؤد (۵۰۹۰) "الأدب باب "ما يقول إذا أصبح" یہ حسن درجہ کی حدیث ہے۔

[253]: ابوداؤد (۱۵۲۵) باب فی "الاستغفار" عن أسماء بنت عمیس شیخ شعیب نے اس کی سند کو حسن کہا ہے "تحقیق صحیح ابن حبان" (۳/ ۱۴۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵۱) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ، مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُکَ، اَسْئَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ اَوِاسْتَاْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَ نُوْرَ صَدْرِیْ وَ جِلَاءَ حُزْنِیْ وَذِھَابَ ھَمِّیْ۔ ۲۵۴

(صحیح ابن حبان، مسند احمد)

اے اللہ! میں تیرا بندہ، تیرے ایک بندے اور ایک بندی کا بیٹا ہوں مگر تیرے قابو میں ہوں۔ مجھ پر تیرا حکم ملتا ہے مجھ پر تیرا ہر فیصلہ مبنی بر عدل ہے میں تیرے تمام اسماء حسنیٰ، جو تو نے اپنے لیے اختیار کئے، اپنی کتاب میں نازل فرمائے، اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلائے یا جنھیں تو نے اپنے علم غیب میں ترجیح دے رکھی ہے۔ ان تمام اسماء کے ساتھ میں سوال کرتا ہوں کہ قرآن کریم کو میرے دل کا سرور اور سینے کا نور بنا دے اور اُسے میرے غم کا توڑ کرنے اور پریشانیاں دُور کرنے کا ذریعہ بنا دے۔

(۵۲) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔ ۲۵۵ (صحیح مسلم)

بیشک ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے مصیبت سے بچا اور میرے لیے اس سے بہتر چیز مقدر کرنا۔

۲۵۴: یہ حدیث صحیح ابن حبان اور مسند احمد کے علاوہ مسند ابو یعلی وغیرہ میں بھی ہے۔ شیخ البانی نے "الاحادیث الصحیحۃ" میں اس کو صحیح کہا ہے۔

۲۵۵ مسلم (۶/۲۲۰) "الجنائز" باب "ما یقال عند المصیبۃ"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵۴) اَللّٰهُمَّ! اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔[۲۵۶] (ترمذی)

اے اللہ! مجھے حرام سے بچا کر حلال کے ساتھ کفایت عطا کر اور اپنے فضل و کرم کے ساتھ مجھے تو اپنی ذات کے سوا ہر کسی سے غنی کر دے۔

۲۵۶: ترمذی (۳۵۶۳) اسے احمد نے "فضائل الصحابۃ" (۱۱۴۲، ۱۲۰۸) میں طبرانی نے "الدعاء" (۱۰۴۲) میں اور حاکم (۵۳۸/۱) نے بھی علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ حسن درجہ کی حدیث ہے ترمذی نے بھی اسے حسن کہا ہے حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ہے اور یہ دو ہیں ایک واسطی اور دوسرا قرشی واسطی ضعیف ہے مگر قرشی صدوق ہے جیسا کہ "تقریب" میں ہے اور اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحٰق قرشی ہے جیسا کہ حاکم اور اسی طرح احمد کی ایک روایت میں صراحت ہے۔ اور اس نے اس حدیث کو سیار ابوالحکم سے روایت کیا ہے۔ دعاء طبرانی کے محقق ڈاکٹر محمد سعید نے اس حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق واسطی ہے قرشی نہیں کیونکہ قرشی سیار ابوالحکم سے روایت ہی نہیں کرتا۔ اسی طرح حاکم کی تصحیح اور ذہبی کی موافقت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شاید ان کو اشتباہ ہو گیا ہے کہ انھوں نے واسطی کو قرشی سمجھ لیا ہے۔ قلت: قرشی کی صراحت اگر صرف حاکم ہی کے ہاں ہوتی تو ہم کسی حد تک ڈاکٹر صاحب کی بات کو تسلیم کر لیتے اور کہہ دیتے کہ ممکن ہے حاکم کے ہاں عبدالرحمٰن کے قرشی ہونے کی صراحت ان کے اوہام میں سے ہو مگر یہ صراحت تو احمد کی ایک روایت میں بھی ہے جیسا کہ ابھی ذکر ہوا۔

رہا ڈاکٹر صاحب کا یہ دعویٰ کہ قرشی، سیار ابوالحکم سے روایت نہیں کرتا تو یہ دعویٰ مردود ہے کیونکہ قرشی کی بھی سیار ابوالحکم سے روایت ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے "الجرح والتعدیل" (۲۱۲/۵) میں ذکر کیا ہے۔ غالباً ڈاکٹر صاحب نے یہ دعویٰ صرف "تہذیب التہذیب" ہی دیکھ کر کر ڈالا ہے راقم نے ڈاکٹر صاحب پر یہ رد "پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں" کی مفصل تخریج میں بھی کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵۴) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَ عَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَ عَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَاعْظِمْ لِیْ نُوْرًا۔[۲۵۷]

[بخاری ومسلم، نسائی، مسند احمد]

اے اللہ! میرے دل میں، میری زبان میں، میری آنکھوں کی بصارت میں اور میرے کانوں کی سماعت وشنوائی میں نور بھر دے۔ میرے دائیں، بائیں، اوپر، نیچے، آگے اور پیچھے نور بکھیر دے۔ اور میرے لیے میرے نفس میں نور پیدا فرما دے۔ اور میرے لیے نور کا خطِ وافر مقدر فرما دے۔

(۵۵) اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَائِمًا، وَاحْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَاعِدًا، وَاحْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ رَاقِدًا وَلَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوًّا وَلَا حَاسِدًا، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ كُلِّ خَیْرٍ خَزَائِنُهٗ بِیَدِكَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ خَزَائِنُهٗ بِیَدِكَ۔[۲۵۸] [مستدرک حاکم]

اے اللہ! مجھے کھڑے، بیٹھے، سوئے ہر حالت میں اسلام پہ قائم رکھتے ہوئے میری حفاظت فرما۔ دشمنوں اور حسد کرنے والوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ہر بھلائی کا طلبگار ہوں کہ جسکے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور میں ہر برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ اس کے خزانے بھی تیرے ہاتھ میں ہیں۔

۲۵۷: بخاری (۶۳۱۶) "الدعوات" مسلم (۶/۴۵، ۴۹، ۵۱) "صلاۃ المسافرین" ابوداؤد (۱۳۵۳) اور نسائی (۲/۲۱۸) وغیرہ ملاحظہ ہو تخریج صلوٰۃ الرسول" (ص ۶۹۳)

۲۵۸: مستدرک (۱/۵۲۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵۶) اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَآمِنْ رَوْعَتِیْ وَاقْضِ عَنِّیْ دَیْنِیْ۔ [259] [طبرانی کبیر و مسند احمد نحوہ]

اے اللہ! میرے پردے رکھنا اور خوف و خطر سے مجھے محفوظ رکھنا اور مجھ پر جو قرضے ہیں انھیں ادا کروانے کی تدبیر کرنا۔

(۵۷) اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیْ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ، وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیْ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَۃً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ۔ [260] [صحیح مسلم]

اے اللہ! میرے لیے میرے دین کی اصلاح فرما میرے تمام امور کی حفاظت و عصمت کا ذریعہ ہے۔ اور میری دُنیا کی اصلاح فرما جس میں میرا روزگار ہے اور میری آخرت کی اصلاح فرما جو کہ میرا آخری ٹھکانا ہے۔ اور ہر بھلائی کے لیے میری عمر دراز کر دے اور ہر بُرائی سے بچانے کے لیے موت کو میرے لیے باعثِ راحت بنا دے۔

(۵۸) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔ [261]

اے اللہ! میرے گناہوں کی مغفرت فرما۔ میرے گھر بار میں کشائش کر دے اور میری روزی میں برکت نازل فرما۔

[ترمذی شریف]

۲۵۹: انظر مشکوٰۃ بیج بتحقیق الالبانی ۲۴۵۵ وصحیح الجامع الصغیر ۲۸۵ (مؤلف) ۲۶۰: مسلم (۸۷/۱۷)

۲۶۱: ترمذی اور اسی طرح المعجم الصغیر للطبرانی میں یہ دعاء ابوھریرہؓ سے مروی ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵۹) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِیْ وَاَنْتَ تَوَفَّاھَا، لَکَ مَمَاتُھَا وَمَحْیَاھَا، اِنْ اَحْیَیْتَھَا فَاحْفَظْھَا وَاِنْ اَمَتَّھَا فَاغْفِرْ لَھَا، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ ۲۶۲

(صحیح مسلم)

اے اللہ! میرے نفس کو تو نے ہی پیدا فرمایا ہے اور تو ہی اسے فوت کرے گا۔ اس کا مارنا اور جلانا تیرے ہاتھ میں ہے۔ اگر تو اسے زندہ رکھے تو اس کی حفاظت فرما اور اگر تو اسے مار دے تو اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! میں تجھ سے عافیت کا طلبگار ہوں۔

(۶۰) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطْئِیْ وَعَمَدِیْ وَھَزْلِیْ وَجِدِّیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ۲۶۳

(بخاری ومسلم)

اے اللہ! میری خطا و نادانی، حدود سے تجاوز سب کی مغفرت فرما۔ جنھیں تو مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! میری خطاء دیان بوجھ کر کیئے گئے گناہ، غیر ارادی طور پر اور ارادۃً کئے ہوئے گناہ معاف فرما کہ یہ سب میرے نامۂ اعمال میں ہیں۔ اے اللہ! مجھے میرے اگلے، پچھلے، پوشیدہ اور علانیہ سب گناہ معاف فرما دے۔ تو ہی ازل سے ہے اور ابد تک ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا۔

---

۲۶۲ : مسلم (۱۷/۳۵)

۲۶۳ : بخاری (۶۳۹۸) مسلم (۱۷/۴۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶۱) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعِفَّةَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دُنْیَایَ وَدِیْنِیْ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ، اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَآمِنْ رَوْعَتِیْ وَاحْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ ۲۶۴ (مسند بزّار)

اے اللہ! میں اپنے دین و دنیوی اور اہل و مال کے تمام معاملات میں عفت و عافیت کا طلبگار ہوں۔ اے اللہ! میرے پردے رکھنا اور میری میرے سامنے پیچھے، دائیں، بائیں اور اوپر سے حفاظت فرمانا اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ کہیں زمین میں نہ دھنسا دیا جاؤں۔

(۶۲) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعِفَافَ وَالْغِنٰی۔ ۲۶۵ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ عفت اور دولت مندی و غنا کا سوال کرتا ہوں۔

(۶۳) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ، عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ، مَاعَلِمْتُ مِنْهُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ بِهٖ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهٖ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ اَللّٰهُمَّ

۲۶۴: ابوداؤد (۲/۵۰) باسناد صحیح من ابن عمر والبزار (۳۱۹۶) من ابن عباس۔

۲۶۵: مسلم (۱۷/۴۰، ۴۱) ترمذی (۳۴۸۹) ابن ماجہ (۳۸۳۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَسْئَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا۔ ۲۶۶

[ابن ماجہ، مسند احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم]

اے اللہ! میں تجھ سے ہر بھلائی کا سوال کرتا ہوں وہ جلد ہو یا بدیر اور اسے میں جانتا ہوں یا نہیں جانتا ہوں، اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر بُرائی سے جو جلد ہو یا بدیر اور میں اُسے جانتا ہوں یا نہیں بھی جانتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بھلائی کا جو تیرے بندے اور تیرے نبی نے تجھ سے طلب کی اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اُس بُرائی سے جس سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے پناہ طلب کی۔ اے اللہ! میں تجھ سے جنّت کا سوال کرتا ہوں اور ہر اس قول و عمل کی توفیق کا جو مجھے اس کے قریب کرے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں نارِ جہنم سے اور ہر اس قول و عمل سے جو مجھے اس کے قریب لے جائے۔ اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو ہر اس فیصلے کو جو میرے بارے میں کر چکا ہے اُسے میرے لیے بھلائی والا بنا دے۔

(۶۴): اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَيِّئِ الْأَسْقَامِ۔ ۲۶۷

[ابوداؤد، نسائی، مسند احمد]

اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں برص جنون و دیوانگی اور کوڑھ کی بیماریوں اور دوسرے لاعلاج امراض سے۔

۲۶۶: ابن ماجہ ۳۸۴۶ باسناد صحیح، ابن حبان ۲۴۱۳ و کذا الحاکم ۵۲۲/۱ و وافقہ الذہبی۔

۲۶۷: مذکورین کے علاوہ اسکو طیالسی اور ابن عدی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶۵) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَالْهَدْمِ وَالْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغًا۔ ۲۶۸

(نسائی، مستدرک حاکم)

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ کسی اونچائی سے گر کر، کسی چیز کے نیچے دب کر، ڈوب کر یا جل کر مروں، اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ موت کے وقت شیطان مجھے اچک لے (مبتلائے فتنہ کردے) اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تیری راہ میں اُلٹے پاؤں بھاگنے والے کی موت مروں اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ کسی زہریلے جانور یا کیڑے کے کاٹنے سے مروں۔

(۶۶) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰی وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ عَنِّیْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَایَا كَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ ۲۶۹ (بخاری ومسلم، ترمذی ونسائی، ابن ماجہ)

۲۶۸: ابوداود (۱۵۵۲، ۱۵۵۳) نسائی (۸/ ۲۸۲۔ ۲۸۳) حاکم (۱/ ۵۳۱) اس کی سند حسن درجہ کی ہے حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے انکی موافقت کی ہے۔

۲۶۹: بخاری (۶۳۶۸) مسلم (۱۷/ ۲۸۔ ۲۹) ترمذی (۳۴۹۵) نسائی (۸/ ۲۶۲، ۲۶۳) ابن ماجہ (۳۸۳۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں کاہلی، شدید بڑھاپے، گناہ، قرض، قبر کے فتنے، قبر کے عذاب، آگ کے فتنے اور آگ کے عذاب سے، اور مالداری کے فتنہ اور غربت کے امتحان سے، اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں، کانے دجال کے فتنے سے۔ اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں کے ساتھ اس طرح دھو دے جس طرح سفید کپڑے سے میل کچیل دھو دی جاتی ہے اور میرے اور میرے گناہوں کے مابین اتنی دوری کر دے جتنی کہ مشرق و مغرب کے مابین

(۶۷) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ۔[۲۷۰] (صحیح بخاری، نسائی)

اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور نارِ جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور میں موت و حیات کے فتنے اور کانے دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(۶۸) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَ عَمَلٍ لَا يُرْفَعُ، وَ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ۔[۲۷۱]

(مسند احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم)

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو۔ ایسے عمل سے جو مقبول نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے۔

۲۷۰: بخاری (۱۳۷/۷) "الجنائز" مسلم (۸۸،۸۷/۵) "الصلاۃ" اور نسائی (۲۷۵/۸) "الاستعاذۃ"۔ ۲۷۱: یہ دعا صحیح ہے یہ متعدد صحابہ سے بعض الفاظ کے تغیر و تبدل اور بعض الفاظ کے اضافے سے مروی ہے دیکھیں دعا ۲۷۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶۹): اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَ غَلَبَۃِ الْعَدُوِّ وَ شَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ۔ ۲۷۲

(نسائی۔ مستدرک حاکم)

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قرض اور دشمنوں کے غلبے اور ان کے خوش ہونے کے مواقع سے۔

(۷۰) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ یَوْمِ السُّوْءِ، وَمِنْ لَیْلَۃِ السُّوْءِ، وَمِنْ سَاعَۃِ السُّوْءِ وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ، وَمِنْ جَادِ السُّوْءِ فِیْ دَارِالْمُقَامَۃِ۔ ۲۷۳

(طبرانی کبیر)

اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں، برے دن، بری رات، بری گھڑی برے ساتھی اور قیام گاہ کے برے پڑوسی سے۔

(۷۱) اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ۔ ۲۷۴

(مسند احمد)

اے اللہ! جس طرح تو نے میری شکل حسین بنائی ہے ایسے ہی میرے اخلاق کو عمدہ و اچھا کر دے۔

(۷۲) اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْکَ اَنَبْتُ وَ بِکَ خَاصَمْتُ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْ تُضِلَّنِیْ وَاَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ۔ ۲۷۵

(مسلم و مسند احمد)

www.KitaboSunnat.com

۲۷۲: نسائی (۸/ ۲۶۵، ۲۶۸) مستدرک (۱/ ۵۳۱) اس کو امام حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ۲۷۳: انظر صحیح الجامع الصغیر للالبانی۔ ۱۳۱۰ و سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۱۴۴۳ (مولف)

۲۷۴: احمد (۶/ ۶۸، ۱۵۵) باسناد صحیح ۲۷۵: مسلم (۱۷/ ۳۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے اللہ! میں تیرا تابع فرمان [مسلم] ہوا اور میں تجھی پر ایمان لایا تجھی پر توکّل و بھروسہ کیا اور تیری طرف ہی رجوع کیا اور تیری ہی پُشت پناہی سے میں لڑتا ہوں، اے اللہ! میں تیری عزّت کی پناہ چاہتا ہوں تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ اور میں اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے گمراہ کردے۔ تو زندہ و جاوداں ہے جسے موت نہیں جب کہ تمام جن و انس تو ایک نہ ایک دن مر جائیں گے۔

(۷۳) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِیْ وَمِنْ شَرِّ لِسَانِیْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِیْ وَمِنْ شَرِّ مَنِیِّیْ۔ [۲۷۶] (ابو داوٗد، ترمذی، نسائی، مستدرک حاکم)

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اپنی قوتِ سماعت و شنوائی کی بُرائی سے اپنی قوتِ بینائی، اپنی زبان، اپنے دل اور مادۂ منویّہ کی بُرائی سے۔

(۷۴) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَاءِ وَالْاَدْوَاءِ۔ [۲۷۷]

(ترمذی، مستدرک حاکم، طبرانی کبیر)

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، بداخلاقی، بدعملی، حرص و ہوی اور بیماریوں سے۔

---

[۲۷۶] ابوداوٗد (۱۵۵۱) ترمذی (۳۴۹۲) نسائی (۸/۲۵۹) مستدرک حاکم (۱/۵۳۳) اس کو ترمذی نے حسن، حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ [۲۷۷] اس دُعا کو ترمذی (۳۵۹۱) "الدعوات" باب "دعا" ام سلمۃ ابن حبان (۲۴۲۲) طبرانی نے "الدعا" (۱۳۸۴) میں حاکم (۱/۵۳۲) اور بزار (۳۲۰۹۔ مختصراً) نے روایت کیا ہے امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[۷۵] اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا یُسْمَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ، اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعِ۔ ۲۷۸

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم)

اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں، ایسے دل سے جس میں خشیت وڈر نہ ہو، ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو، ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو، اِن چاروں سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔

[۷۶] اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ، اَعُوْذُ بِکَ مِنْ حَرِّ النَّارِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ۲۷۹

(نسائی)

اے حضرت جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، آگ کی تپش اور قبر کے عذاب سے۔

۲۷۸: ابوداؤد (۱۵۴۸) ترمذی (۳۴۸۲) نسائی (۸/ ۲۵۵، ۲۶۳، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۸۴، ۲۸۵) ابن ماجہ (۳۸۳۷) حاکم (۱/ ۱۰۴) یہ دُعا ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مستدرک میں ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی اور اسی طرح نسائی میں بھی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور نسائی و مستدرک میں انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

اِسی طرح مسلم (۱۷/ ۴۱) میں یہ دُعا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اور ان کی حدیث میں اس سے پہلے دیگر کلمات کا بھی اضافہ ہے۔

۲۷۹: یہ دُعاء عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے اور اس کو نسائی نے "السنن" اور "عمل الیوم واللیلۃ" میں اور اسی طرح احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ دُعاء صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷۸) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ، فَاِنَّہٗ لَا یَمْلِکُھَا اِلَّا اَنْتَ۔ ۲۸۰ (طبرانی، کبیر)

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل وکرم اور تیری رحمت کا طلبگار ہوں۔ اور ان سب کا مالک صرف تو ہی ہے۔

(۷۹) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ۲۸۱ (بخاری ومسلم)

اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس دُنیا میں اور آخرت میں، دونوں جہانوں میں حسنات و بھلائیاں عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

(۸۰) اَللّٰھُمَّ حَجَّۃٌ، لَا رِیَاءَ فِیْھَا وَلَا سُمْعَۃَ۔ ۲۸۲ (ابن ماجہ)

اے اللہ! میں (صرف تیری رضا کے لیے) حج کرنے آیا ہوں نمود و نمائش سے مجھے کوئی مطلب نہیں۔

۲۸۰: انظر سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی: ۱۵۴۳ (مؤلف)

۲۸۱: یہ دُعا بخاری اور مسلم وغیرہ میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۲۸۲: اس دُعا کو ابن ابی شیبۃ (۴۴۲/۳۔ دار التاج) اور ابن ماجہ (۲۸۹۰) نے "المناسک" "باب الحج علی الرحل" میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں یزید بن ابان اور ربیع بن صبیح دونوں ضعیف ہیں جیسا کہ بوصیری نے "مصباح الزجاجۃ" (۱۰۱۹) میں کہا ہے۔

شیخ البانی نے اس دُعا کو "صحیح الجامع" (۱۲۱۳) میں صحیح کہا ہے غالباً انھوں نے اس کی تصحیح شواھد کی بناء پر کی ہوگی۔

بعد میں مجھے اس کے بعض شواھد مل گئے ان شواھد میں ابن عباس رض اور لبشر بن قدامۃ الضبابی رض کی حدیثیں ہیں۔

(۱) حدیث ابن عباس کو فاکھی نے "اخبار مکۃ" (۴۰۰/۱) میں اور طبرانی نے "الاوسط"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۴۰) میں روایت کیا ہے۔

اس کی سند میں اگر ابن جریج کا عنعنہ نہ ہو تو یہ حسن درجہ کی ہے۔ اس حدیث میں "اللھم" کے بعد "اجعلہا" اور "حجۃ" کے بعد "مبرورۃ" کے الفاظ بھی ہیں۔ اور "اخبار مکۃ" میں "مبرورۃ" کے بعد "متقبلۃ" کا لفظ بھی ہے۔

(۲) حدیث بشر بن قدامۃ کو ابن خزیمۃ (۲۸۳۶) بیہقی (۴/۳۳۲-۳۳۳) اور ذہبی نے "میزان الاعتدال" (۲/۱۳۰-۱۳۱) میں روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں دو راوی مجہول ہیں۔ اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں: "اللھم اجعلہ حجا غیر ریاء ولا ھباء ولا سمعۃ"۔

بعد میں میں نے "مختصر الشمائل" للالبانی دیکھی کیونکہ حدیث انس کو ترمذی نے بھی "الشمائل" میں روایت کیا ہے۔

"مختصر الشمائل" میں شیخ البانی ترمذی اور ابن ماجہ کی سند کو ضعیف کہنے کے بعد کہتے ہیں "لیکن ضیاء نے "المختارۃ" میں اس حدیث کو دوسرے طریق سے بھی انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حدیث ابن عباس سے اس کا ایک شاہد بھی ہے ان طرق اور اس شاہد کی تخریج "الصحیحۃ" (۲۶۱۷) میں ہے ملاحظہ ہو "مختصر الشمائل" حدیث (۲۸۸)۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث اپنے طرق اور شواھد کی بناء پر صحیح حدیث ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیلۃ الجمع یا مزدلفہ کی رات

میدانِ عرفات میں جب سورج غروب ہو جائے تو تلبیہ و تکبیریں کہتے ہوئے
نمازِ مغرب پڑھے بغیر ہی سکون و اطمینان کے ساتھ مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔
اس وقت افراتفری مچانا اور شور و غل کرنا منع ہے کیونکہ صحیح بخاری شریف میں
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ہی عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب لوگوں کی بھیڑ بھاڑ، چیخ چنگاڑ اور اونٹوں کو تیز تیز ہانکنے کی آوازیں
سُنیں تو فرمایا:

یا ایھا الناس! علیکم بالسکینۃ، فان البّر لیس بالا
یضاع۔ ۲۸۳

لوگو! آرام و سکون سے چلو کیونکہ یہاں دوڑنا کوئی نیکی کا کام نہیں۔
البتہ جب راستہ خالی و صاف مل جائے تو سواری کو تیز کر لینے میں کوئی حرج نہیں
کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان یسیر العَنَقَ، فاذا وجد فجوۃ، نصّ ۲۸۴

آپؐ درمیانی رفتار سے چلتے گئے، اور جب لوگوں کی بھیڑ سے
خالی کھلی جگہ آئی تو تیز ہو جاتے۔

۲۸۳: بخاری (۱/۱۶۷)

۲۸۴: بخاری (۱۶۶۶) مسلم (۹/۳۴)
اسی طرح اس حدیث کو مالک (۱/۳۹۲) ابوداؤد (۱۹۲۳) نسائی
(۵/۲۵۹) اور ابن ماجہ (۳۰۱۷) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن عبدالبرّ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں عرفات سے مزدلفہ جانے کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ بھیڑ میں سکون و وقار کے ساتھ چلا جائے اور بھیڑ سے خالی کھلی جگہ ہو تو تیز چلا جائے اور یہ تیزی اس لیے ہے کہ اس دن نمازِ مغرب بھی مزدلفہ میں جاکر نمازِ عشاء کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے۔ (بحوالہ بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی ۱۲/ ۱۳۵) اس طرح جب مزدلفہ پہنچ جائیں تو صحیح بخاری و مسلم میں مذکورا حادیث کے مطابق ایک آذان اور دو اقامتوں کے ساتھ قصر اور جمع تاخیر کرکے پہلے نمازِ مغرب اور پھر نماز عشاء پڑھیں۔ چنانچہ صحیح مسلم والی مشہور حدیثِ جابر میں ہے:

وَدَفَعَ حَتّٰی اَتَی الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلّٰی بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِاَذَانٍ وَاحِدٍ وَاِقَامَتَیْنِ وَلَمْ یُسَبِّحْ بَیْنَهُمَا شَیْئًا، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ۔ [۲۸۵]

آپ میدانِ عرفات سے مزدلفہ پہنچے اور وہاں آپ نے ایک آذان اور دو اقامتوں کے ساتھ نمازِ مغرب و عشاء پڑھیں اور ان کے مابین کوئی سنت و نفل نہیں پڑھے پھر آپ نمازِ فجر تک سو گئے۔

صحیح بخاری و مسلم، نسائی و ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی مزدلفہ میں جمع مغرب و عشاء کا ذکر ہے۔ [۲۸۶]

اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَمَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ، کُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِاِقَامَةٍ، وَلَمْ یُسَبِّحْ بَیْنَهُمَا، وَلَا عَلٰی اِثْرِ کُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا۔ [۲۸۷]

---

[۲۸۵] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو ۱۹۰، [۲۸۶] بخاری (۴/ ۱۶۷) مسلم (۹/ ۳۴) نسائی (۵/ ۲۶۰) ابن ماجہ (۲/ ۲۰۲) دارمی (۲/ ۵۸) بیہقی (۵/ ۱۲۰) [۲۸۷] بخاری (۳/ ۱۶۷) اسی طرح ابو داؤد (۱۹۲۸) نسائی (۵/ ۲۶۰) دارمی (۲/ ۵۸) اور بیہقی (۵/ ۱۲۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں نمازِ مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھیں اور ہر ایک کے لیے اقامت کہی اور ان کے مابین یا ان دونوں کے بعد آپؐ نے کچھ نہیں پڑھا۔

ان دونوں احادیث سے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع بین الصلاتین کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مزدلفہ میں آپؐ نے صرف فرض ادا کیے سنتیں یا نوافل کچھ نہیں پڑھا تھا نہ مغرب و عشاء کے مابین اور نہ عشاء کے بعد حتیٰ کہ طلوعِ فجر پہ آپؐ نے نمازِ فجر ادا فرمائی اور ان دونوں احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رات آپؐ نے "نمازِ تہجد" بھی ادا نہیں فرمائی تھی۔ لہٰذا فجر تک سو جانا ہی مسنون ہے۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ کی تحقیق یہی ہے کہ اس رات آپؐ نے شب زندہ داری نہیں کی (حجۃ النبی ص ۷۸) اور صحیح بخاری نسائی اور مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے آپؐ کے یہ نمازیں قصر کر کے پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

انّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم .... صلّی المغرب ثلاثًا والعشاء رکعتین [288] آپؐ نے مغرب کی تین اور عشاء کی دو رکعتیں (قصر) پڑھیں۔

بعض فقہی مذاہب کے علماء نے جو لکھا ہے کہ اس دن مغرب و عشاء کے لیے اقامت بھی صرف ایک ہی کہی جائے گی وہ بات غیر صحیح اور خلافِ سنّت ہے۔ اور بعض طرق میں ایک اقامت کا ذکر آیا ہے مگر کبار محدثین نے انھیں شاذ قرار دیا ہے۔ (حجۃ النبی ص ۸۵)

کنکریاں اکٹھی کرنا

بعض لوگ مزدلفہ پہنچتے ہی نمازیں ادا کرنے سے بھی پہلے کنکریاں اکٹھی کرنا شروع کر دیتے ہیں جو کہ خلافِ سنّت فعل ہے کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر پڑھنے اور پھر مشعر الحرام پر ذکر و دعا کے بعد منیٰ کو روانگی کے وقت کنکریاں لانے کا حکم فرمایا تھا۔ [289]

---

[289] مسلم ۹/۲۷، نسائی ۵/۲۵۸: ۲۶۷، ۲۶۹، بیہقی ۵/۱۲۶، ۱۲۷، اور احمد ۱/۲۱۰، ۲۱۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ مزدلفہ سے ہی کنکریاں چنی جائیں بلکہ منیٰ سے لینا بھی جائز ہے پہلے دن صرف جمرۂ عقبہ پر رمی کرنے کے لیے مزدلفہ سے صرف سات کنکریاں لے لیں اور پھر اگلے تین دنوں میں روزانہ اکیس اکیس کنکریاں منیٰ میں سے لے لیں اور رمی کر آئیں۔ بعض لوگ کنکریاں اکٹھی کر کے انھیں دھوتے ہیں یہ ثابت نہیں البتہ بعض اہلِ علم کے نزدیک (جن میں امام ابن تیمیہ بھی شامل ہیں) مستعمل کنکریاں جمرات سے اُٹھا کر وہیں مارنا بھی جائز نہیں (التحقیق والایضاح ابن باز صـ۴۲) جبکہ امام شافعی و علامہ ابن حزم اور شیخ البانی اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (مناسک الحج والعمرہ صـ۸۲)

معروف حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر مزدلفہ میں ہی باجماعت ادا فرمائی چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

فصلی الفجر حین تبیّن لہ الصبح باذانٍ و اقامۃ [۲۹۰]

جب طلوع فجر کا وقت ہوا تو آپؐ نے آذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔

ضعیفوں کے لیے حکم

عام حجاج کے لیے یہی مسنون ہے کہ نمازِ فجر مزدلفہ میں ہی پڑھیں۔ البتہ صحیحین وسنن اربعہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ خواتین اور ضعیف لوگ نصف شب کے بعد منیٰ کو روانہ ہوجائیں تو انھیں اجازت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

انا ممّن قدّم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیلۃ المزدلفۃ فی ضَعَفۃ اھلہ۔ [۲۹۱]

میں انہی لوگوں میں سے ہوں جنھیں نبیؐ نے اپنے اہلِ خانہ کے ضعیفوں کے ساتھ مزدلفہ کی رات آگے (منیٰ) بھیجا تھا۔

۲۹۰: اس کی تخریج کیلئے دیکھیں ۱۹۰، ۲۹۱: بخاری ۱۶۷۸، مسلم ۴۰/۹، ۴۱ وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے لوگ راتوں رات منٰی تو چلے جائیں مگر رات کے وقت انھیں یہ اجازت نہیں کہ وہ جمرۂ عقبہ پر رمی بھی کرلیں بلکہ رمی وہ بھی طلوعِ آفتاب کے بعد ہی کریں گے کیونکہ ابوداؤد، نسائی، اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بنی عبدالمطلب کے لڑکوں کو مزدلفہ کی رات گدھوں پر سوار کرکے منٰی روانہ کردیا اور روانگی کے وقت آپؐ نے ہماری رانوں کو پیار سے ٹھونکتے ہوئے فرمایا:

أُبَيْنِيَّ! لا ترموا الجمرة حتى تطلع الشمس ۲۹۲

اے میرے بچو! طلوعِ آفتاب سے پہلے جمرۂ عقبہ پر رمی نہ کرنا۔

مشعر الحرام اور عام حجاج کے لیے مسنون طریقہ

رات کے وقت مذکورہ روانگی تو خواتین، بچوں، اور ضعیفوں کے لیے ہے البتہ عام حجاج مزدلفہ میں نمازِ فجر پڑھیں اور پھر سنّت یہ ہے کہ مشعر الحرام (جہاں آج کل مسجد ہے) کے پاس کھڑے ہوکر قبلہ رو ہوں اور دعا و ذکرِ الٰہی میں کچھ وقت مشغول رہیں کیونکہ صحیح مسلم والی حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نمازِ فجر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے:

حتى أتى المشعر الحرام، فاستقبل القبلة، فدعاه وكبّره، وهلّله، ووحّده، فلم يزل واقفا حتى اسفر جدّاً فدفع قبل ان تطلع الشمس ۲۹۳

یہاں تک کہ آپؐ مشعر الحرام پر آئے اور قبلہ رو ہوکر دعائیں کیں تکبیر

۲۹۲۔ ابوداؤد (۱۹۴۰) نسائی (۵/۲۷۰، ۲۷۱) ابن ماجہ (۳۰۲۵) بیہقی (۵/۱۳۲) طیالسی (۱/۲۲۳) اور احمد (۱/۲۳۴، ۳۱۱، ۳۴۳) اس حدیث کو ابن عباسؓ سے بیان کرنے والے الحسن العرنی ہیں ان کا ابن عباس سے سماع نہیں ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے کہا ہے بلکہ امام ابوحاتم کے کہنے کے مطابق انھوں نے ابن عباس کا زمانہ ہی نہیں پایا ہے۔ مگر اس حدیثِ ابنِ عباس کے دوسرے طرق بھی ہیں جنکی بناء پر یہ صحیح ہے۔ ۲۹۳: اس کی تخریج نمبر ۱۹۰ میں دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہیں، لا اِلٰہ اِلّا اللہ کا ذکر کیا اور اللہ کی توحید و وحدانیت بیان کی اور آپ اِسی طرح رہے حتیٰ کہ روشنی اچھی طرح پھیل گئی مگر پھر آپ طلوعِ آفتاب سے پہلے ہی (منیٰ کو) روانہ ہو گئے!

اور سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۸ میں بھی اس ذکر و دُعا کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ (البقرہ: ۱۹۸)

پھر جب تم عرفات سے چلو تو مشعر الحرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو۔ اور اسے اُسی طرح یاد کرو جس طرح کہ اس نے تمہیں ہدایت کی ہے۔

اس آیت میں مشعر الحرام کے پاس ذکر کرنے کا حکم آیا ہے اور سابقہ حدیث میں بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشعر الحرام پر تشریف لے گئے۔ یہ دراصل بھیڑ نہ ہونے کے زمانوں سے تعلق رکھنے والی بات ہے یا پھر ان لوگوں کے نصیب میں جو مشعر الحرام نامی چھوٹی سی پہاڑی پر یا اس کے قرب و جوار میں جگہ ملنا بھی مشکل ہوتا ہے اور دُور پار کہیں جگہ ملتی ہے! ایسی صورت میں اس ذکر و دُعا کی سنت پر ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر ہی نمازِ فجر کے بعد عمل کر سکتا ہے کیونکہ پوری وادی مزدلفہ کا حکم ایک ہی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم ابوداؤد اور نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ہے:

وَقَفْتُ هٰهُنَا وَجَمْعٌ (المزدلفة) كُلُّهَا مَوْقِفٌ[۲۹۴]

میں نے یہاں (مشعر الحرام کے پاس) وقوف کیا ہے جبکہ یہ پوری وادی مزدلفہ ہی جائے وقوف ہے۔

وادیٔ محسّر منیٰ و مزدلفہ کے مابین ہی وادیٔ محسّر بھی ہے جو کہ منیٰ ہی کا حصّہ ہے جہاں اصحابِ فیل (ہاتھی والوں) کی بربادی کا واقعہ رونما ہوا تھا۔ یہ وادی مزدلفہ سے خارج ہے جبکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ

---

۲۹۴ مسلم (۸/۱۹۵) ابوداؤد (۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۳۶) نسائی (۵/۳۶۵) وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتنے ہی لوگ مزدلفہ کی رات عجیب افراتفری میں مبتلا ہوتے ہیں کہ شناخت کئے بغیر یہ رات بھی وادیٔ محسّر میں گزار دیتے ہیں حالانکہ وہاں سے گزرنے والے راستوں پر دائیں بائیں اس وادی کی حدود کے سنگِ میل بھی لگے ہوئے ہیں۔ یوں وہ ایک نہیں بلکہ دوہری نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ وہ رات مزدلفہ میں گزارنا ضروری تھا جو انھوں نے مزدلفہ سے باہر وادیٔ محسّر میں جا گزاری اور غرض غالباً صرف یہ ہوتی ہے کہ منیٰ کے قریب تر ہو کر رات گزاریں تاکہ صبح جلد منیٰ پہنچ جائیں اور رمی وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ اور دوسری نافرمانی یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تو یہ بتاتا ہے کہ جب کبھی بھی ایسی جگہوں سے گزریں جہاں عذابِ الٰہی واقع ہوا ہو تو جلدی جلدی گزر جائیں چہ جائیکہ وہاں ڈیرے ہی ڈال لیے جائیں۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب کبھی ایسی جگہوں سے گزرتے جہاں پر اللہ نے اپنے دشمنوں پر عذاب نازل کئے تھے تو جلد جلدی گزر جاتے چنانچہ حجر اور ثمود کے علاقوں سے آپ تیزی سے گزرے تھے (بحوالہ حجۃ النبی ۸۷) ایسے ہی وادیٔ محسّر میں بھی کیا تھا۔ چنانچہ ابوداؤد میں مختصراً اور ترمذی و مسند احمد اور زوائد المسند احمد میں مطولاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ محسّر سے گزرنے لگے تو تیز تیز گزرے۔

وَأَوْضَعَ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ (ولفظ احمد) فقرع ناقته فخبّت حتى جاوز الوادي ثم حبسها۔[۲۹۵]

وادیٔ محسّر میں سے آپ تیزی سے گزرے (اور مسند احمد میں ہے) آپ نے اپنی اونٹنی کو اپنے کوڑے سے مارا تو تیز چلنے لگی یہاں تک کہ جب آپ یہ وادی پار کر گئے تو آپ نے (اس کی نکیل کھینچ کر) اسے روک لیا (آہستہ کر لیا)

۲۹۵: ترمذی (۸۸۵) احمد (۱/ ۱۵۷) اور "زوائد احمد" (۱/ ۷۶) وابویعلی (۳۱۲، ۵۴۴) اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبکہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں بھی ہے :

حتى اتى بطن محسّر فحرّك قليلاً. ۲۹۶

جب آپ وادیٔ محسّر میں پہنچے تو اپنی سواری کو کچھ حرکت دی (اور تیزی سے نکل گئے)

الغرض مزدلفہ میں جب روشنی خوب ہو جائے مگر ابھی سورج طلوع نہ ہوا ہو تو تلبیہ کہتے ہوئے منیٰ کی طرف روانہ ہو جانا چاہیئے جیسا کہ صحیح مسلم وابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :

... حتى اسفر جداً فدفع قبل ان تطلع الشمس. ۲۹۷

جب روشنی خوب ہو گئی تو طلوعِ آفتاب سے پہلے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مزدلفہ سے منیٰ کو) روانہ ہو گئے۔

---

۲۹۶ : تخریج ۱۹۰ میں دیکھیں۔

۲۹۷ : تخریج کے لیے ملاحظہ ہو ۱۹۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰ ذوالحج یا یوم نحر و قربانی کی مصروفیات

۱۰ ذوالحج کو جب آپ مزدلفہ سے منیٰ پہنچ جائیں تو یہاں آکر چار کام کرنے ہوتے ہیں جن میں مسنون ترتیب یہ ہے:

۱. رمی جمرۂ عقبہ ۲. نحر و قربانی ۳. حلق یا تقصیر (یعنی پورا سر منڈوانا یا کچھ بال کٹوانا) ۴. طوافِ افاضہ یا طوافِ زیارت۔

جمہور فقہاء، محدثین کے نزدیک یہ ترتیب مسنون ہے واجب نہیں لہٰذا اگر کسی سے کوئی تقدیم و تاخیر ہو جائے تو اس پر کوئی مواخذہ (دم وغیرہ) نہیں ہے اور تقدیم و تاخیر لاعلمی سے ہو، بھول سے یا جان بوجھ کر کی گئی ہو، اس میں فرق نہیں (بلوغ الامانی ۱۲/ ۲۰۹) اور تقدیم و تاخیر سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص رمی سے پہلے بال کٹوالے یا قربانی سے پہلے طوافِ افاضہ کرلے یا رمی سے پہلے قربانی کرلے یا رمی سے پہلے طواف کرلے وغیرہ۔ اس سلسلہ میں صحیحین و سنن اور مسند احمد میں متعدد احادیث ہیں کہ مختلف لوگوں نے جب ایسی صورتوں کے بارے میں سوالات کئے تو آپ ﷺ نے ایسے ہر موقع پر فرمایا:

لَا حَرَجَ ۲۹۸ کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

۲۹۸۔ اس بارے میں عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن عباس، علی، جابر اور اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہم سے روایات ہیں۔ (۱) حدیث عبداللہ بن عمرو بخاری (۱۷۳۶) مسلم (۹/ ۵۴) ابوداؤد (۲۰۱۴) ترمذی (۹۱۶) اور دارمی (۲/ ۶۴۔ ۶۵) وغیرہ میں ہے۔ (۲) حدیث ابن عباس کو بخاری (۱۷۲۱) ابوداؤد (۱۹۸۳)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسائی (۲۷۲/۵) اور ابن ماجہ (۲۰۵۰) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

(۳) حدیث علی کو احمد (۷۶/۱، ۱۵۷) ترمذی (۸۸۵) اور ابو یعلی (۳۱۲، ۵۴۴) نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

(۴) جابر کی حدیث مسند احمد (۳۲۶/۳، ۳۸۵) ابن ماجہ (۳۰۵۲) اور ابن حبان (۱۰۱۲) میں ہے۔ اس کو ابن حبان اور بوصیری نے صحیح کہا ہے۔

(۵) اسامۃ بن شریک کی حدیث ابوداؤد (۲۰۱۵) ابن خزیمۃ (۴/ ۲۷) دارقطنی (۲/ ۲۵۱/ ۶۷) اور بیہقی (۱۴۶/۵) میں ہے اور اس کو ابن خزیمۃ نے صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ رمی جمرۂ عقبہ ۱۰ ذوالحج کو مزدلفہ سے منیٰ آتے ہی سب سے پہلے جمرۂ عقبہ پر رمی کرنا یا کنکریاں مارنا مسنون ہے اور یہ رمی صرف سات کنکریوں سے اور صرف ایک ہی جمرۂ عقبہ پر ہوگی اور رمی کے لیے کنکریاں موٹے چنے سے ذرا بڑی ہونی چاہئیں چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

ثم سلك الطريق الوسطى التي تخرج على الجمرة الكبرى، حتى أتى الجمرة التي عند الشجرة فرماها بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة منها مثل حصى الخذف، رمى من بطن الوادي۔ ۲۹۹

پھر آپؐ (وادیٔ محسّر سے گزر کر) درمیانی راستے پر چلنے لگے جو کہ سیدھا جمرۂ کبریٰ (جمرۂ عقبہ) پر جا نکلتا ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ اس جمرے کے پاس پہنچے جو کہ درخت کے پاس ہے۔ آپؐ نے اسے سات کنکریاں مارتے وقت ساتھ ہی تکبیر (اللہ اکبر) کہتے تھے۔ اور وہ کنکریاں موٹے چنے سے ذرا سی بڑی تھیں۔ آپؐ نے وادی میں کھڑے ہو کر اس جمرے کو رمی کی۔

وہاں بعض لوگ معلوم نہیں کس جذبہ کے تحت موٹے موٹے کنکر اور جوتے تک مارتے ہیں یہ کوئی مستحسن جذبہ نہیں بلکہ جنون و دیوانگی ہے۔ سراسر جہالت اور خلافِ سنت ہے۔ وہاں کنکر و پتھر مارنا یا جوتے پھینکنا نہیں بلکہ کنکریاں مارنا کارِ ثواب ہے لہٰذا كُنْ مُتَّبِعاً وَلَا تَكُنْ مُبْتَدِعاً۔

اس رمی کا مستحب وقت تو صحیح مسلم میں مذکور حدیث کی رو سے طلوعِ آفتاب سے لیکر زوالِ آفتاب تک ہے۔ ۳۰۰

۲۹۹: یہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے اور اس کی مفصل تخریج ۱۹۰ میں دیکھیں۔

۳۰۰: یہ بھی حدیث جابرؓ میں ہی ہے اور اس کو مسلم (۹/ ۴۷، ۴۸) ابوداؤد (۱/ ۱۹۷)، ترمذی (۴/ ۸۹) نسائی (۵/ ۲۷۰) دارمی (۲/ ۶۱) اور ابن ماجہ (۳۰۵۳) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر کوئی شخص بامرِ مجبوری رات ہونے تک بھی رمی کر لے تو مضائقہ نہیں کیونکہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ کسی صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا:

رمیتُ بعد ما امسیت فقال: لا حرج. ۳۰۱

میں نے شام ہو جانے کے بعد رمی کی ہے تو آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

جب کہ دوسرے ایام تشریق کی رمی کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد سے شروع ہوتا ہے جیسا مسلم ابوداؤد نسائی ترمذی اور مسند احمد کسنن بیہقی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے:

ورمی بعد یوم النحر فی سائر ایام التشریق اذا زالت الشمس. ۳۰۲

یوم نحر کے بعد والے ایام تشریق میں آپؐ نے زوالِ آفتاب کے بعد رمی کی۔

اب مسنون تو یہی ہے لیکن اگر کوئی کمی بیشی ہو جائے تو مضائقہ بھی نہیں

رمی کرتے وقت اس طرح کھڑے ہونا سنت ہے کہ مکّہ مکرمہ بائیں طرف اور منیٰ دائیں طرف جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جمرۂ کبریٰ پر پہنچے تو بیت اللہ شریف کو اپنی بائیں جانب اور منیٰ کو دائیں جانب کر لیا اور سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہا اور پھر فرمایا: ۳۰۳

ھکذا رمی الذی انزلت علیه سورة البقرة.

جن پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) انھوں نے اِسی طرح رمی کی۔

۳۰۱: اس حدیث کی تخریج کیلئے ۲۹۸ دیکھیں ۳۰۲: اس کیلئے دیکھیں ۳۰۰

۳۰۳: بخاری (۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰) مسلم (۹/ ۴۲، ۴۴) اسی طرح ابوداؤد (۱۹۷۴) ترمذی (۹۰۱) نسائی (۵/ ۲۷۳، ۲۷۴) اور ابن ماجہ (۳۰۳۰) وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان مذکورہ متعدد احادیث میں آدابِ رَمی کے سلسلہ میں بار بار گزر رہا ہے کہ ہر کنکری کو مارتے وقت اللہ اکبر کہیں۔ یہ بعض دیگر احادیث کی رو سے بھی مسنون ہے[۳۰۴]

رَمی سے فارغ ہو جانے کے بعد اس جمرۂ عقبہ کے پاس کھڑے ہو کر دُعا کرنا ثابت نہیں ہے جیسا کہ مؤطا امام مالک میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں صحیح سند والے ایک موقوف اثر میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دوسرے دونوں جمروں کے پاس تو کافی دیر کھڑے ہو کر اللہ اکبر سبحان اللہ الحمدللہ کا ذکر کرتے اور اللہ سے دُعائیں مانگتے تھے مگر جمرۂ عقبہ کے پاس کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے[۳۰۵] رَمی کرتے وقت ایک ایک کرکے تمام کنکریاں مارنا ضروری ہے اگر کسی نے مٹھی بھر کر ایک مرتبہ ساری کنکریاں پھینک دیں تو اس کی رَمی شمار نہیں ہوتی۔ (المغنی ۳/ ۳۸۶)

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت فضل بن عباس اور حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے:

لم یزل یلبّی حتی رمیٰ الجمرة[۳۰۶] نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے جمرۂ عقبہ پر رَمی کرلی۔

لہٰذا اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے یوم نحر و قربانی کو رَمی کے بعد تلبیہ کہنا بند کر دینا چاہیئے۔

اہلِ منیٰ کی عید

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ منیٰ میں ہوتے ہوئے بھی ۱۰ ذوالحج کو عید پڑھنا مستحب ہے اور تو باقاعدہ پڑھتے بھی ہیں اور اس پر بعض لفظی و قیاسی عمومات سے استدلال کرتے ہیں جبکہ

۳۰۵: موطا (۱/ ۴۰۷) واسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔

۳۰۶: ۱۔ حدیث الفضل بن عباسؓ کو بخاری (۱۵۴۳، ۱۶۸۵) مسلم (۹/ ۲۶، ۲۷) ابو داؤد (۱۸۱۵) ترمذی (۹۱۸) اور نسائی (۵/ ۲۶۸) وغیرہ نے روایت کیا ہے

۲۔ اور حدیث اسامہ بن زید کو بخاری (۱۵۴۳) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درحقیقت یہ فعل سنتِ ظاہرہ سے غفلت کا نتیجہ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے منیٰ میں نمازِ عید ہرگز ہرگز نہیں پڑھی منیٰ میں مقیم حجاج کے لیے جمرۂ عقبہ پر رَمی کرنا ہی ایسا ہے جیسے دوسرے شہروں والوں کے لیے عید پڑھنا ہے یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ دوسرے شہروں کے لوگ نمازِ عید اس وقت پڑھیں جب اہلِ منیٰ کا قربانی کا وقت ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دَس ذوالحج کو جمرۂ عقبہ کی رَمی کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا جس طرح کہ مکّہ کے باہر (مدینہ طیّبہ وغیرہ) میں نمازِ عید کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور جس طرح بیت اللہ شریف کا طواف کرنا مسجدِ حرام کا تحیّہ ہے پھر وہاں تحیّۃُ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی ضرورت نہیں، اُسی طرح جمرۂ عقبہ پر رَمی کرنا منیٰ کا تحیّہ ہے، اس کے بعد وہاں نمازِ عید کی دو رکعتیں پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۶/ ۱۷۰، ۱۷۱)

۲۔ نحر و قربانی

نحر و قربانی کا مسنون وقت جمرۂ عقبہ کی رَمی کے بعد شروع ہوتا ہے اور یومِ نحر و ایامِ تشریق (۱۱۔۱۲۔۱۳ ذوالحج) تک رہتا ہے اس طرح ذوالحج کے چار دِنوں میں قُربانی جائز ہے کیونکہ مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں ارشادِ نبوی ہے:

كُلُّ اَيَّامِ التشريقِ ذبحٌ ۔ ۳۰۷

تمام ایامِ تشریق میں قربانی جائز ہے۔

قُربانی کا جانور حتی الامکان اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیئے اور یہ ممکن نہ ہو تو دوسرا آدمی بھی مقرر کیا جا سکتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں مذکور احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ ۳۰۸

۳۰۷: اسکی تخریج ۳۱۱ میں آئیگی۔ ۳۰۸: ملاحظہ ہو ۳۰۹ میں آنے والی حدیث جابرؓ اور اسی طرح ۳۱۲ میں آنے والی حدیث علی رضی اللہ عنہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت دونوں ہی صورتوں پر عمل فرمایا تھا کہ کچھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے اور کچھ حضرت علیؓ کو ذبح کرنے کے لیے دے دیئے چنانچہ صحیح مسلم میں مذکور معروف حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ میں ہے:

ثم انصرف الی المنحر، فنحر ثلاثاً وستین بَدَنَۃً بیدہٖ ثم اعطی علیاً، فنحر ما غبر۔[۳۰۹]

پھر آپ (جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد) قربان گاہ کی طرف چلے گئے اور اپنے دست مبارک سے ترسٹھ[۶۳] اونٹ ذبح کئے اور باقی کے (سینتیس[۳۷] اونٹ) حضرت علیؓ کو ذبح کرنے کے لیے فرمایا!

اور قربانی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جانور کو قبلہ رو کر کے بائیں پہلو پر لگائیں اور صحیحین میں مذکور حدیث کی رو سے اس کے دائیں پہلو پر اپنا پاؤں رکھیں۔[۳۱۰]

اور ذبح و نحر کے وقت صحیح مسلم و ابوداؤد میں مذکور حضرت عائشہ و جابر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کی رُو سے یہ پڑھیں:

بِسمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا مِنْکَ وَلَکَ، اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ

اللہ کے نام سے، اور اللہ سب سے بڑا ہے اے اللہ یہ تیری ہی توفیق سے اور تیرے ہی لیے ہے۔ اے اللہ! اسے میری طرف سے قبول فرما۔

اور یاد رہے کہ "حجِ تمتع" کرنے والوں پر تو سورۂ بقرہ آیت ۱۹۶ کی رو سے قربانی واجب ہے کیونکہ اس آیت میں ارشادِ الٰہی ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ۔ (البقرۃ: ۱۹۶)

۳۰۹: دیکھیں ۱۹۰، ۳۱۰، ۴۱۷ میں دیکھیں حدیث انس رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم میں سے جو شخص حج کا وقت آنے تک عمرے سے فائدہ اُٹھائے وہ حسبِ مقدور قربانی دے۔

اور "حج قران" کرنے والوں پر صحیح بخاری و مسلم میں مذکور حضرت ابن عمرؓ سے مروی حدیث کی رو سے قربانی کرنا واجب ہے اور "حجِ مفرد" والوں پر قربانی واجب تو نہیں البتہ کریں تو کارِ ثواب ہے [۳۱۱]

قربانی نہ ہونے کی صورتیں اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر کسی کے پاس قربانی نہ ہو اور قربانی کا جانور خریدنے کی طاقت نہ ہو تو وہ تین روزے ایامِ حج میں اور سات روزے وطن واپس لوٹ کر رکھ لے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ هَدْیًا، فَلْیَصُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَ سَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ. [۳۱۲]

جو قربانی نہ پائے وہ ایامِ حج میں تین اور جب اپنے اہلِ خانہ کے پاس جائے تو سات روزے رکھے۔

اور یہی حکم قرآنِ کریم کی سورۂ بقرہ آیت ۱۹۶ میں بھی ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ، تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ یَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

[البقرۃ : ۱۹۶]

جسے قربانی میسّر نہ ہو، وہ تین روزے ایامِ حج میں اور سات روزے واپس جا کر رکھے اسطرح یہ پورے دس روزے ہو جائیں گے یہ رعایت ان کے لیے ہے جن کے گھر مسجدِ حرام کے قریب نہ ہوں۔

۳۱۱: یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما ۲۱۸ میں گزر چکی ہے لہٰذا اس کی تخریج وہاں دیکھیں۔

۳۱۲: یہ بھی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی ہے تخریج ۲۱۸ میں دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایام حج میں جو تین روزے رکھنے ہوتے ہیں یہ یوم نحر (۱۰ ذوالحج) کو چھوڑ کر کسی بھی دن رکھے جا سکتے ہیں حتیٰ کہ ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحج) کو رکھ لینا بھی جائز ہے کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے:

لم یرخص فی ایام التشریق ان یصمن الا لمن لم یجد الھدی۔ ۳۱۳

ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی کسی کو اجازت نہیں سوائے اس کے جو قربانی نہ پائے۔

قربان گاہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو منحر (قربان گاہ) میں قربانی کی تھی جیسا کہ صحیح مسلم و ابوداؤد میں مذکور ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا تھا:

نحرت ھھنا، ومنیٰ کلھا منحر، فانحروا فی رحالکم۔ ۳۱۴

میں نے یہاں قربانی کی ہے جبکہ ساری وادئ منیٰ ہی جائے قربانی ہے بیشک اپنی اقامت گاہوں پر ہی قربانی کرلو۔

اور ابوداؤد، دارمی، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں ہے:

کل فجاج مکۃ طریق و منحر۔

پورا مکہ ہی راستہ ہے (جہاں سے داخل ہو جاؤ اور جہاں سے نکل جاؤ) اور پورا شہر مکہ ہی قربان گاہ ہے۔

ھدی (حج کی قربانی) میں اشتراک

اگر کوئی شخص اتنی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ اکیلا ہی جانور خرید کر قربانی کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اونٹ یا گائے کے ساتویں حصے میں

۳۱۳: بخاری (۱۹۹۷، ۱۹۹۸) "الصوم" اسی طرح دارقطنی (۲/ ۱۸۵، ۱۸۶) اور بیہقی ۴/ ۲۹۸ نے بھی اس کو روایت کیا ہے ۳۱۴: مسلم ۸/ ۱۹۵ ابوداود ۱۹۰۸، ۱۹۳۶ ایضاً البیہقی ۵/ ۱۱۵، ۲۳۹، "کل فجاج مکۃ طریق و منحر" اس کی تخریج ۱۳۹ میں گزر چکی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل ہو جائے کیونکہ یہ سات کی طرف سے کفایت کر جاتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

نحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الحدیبیۃ البدنۃ عن سبعۃ والبقرۃ عن سبعۃ۔ ۳۱۵

صلح حدیبیہ کے موقع پر ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ اور سات آدمیوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔

یہ تو حج کی قربانی "ہدی" کا حکم ہے جبکہ اپنے وطنوں اور گھروں میں جو عیدالاضحیٰ پر قربانی کی جاتی ہے اس میں اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے بھی کفایت کر جاتا ہے اور گائے سات ہی آدمیوں کی طرف سے جس کی تفصیل آگے چل کر احکام و مسائل اور طریقۂ "قربانی" کے مستقل باب میں آئے گی۔

نحر کرنے کا طریقہ اونٹ جسے کہ عام جانور کی طرح ذبح نہیں کیا جاتا بلکہ "نحر" کیا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کا اگلا بایاں پاؤں گھٹنے سے باندھ کر اسے تین قدموں پر کھڑا رہنے دیں جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم اور ابوداؤد میں مذکور ہے ۳۱۶ اور صحیح بخاری میں تعلیقاً اور مؤطا امام مالک میں موصولاً صحیح سند ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی موقوف اثر میں ہے کہ وہ قربانی کے جانور کو اِستعارِ قربانی لگانے کے لیے جب چھری وغیرہ مارتے تو اسے قبلہ رو کر لیتے تھے ۳۱۷ اس سے یہ حکم اخذ کیا گیا ہے کہ اونٹ کو نحر کرتے وقت قبلہ رو کر لینا چاہیے اور نحر کے وقت بھی وہی دعا کریں جو عام جانور کو قربانی کرتے وقت کی جاتی ہے جو کہ گزر چکی ہے۔

---

۳۱۵ : اس حدیث کی تخریج ۴۰۹ میں آئے گی۔

۳۱۶ : اس کی تخریج ۴۳۲ میں دیکھیں۔

۳۱۷ : اس کی تخریج ۴۲۹ میں دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی کے جانور کا گوشت کھانا

اپنی قربانی کے جانور کا گوشت کھانا بھی سنت ہے چاہے تھوڑا سا ہی کیوں نہ کھایا جائے اور اس میں سے فقیروں اور محتاجوں میں بھی تقسیم کرنا چاہیے کیونکہ سورۃ حج، آیت : ۳۶ میں ارشاد ربانی ہے :

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج : ۳۶)

پس تم خود (قربانی کا گوشت) کھاؤ اور فقیروں محتاجوں کو بھی کھلاؤ

اور صحیح مسلم ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مذکور معروف حدیث جابرؓ میں ہے :

ثمّ امر من کل بدنة ببضعة، فجعلت فی قدر، فطبخت، فاکلا من لحمها و شربا من مرقها۔[۳۱۸]

پھر آپؐ نے ہر اونٹ میں سے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا کٹوا کر ہنڈیا میں پکوایا۔ اور آپؐ اور حضرت علیؓ نے گوشت کھایا اور شوربا پیا۔

۳. حلق (پورا سر منڈوانا) یا تقصیر (کچھ بال کٹوانا)

قربانی سے فارغ ہو کر اپنے سر کے سارے بال منڈوالیں یا کچھ بال کٹوالیں دونوں طرح ہی جائز ہے کیونکہ سورۃ فتح، آیت : ۲۷ میں دونوں صورتوں کا ذکر یوں آیا ہے :

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ۔

(الفتح ۰ ۲۷)

ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام بھی پورے امن کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سر منڈواتے اور بال کٹواتے (ترشواتے) ہوئے اور تمہیں کوئی خوف نہیں ہو گا۔

---

۳۱۸ : دیکھیں نمبر ۱۹۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ارشادِ الٰہی کی رو سے جائز تو دونوں صورتیں ہی ہیں لیکن سر منڈوانا افضل ہے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا:

اللھم اغفر للمحلّقین اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔

اور چوتھی مرتبہ فرمایا:

وللمقصّرین [۳۱۹] اور کچھ بال کٹوانے والوں کی بھی۔

اور حجۃ الوداع کے موقع پر خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا سر منڈوانا صحیح بخاری و مسلم میں ثابت ہے لہٰذا یہی افضل بھی ہے جس کی تفصیل صحیح بخاری اور فتح الباری (۳/ ۵۶۱، ۵۶۶) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حلق یا تقصیر کے وقت یہ بات پیشِ نظر رہے کہ بال کاٹنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے سر کی دائیں طرف سے کاٹے یا کٹوائے اور پھر بائیں طرف سے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنّ النبي صلی اللہ علیہ وسلم اِتی منیٰ، فاتی الجمرۃ فرماھا، ثم اتی منزلہ بمنیٰ، ونحر نسکہ، ثم دعا بالحلّاق، وَنَاوَلَ الحالق شقّہ الایمن، ثم دعا ابا طلحۃ الانصاري، فاعطاہ اباہ، ثمّ ناوَلَ الشّقّ الایسر، فقال: احلق، فحلقہ، فاعطاہ ابا طلحۃ، فقال: اقسمہ بین الناس. [۳۲۰]

۳۱۹: بخاری (۱۷۲۸) مسلم (۹/ ۵۱) ایضاً ابن ماجہ (۳۰۴۳) اور بیہقی (۵/ ۱۳۴) یہ حدیث دیگر متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

۳۲۰: اس حدیث کو مسلم (۹/ ۵۳، ۵۴) اسی طرح ابوداؤد (۱۹۸۱، ۱۹۸۲) ترمذی ۹۱۲ ابن الجارود (۴۸۴) ابن خزیمہ (۲۹۲۸) حاکم (۱/ ۴۷۲) بیہقی (۵/ ۱۳۴) احمد (۳/ ... ۱۰۸، ۱۱۵) حمیدی (۱۲۲۰) اور ابن المنذر نے الاوسط میں [illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مزدلفہ سے) منیٰ آئے اور جمرۃ عقبہ پر رمی کی
پھر منیٰ میں اپنی اقامت گاہ پر آئے اور قربانی کی۔ پھر بال کاٹنے والے
کو بلایا اور اُسے اپنے سر اقدس کا دایاں پہلو پکڑایا، پھر حضرت ابوطلحہ
انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ بال انھیں پکڑا دیئے پھر سر اقدس کا بایاں پہلو بال
کاٹنے والے کو پکڑا کر فرمایا: مونڈو، اس نے وہ پہلو بھی مونڈ دیا
وہ بال بھی آپ نے حضرت ابوطلحہ کو پکڑائے اور فرمایا: یہ لوگوں میں
بانٹ دو۔

حلق راس کا حکم صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے عورتوں پر صرف تقصیر ہے
کیونکہ ابوداؤد، دارمی اور دارقطنی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ
نبوی ہے:

لیس علی النساء حلق، انما علی النساء التقصیر[۳۲۱]

عورتوں کے لیے سر منڈانا نہیں ان کے لیے کچھ بال کاٹنا ہی کافی ہے
اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جب قصر کرنا ہو تو بالوں کو جمع یعنی اکٹھے
کر کے ان میں سے انگلی کے پورے کے برابر کاٹ لئے جائیں۔ اور اس میں معمولی
کمی بیشی ہو تو بھی حرج نہیں۔ مرد اس سے زیادہ بھی کاٹ سکتے ہیں مگر عورتیں ایک
پورے سے زیادہ نہ کاٹیں [بحوالہ مناسک الحج والعمرہ ص۳۸ والنظر للتفصیل:
المغنی ۳/۳۹۵]

اور سر کے بالوں کے بعد ناخن وغیرہ کاٹنا بھی علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق کے

۳۲۱: ابوداؤد (۱۹۸۴، ۱۹۸۵) دارمی (۲/۶۴) دارقطنی (۲/۲۷۱) اسی طرح اس کو
طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۲/۲۵۰) میں، بیہقی (۵/۱۰۴) اور خطیب بغدادی نے بھی
"الموضح" (۱/۴۲۷، ۴۲۸) میں روایت کیا ہے۔ اس کو ابوحاتم بخاری نے قوی اور ابن حجر نے
حسن کہا ہے دیکھیں "علل الحدیث" لابن ابی حاتم (۱/۲۸۱) اور "تلخیص الحبیر"
(۲/۲۶۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق مسنون ہے [زاد المعاد ۲/ ۲۷۰ محقق]

تحلّلِ اوّل اب احرام کھول دیں اور خوشبو وغیرہ لگائیں کیونکہ صحیحین، سننِ اربعہ اور موطا امام مالک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کنتُ اطیّب رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاِحرامِہٖ قبل ان یُحرِم ولِحِلّہٖ قبل ان یطوف [۳۲۲]

میں آپ ﷺ کو احرام باندھنے سے پہلے اور طوافِ افاضہ (یا طوافِ زیارت) سے پہلے خوشبو لگایا کرتی تھی۔

اب صرف عورت سے تعلق کو چھوڑ کر باقی تمام اشیاء حلال ہوگئیں جو کہ احرام کی وجہ سے حرام تھی مگر عورت سے تعلق صرف تب حلال ہوتا ہے جب طواف افاضہ بھی کرلیا جائے یہی وجہ ہے کہ طواف سے پہلے والے اس احرام اتارنے کی حالت کو "تحلل اول" کہا جاتا ہے اور طواف کر چکنے کے بعد عورت (اپنی بیوی) سے تعلق بھی حلال ہوجاتا ہے لہٰذا اُسے "تحللِ ثانی" اور "تحللِ کُلّی" کہا جاتا ہے۔

۴۔ طوافِ افاضہ یا طوافِ زیارت یوم نحر و قربانی (۱۰ ذوالحج) کو جو چار کام کرتے ہوتے ہیں ان میں سے چوتھا اہم کام "طوافِ افاضہ" یا "طوافِ زیارت" ہے۔ یہ طواف، حج کا اہم رکن ہے اگر یہ نہ ہو گا تو پھر حج ہی نہ ہوگا کیونکہ سورۂ حج کی آیت ۲۹ میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ [الحج : ۲۹]

اور اس قدیم گھر (خانہ کعبہ) کا طواف کرو۔

اس آیت میں جس طواف کا حکم فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہی طواف ہے اور علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ کے بقول بلا اختلاف یہ طواف فرض ہے [زاد المعاد لابن القیم ۲/ ۲۷۱، بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی ۱۲/ ۲۰۴]

۳۲۲: ان الفاظ سے اس حدیث کو امام مالک (۱/ ۳۲۸) نے روایت کیا ہے اور امام مالک ہی کے طریق سے اس کو بخاری (۱۵۳۹) مسلم (۸/ ۹۹) ابوداؤد (۱۷۴۵) اور نسائی (۵/ ۱۳۷) نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ حیض کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب تک حاجی اس طواف سے فارغ نہ ہوجائے وہ مکہ مکرمہ سے نہیں نکل سکتا اور اگر کوئی شخص یہ طواف کئے بغیر ہی لوٹ جائے تو اس کا حج مکمل نہ ہوگا چنانچہ اُس حدیث میں ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کو بتایا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آگیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

ما اراني الا حابستكم [۳۲۳]

مجھے لگتا ہے کہ یہ تمہیں روک رکھے گی۔

آپ ﷺ کے انہی الفاظ سے استدلال کیا گیا ہے کہ طوافِ افاضہ کئے بغیر مکہ مکرمہ سے روانگی جائز نہیں۔

اس طواف کا مسنون وقت

طوافِ افاضہ کا مسنون وقت تو یومِ نحر ۱۰ ذوالحج ہی ہے کیونکہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

... ونحر هديه يوم النحر وافاض فطاف بالبيت [۳۲۴] آپ ﷺ نے یومِ نحر میں قربانی کی اور مکہ مکرمہ چلے گئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔

اور اس سے بھی واضح الفاظ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہیں، فرماتے ہیں:

۳۲۳: بخاری (۱۵٦۱، ۱۷۵۷، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲) مسلم (۸/ ۱۵۳، ۱۵۴، ۹/ ۸۰، ۸۲) اسی طرح اس حدیث کو ابو داؤد (۲۰۰۳) ترمذی (۹۴۳) دارمی (۲/ ٦۸) ابنِ ماجہ (۳۰۷۳) اور احمد (٦/ ۸۲، ۸۵، ۸٦، ۹۹، ۱٦۴، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۸۵، ۲۰۲، ۲۰۷، ۲۱۳، ۲۲۴، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲٦٦) وغیرہ نے مختلف سندوں سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

۳۲۴: بخاری (۱٦۹۱) مسلم (۸/ ۲۱۰) اور بیہقی (۵/ ۱۷، ۱۲۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثم رکب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، فافاض الی البیت، فصلّی بمکة الظهر.[۳۲۵]

[قربانی کا گوشت کھانے اور شوربا پینے کے بعد] آپؐ سواری پر بیٹھ کر بیت اللہ شریف کی طرف (طواف کے لیے) چلے گئے اور نمازِ ظہر آپؐ نے مکّہ مکرمہ میں ہی ادا فرمائی۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے یوم نحر کو ہی طوافِ افاضہ بھی دوپہر کے وقت کر لیا تھا لہٰذا مسنون تو یہی ہے لیکن اگر عذر (حیض یا بیماری) ہو تو ایامِ تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) میں سے ہی کسی دن کر لینا چاہیے۔ یہی بہتر ہے ورنہ جب عذر و مجبوری زائل ہو، واپسی سفر سے پہلے پہلے یہ طواف کرلیں۔ اور اس تاخیر پر کوئی فدیہ بھی نہیں (المغنی ۳۹۶/۳، بلوغ الامانی ۱۲/ ۲۰۴، ۲۰۵)

طوافِ افاضہ کا طریقہ و آداب

اس طوافِ افاضہ کا طریقہ اور آداب وہی ہیں جن کا ذکر طوافِ قدوم، (طوافِ عمرہ، طوافِ ورود یا طوافِ تحیّہ) میں گزر چکا ہے سوائے اس کے کہ اس میں رَمَل (اور اضطباع) مشروع نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد و ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

أنّ النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم لم یرمل فی السبع الّذی افاض فیه۔[۳۲۶]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طوافِ افاضہ میں رَمَل چال اختیار نہیں فرمائی۔

۳۲۵: اس حدیث کی تخریج کے لیے نمبر ۱۹۰ دیکھیں۔

۳۲۶: ابوداؤد (۲۰۰۱) ابن ماجہ (۳۰۶۰) ابن خزیمہ (۲۹۴۳) حاکم (۱/ ۴۷۵) اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی سند کے لیے سب راوی ثقہ ہیں۔ ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے حاکم نے اس کو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ان کی موافقت کی ہے مگر اس کی سند میں ابن جریج ہیں اور یہ مدلس ہیں اور انھوں نے اس حدیث کو عطاء سے بیان کرتے ہوئے تحدیث یا سماع کی صراحت نہیں کی ہے مگر شیخ البانی کے کہنے کے مطابق ابن جریج عطاء سے اگر کسی روایت کو "لفظ عن" سے بھی بیان کریں تو اسے سماع پر محمول کیا جائے گا دیکھیں "ارواء الغلیل" (۳/ ۹۷، ۶۳۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اضطباع کی غرض یہی رَمَل چال چلنے میں آسانی پیدا کرنا ہے لہٰذا اب اِس کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

حج تمتع کرنے والوں کے لیے تو اس طواف کے بعد سعی کرنا بھی ضروری ہے جبکہ حجِ قران اور حج مفرد کرنے والوں کے لیے پہلے "طوافِ قدوم" کے ساتھ کی گئی سعی ہی کافی ہے کیونکہ ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

من احرم بالحج والعمرة اجزءه طواف واحد وسعی واحد عنهما حتی یحلّ منهما جمیعًا ۳۲۷

جس نے حج و عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا اُسے صرف ایک طواف اور ایک سعی ہی کفایت کرجاتی ہے حتّیٰ کہ وہ اِن دونوں کا احرام کھول دے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ حیض والی صحیح حدیث بھی شاہد ہے ۳۲۸

اس طواف کے بعد بلکہ ہر مرتبہ طواف کرنے کے بعد مقامِ ابراہیم پہ دو رکعتیں پڑھیں کیونکہ صحیح بخاری میں تعلیقًا اور مصنف عبدالرزاق میں موصولاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے۔

علی کلّ سُبُع رکعتان ۳۲۹ طواف کے ہر سات چکروں کے بعد دو رکعتیں ہیں۔

اور بخاری میں تعلیقًا اور مصنف عبدالرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ میں موصولاً امام زھریؒ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے ۳۳۰

---

۳۲۷ : اس حدیث کو ترمذی (۹۴۸) ابن ماجہ (۲۹۷۵) ابن خزیمہ (۲۷۴۵) ابن حبان (۹۹۳) ابن الجارود (۴۶۰) اور بیہقی (۵/۱۰۷) نے روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے ابن خزیمہ، ابن حبان نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے امام طحاوی نے اس حدیث میں کلام کیا ہے مگر حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" (۳/۴۹۴، ۴۹۵) میں ان کا رد کیا ہے۔ ۳۲۸ : اسکی تخریج کیلئے ۲۴۳ دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۲۹ : اس کو بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے ملاحظہ ہو (۳/۴۸۴ الفتح) عبدالرزاق (۹۰۰۱۲) اور عبدالرزاق سے فاکھی (۱/ ۲۱۸) نے موصولاً روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۲۳۰ : اس کو عبدالرزاق (۸۹۹۴) ابن ابی شیبۃ (۳/ ۳۴۷۔ دار التاج) فاکھی (۱/ ۲۱۱) اور عقیلی (۳/ ۶۶) نے مختلف سندوں سے زھری سے روایت کیا ہے اور یہ روایت مرسل ہے۔

تنبیہ: زھری سے ہی مروی ابوھریرہؓ کی ایک موصول روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے تین طواف کئے اور آخر میں چھ رکعت [اکٹھی ہی] ادا کیں، اسے عقیلی نے روایت کیا ہے ملاحظہ ہو (۳/ ۶۶) مگر اس کی سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اسے زھری سے بیان کرنے والا عبدالسلام بن ابی الجنوب ہے اور یہ سخت ضعیف ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حبان نے "المجروحین" (۳/ ۱۴۳) میں مسور بن مخرمۃ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے دو طواف کئے اور پھر چار رکعتیں ادا کرلیں آپ نے فرمایا "احسنت" تو نے اچھا کیا۔ مگر اس کی سند بھی یاسین بن معاذ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دو رکعتوں سے فارغ ہو کر جی بھر کر آبِ زمزم پئیں اور پھر استلام حجر اسود کے بعد طوافِ قدوم کے ضمن میں گزری تفصیل کے مطابق صفا و مروہ کے مابین سعی کریں۔ اِس سعی کے بعد حلق یا تقصیر کسی کی بھی ضرورت نہیں۔

تحلّلِ ثانی یا تحلّلِ کُلّی طواف افاضہ و سعی کر لینے کے بعد حجاج پر میاں بیوی کے تعلقات سمیت ہر وہ چیز حلال ہو جاتی ہے جو احرام کی وجہ سے حرام تھی کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

.... حتی قضیٰ حجّہٗ و نحر ھدیہٗ یوم النحر وا فاض فطاف بالبیت ثمّ حلّ من کُلِّ شئٍ حَرُم منہ ۳۳۱

.... یہاں تک کہ جب آپؐ نے اپنا حج مکمل کر لیا اور یوم نحر میں قربانی دے لی اور بیت اللہ کا "طوافِ افاضہ" بھی کر لیا تو پھر آپؐ نے ہر اس چیز کو حلال کر لیا جو (احرام کی وجہ سے) حرام تھی۔

اور اِسے ہی "تحلّل" "ثانی" کہا جاتا ہے۔ جسے آپ "تحلّلِ کُلّی" بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کے بعد "تمام اشیاء" حلال ہو جاتی ہیں۔

۳۳۱: بخاری (۱۶۹۱، ۱۶۹۲) مسلم (۸/۲۱۰، ۲۱۱) اور بیہقی (۵/۱۷، ۱۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایامِ تشریق کی مصروفیات

قیامِ منیٰ طواف افاضہ اور صفا و مروہ کے مابین سعی کر کے پھر منیٰ کی طرف ہی لوٹ جائیں اور ایامِ تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحج) کے شب و روز وہیں رہیں۔ کیونکہ ابوداؤد، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

افاض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من آخر یوم حین صلی الظہر ثم رجع الی منیٰ، فمکث بہا لیالی ایام التشریق۔ ۳۳۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کے بعد طوافِ افاضہ کیا پھر منیٰ کی طرف تشریف لے گئے اور ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں ہی گزاریں۔

زیارت و طوافِ کعبہ ان تین ایام کے دوران یہ جائز ہے کہ ہر روز رات کو مکہ مکرمہ جائے اور زیارتِ کعبہ کے علاوہ طواف بھی کر لے کیونکہ یہ چیز خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور طبرانی کبیر، بیہقی اور مشکل الآثار طحاوی میں موصولاً مروی ہے:

۳۳۲: اس حدیث کو احمد (۶/۹۰) ابوداؤد (۱۹۷۳) ابن خزیمۃ (۲۹۵۶، ۲۹۷۱) ابن حبان (۱۰۱۳) ابن الجارود (۴۹۲) دارقطنی (۲/۲۷۴) حاکم (۱/۴۷۷، ۴۷۸) اور بیہقی (۵/۱۴۸) نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں اور یہ مدلس ہیں مگر انھوں نے ابن حبان کے ہاں تحدیث کی صراحت کی ہے لہٰذا یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ امام حاکم نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كان (صلى الله عليه وسلم) يزور البيت كل ليلة من ليالي منىٰ [۳۲۳]

آپؐ ایامِ منیٰ میں سے ہر رات کو بیت اللہ کی زیارت و طواف کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔

ذکر و عبادت منیٰ میں قیام کا عرصہ ذکر و عبادت میں گزاریں کیونکہ سورۃ بقرہ آیت ۲۰۳ میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ. (البقرۃ: ۲۰۳)

ان گنتی کے دنوں (ایامِ منیٰ) کو ذکرِ الٰہی میں بسر کریں۔

مسجدِ خیف میں نمازیں ممکن ہو تو بہتر یہ ہے کہ ان ایام کی نمازیں منیٰ میں واقع "مسجدِ خیف" میں ادا کی جائیں کیونکہ طبرانی کبیر واوسط اور المختارۃ للضیاء المقدسی میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ جسے امام منذریؒ نے حسن قرار دیا ہے اور شیخ البانی نے ان کی تائید کی ہے۔

(انظر تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد ص۷۳ طبع کویت)

اور "اخبارِ مکہ" للازرقی (ص۳۵) سے ایک دوسرا موقوف طریق بھی ذکر کیا ہے جس میں ہے:

صلّى في مسجد الخيف سبعون نبيا [۳۲۴]

مسجدِ خیف میں ستر انبیاء نے نماز پڑھی ہے

منیٰ میں قیام کے دوران نمازِ ظہر، عصر اور عشاء قصر کر کے (دو دوگانہ) پڑھنا مسنون ہے کیونکہ صحیحین، ابو داؤد و نسائی، اور مسند احمد میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے:

صلّيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بمنى ركعتين ومع أبي بكرؓ ركعتين ومع عمرؓ ركعتين [۳۲۵]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ منیٰ میں دو دو رکعتیں پڑھیں۔

۳۲۳: انظر سلسلة الاحاديث الصحيحة ۲/۲۵۶ و مناسك الحج والعمرة ص۲۱ (مؤلف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے: مرفوع حدیث کو فاکہی نے "أخبار مکة" (۲۶۶/۴) میں طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۱/ ۴۵۳) میں روایت کیا ہے۔ شیخ البانی نے "تحذیر الساجد" میں اس کو طبرانی کبیر کے علاوہ اوسط (۱/ ۱۱۹/ ۲۔ زوائدہ) اور مقدسی کی "الاحادیث المختارة" وغیرہ کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ اور اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عطاء بن السائب ہیں آخر میں ان کا حافظ بگڑ گیا تھا اور اس حدیث کو ان سے بیان کرنے والے محمد بن فضیل ہیں اور ان کی عطاء سے روایات ضعیف ہیں بلکہ ابو حاتم نے کہا ہے کہ محمد بن فضیل کی عطاء سے جو روایات ہیں ان میں غلطی اور اضطراب پایا جاتا ہے اس نے وہ اشیاء جنھیں عطاء، تابعین سے روایت کرتا ہے صحابہ سے منسوب کردی ہیں۔ ملاحظہ ہو "الجرح والتعدیل" (۶/ ۳۳۴) و"تہذیب التہذیب" موقوف روایت کو ازرقی نے "أخبار مکة" (۱/ ۶۹، ۲/ ۴/ ۱۷) میں اور فاکہی نے بھی "أخبار مکة" (۴/ ۲۶۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند اشعث بن سوار کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ازرقی نے ابن عباس سے اسے ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱/ ۷۲-۷۳) مگر اس سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

شیخ البانی نے "تحذیر الساجد" میں مرفوع اور موقوف دونوں کو ملا کر اس حدیث کو حسن کہا ہے واللہ اعلم۔

اس بارے میں سعید بن المسیب اور مجاہد سے بھی مقطوع روایتیں مروی ہیں یعنی ان کے اپنے اقوال ہیں مگر دونوں قول ضعیف ہیں۔

سعید بن المسیب کے قول کو فاکہی (۴/ ۲۶۸، ۲۶۹) نے روایت کیا ہے۔ اور مجاہد کے قول کو فاکہی اور اُزرقی (۲/ ۴/ ۱۷) نے روایت کیا ہے اس قول میں ستر کی بجائے پچھتر نبیوں کا ذکر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو دن یا تین دن رمی

افضل تو یہ ہے کہ ذوالحج کے ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳) منٰی میں گزارے اور تینوں دن ہی تینوں جمرات پر رمی کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں دن ہی رمی کی تھی۔ جیسا کہ ابوداؤد، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے چنانچہ وہ فرماتی ہیں:

ثم رجع الی منیٰ فمکث بھا لیالی ایام التشریق ۳۳۶

[طوافِ افاضہ کے بعد] آپؐ منیٰ لوٹ آئے اور ایام تشریق کی راتیں وہیں رہے۔

اس حدیث میں "لیالی" اور "ایام" دونوں ہی جمع کے صیغے ہیں جو تین یا تین سے زیادہ کے عدد پر بولے جاتے ہیں۔

لیکن اگر کسی وجہ سے صرف پہلے دو دن (۱۱، ۱۲، ذوالحج) منیٰ میں گزار کر اور صرف دو ہی دنوں کی رمی پر کفایت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلا جائے تو اُسے اس کی اجازت ہے کیونکہ خود قرآن کریم میں سورۂ بقرہ کی آیت ۲۰۳ میں ارشادِ الٰہی ہے:

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ. [البقرہ: ۲۰۳]

جو شخص جلدی کر کے دو ہی دنوں کی رمی کر کے واپس آ گیا، اُس سے کوئی گناہ نہیں۔

البتہ جو شخص دو دنوں کی رمی کر کے ۱۲ ذوالحج کو لوٹنا چاہے اُسے مغرب سے پہلے پہلے منیٰ سے نکل جانا چاہیئے اور اگر وہیں مغرب ہو گئی تو پھر ضروری ہے کہ وہیں رک جائے اور اگلے دن کی رمی بھی کر کے لوٹے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ امام نوویؒ نے المجموعہ شرح المہذب (۲۸۳/۸) میں مذکورہ آیت کے

۳۳۵: بخاری (۱۰۸۴، ۱۶۵۷) کتاب "تقصیر الصلاۃ" و کتاب "الحج" مسلم (۵/۲۰۲) کتاب "صلوٰۃ المسافرین" ابوداؤد (۱۹۶۰) "الحج" نسائی (۳/۲۰) "تقصیر الصلاۃ"

۳۳۶: اس کی تخریج ابھی ۳۳۲ ہی میں گزری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ "یومین" سے استدلال کیا ہے کہ یَوم کا اطلاق دن پر ہوتا ہے نہ کہ رات پر (لہٰذا رات ہونے سے پہلے پہلے نکلے تو ٹھیک ورنہ نہیں) اسی طرح انھوں نے حضرت عمر اور ان کے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہما کا قول بھی نقل کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ "جسے منیٰ میں ہی شام ہو جائے وہ صبح (تیسرے دن) تک رک جائے اور (رمی کر کے ہی) لوگوں کے ساتھ منیٰ سے روانہ ہو جبکہ موطا امام مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں:

لا ینفرنّ حتّی یرمی الجمار من الغد[۳۳۶]

اگلے دن (۱۳ر ذوالحج) کی رمی جمار کئے بغیر واپس ہرگز نہ لوٹے

اور یہی اثر موطا امام محمد (ص۲۳۳ مع التعلیق الممجد) میں بھی ہے اور امام محمدؒ نے کہا ہے کہ ہم بھی اسے ہی اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور عام فقہاء کا قول ہے (بحوالہ مناسک الحج والعمرہ ص۴۰ وانظر ایضاً المغنی ۳/ ۴۰۷)

وجوبِ قیامِ منیٰ ام المومنین صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی سابقہ حدیث کی شرح میں امام شوکانی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے الفاظ (فمکث بھا لیالی ایام التشریق) سے جمہور علماء امت نے یہ دلیل لی ہے کہ منیٰ میں ان دِنوں قیام کرنا واجب ہے اور یہ جملہ مناسکِ حج میں سے ایک ہے۔ اور جمہور کی دوسری دلیل حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جسے اصحابِ سنن ابن حبان، احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

اَنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رخّص لِلرّعاء ان ینزکوا المبیت بمنی[۳۳۷]

۳۳۶: موطا (۱/ ۴۰۷) واسنادہ صحیح

۳۳۷: اس حدیث کو مذکورین کے علاوہ مالک (۱/ ۴۰۸) دارمی (۲/ ۶۱) اور ابن خزیمۃ (۲۹۷۵) نے بھی روایت کیا ہے۔

اور اس کو ترمذی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں اونٹ اور چرانے والوں کو منیٰ میں یہ راتیں گزارنے سے رخصت دے دی۔

اور رخصت کا مقابل عزیمت و وجوب ہے اور یہ اجازت و اذن ایک خاص علّتِ مذکورہ کی وجہ سے حاصل ہوا اور اگر ایسا کوئی سبب نہ ہو ترکِ قیامِ منیٰ کی اجازت بھی نہیں ہے۔ اور تیسری دلیل صحیح بخاری و مسلم میں مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

استاذن العباس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یبیت بمکۃ لیالی منیٰ فی اجل سقایتہ فاذن لہ[۳۳۸]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایامِ منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت طلب کی جو ان کی ذمہ داری سقایۃ الحجاج (حاجیوں کو پانی پلانے) کی وجہ سے تھی۔ تو آپ نے انھیں اجازت دے دی۔

البتہ قیامِ منیٰ کے ترک کرنے پر وجوبِ دم (فدیہ) پر اختلاف رائے ہے۔ مالکیہ کے نزدیک ہر رات کے بدلے میں ایک دم ہے (یعنی کم از کم دو جانور ذبح کرے) بعض فقہاء نے ہر رات کے بدلے بطورِ کفارہ ایک درہم صدقہ کرنے اور بعض نے ہر رات کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا کہا ہے جبکہ امام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک تینوں راتوں کے عوض صرف ایک دم ہے لیکن امام احمد رحمۃ اللہ سے دوسری اور مشہور روایت میں ایسے حنفیہ کے نزدیک ترکِ قیامِ منیٰ پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔ (نیل الاوطار ۳/ ۵/ ۸۰)

رمی ایامِ تشریق کی رمی کا وقت

ایامِ تشریق کی رمی جمار کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی

۳۳۸: (۱)۔ حدیث ابن عباس بخاری (۱۶۳۵) (۲)۔ حدیث ابن عمر بخاری مسلم (۹/ ۶۲۳-۶۳) وغیرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے:

.... یرمی الجمرة اذا زالت الشمس[۳۳۹]

آپ زوال آفتاب کے بعد رمی جمار کرتے تھے۔

اس کی تائید بعض دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے مثلاً ترمذی و ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

رمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمار حین زالت الشمس[۳۴۰]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زوالِ آفتاب کے بعد رمی جمار کی۔

اور صحیح بخاری و ابو داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کنا نتحین، فاذا زالت الشمس رمینا۔[۳۴۱]

ہم انتظار کرتے اور جب آفتاب سر سے ڈھل جاتا تو رمی کرتے تھے۔

ان احادیث کی بناء پر جمہور اہلِ علم کا یہی مسلک ہے۔ جب کہ احناف اور امام اسحاق بن راہویہ کے نزدیک تیسرے دن کی رمی سورج ڈھلنے سے پہلے بھی جائز ہے مگر یہ احادیث ان کی تردید کر رہی ہیں۔ (النیل ایضاً) البتہ یوم نحر (۱۰ ذوالحج) کی رمی کا وقت طلوعِ آفتاب سے ہی شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل ذکر کی جا چکی ہے۔ نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے:

رمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمرة یوم النحر ضحی، واما بعد ذلک فاذا زالت الشمس[۳۴۲]

۳۳۹: اس حدیث کی مفصل تخریج ۳۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۰: ترمذی (۸۹۸) ابن ماجہ (۳۰۵۴) ۳۴۱: بخاری (۱۷۴۶) ابوداؤد (۱۹۷۲)

۳۴۲: مسلم (۹/۴۷-۴۸) ابوداؤد (۱۹۷۱) ترمذی (۸۹۴) نسائی (۵/۲۷۰) ابن ماجہ (۳۰۵۳) اور دارمی (۲/۶۱) وغیرہ نے اس حدیث کو جابرؓ سے روایت کیا ہے یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو صبح کے وقت رمی کی اور اس کے بعد (ایامِ تشریق میں) زوالِ آفتاب کے بعد۔

رمیٔ جمار کا طریقہ

جو شخص یوم نحر کے علاوہ دو دن ایامِ تشریق میں جمرات پر رمی کرے گا اس کی کل ستر (۷۰) کنکریاں بنیں گی۔ یوم منیٰ کے دوران ہر روز تینوں جمرات پر رمی کریں کیونکہ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور صحیح مسلم میں موصولاً حضرت جابرؓ سے مروی حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے [۳۴۳]

ہر جمرے پر سات سات کنکریوں سے رمی کرنا ضروری ہے۔ اور وہ بھی بالترتیب پہلے جمرۂ اولیٰ (یا صغریٰ) پھر جمرۂ وسطیٰ اور پھر جمرۂ کبریٰ (یا عقبہ) پر۔ اور اس کا طریقہ و آداب متعدد احادیث میں یوں آئے ہیں:

جیسا کہ صحیح بخاری، بیہقی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جمرۂ اولیٰ پر رمی کرتے [جو کہ مسجدِ خیف کے قریب ہے] تو اس پر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے پھر تھوڑا سا بائیں جانب ہو جاتے اور قبلہ رو کھڑے ہو کر طویل عرصہ تک ہاتھوں کو اٹھائے دعا فرماتے۔ پھر دوسرے [یعنی جمرۂ وسطیٰ] پر بھی اسی طرح رمی اور دعا کرتے پھر تیسرے جمرے پر آتے جو کہ عقبہ کے پاس ہے [اور جمرۂ عقبہ یا کبریٰ کہلاتا ہے] اس پر بھی سات ہی کنکریوں سے رمی فرماتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر بھی کہتے مگر: ولا يقف عندها ثم ينصرف. [۳۴۴]

وہاں [دعا کے لیے] نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ چلے جاتے۔

ایسے ہی یہی طریقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں بھی ہے جو کہ

۳۴۳: اس کی تخریج ۳۰۰ میں دیکھیں۔

۳۴۴: بخاری (۱۷۵۱، ۱۷۵۳) بیہقی (۵/۱۴۸) احمد (۲/۱۵۲) اسی اس حدیث کو نسائی (۵/۲۷۶، ۲۷۷) دارمی (۲/۶۳) ابن خزیمہ (۲، ۲۹) ابن حبان (۱۰۱۴، [illegible]) دارقطنی (۲/۲۷۵) اور حاکم (۱/۴۷۸) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوداؤد، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے گزری ہے اس کے مذکورہ سابقہ الفاظ کے آگے یہ بھی ہے کہ آپ پہلے اور دوسرے جمرے کو سات سات کنکریوں سے رمی کی اور دونوں کی رمی کے بعد ایک طرف کھڑے ہو کر طویل وقت تک دعا فرمائی مگر تیسرے پر رمی کے بعد کھڑے نہیں ہوئے اور نہ دعا کی ۳۴۵

رمی جمرات کیلئے سواری

جمرات کی رمی کے لیے جاتے وقت سواری پر بیٹھنا جائز ہے اور پیدل جانا بھی۔ البتہ مستحب و افضل یہ ہے کہ یوم نحر کی رمی کے وقت تو چاہے سواری استعمال کر لی جائے مگر باقی دنوں میں (ایامِ تشریق میں) پیدل جایا جائے کیونکہ ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملتے جلتے الفاظ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم نحر کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے لیے تو سوار ہو کر جاتے مگر ایامِ تشریق میں پیدل ہی آتے اور جاتے تھے ۳۴۶

رمی کیلئے وکیل مقرر کرنا

یوم نحر اور ایامِ تشریق میں جمرات پر اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ کمزوروں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کا وہاں خود جا کر رمی کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ایسے میں بعض لوگ اپنے کسی ضعیف یا بوڑھے کو جمرات پر پہنچانے کے لیے بڑا عجیب طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ اس ایک شخص یا بعض خواتین کی خاطر وہ ہزاروں لوگوں کو دھکیلتے اور پھینکتے جاتے ہیں حالانکہ یہ رویہ نہ تو حجرِ اسود کے بوسہ کے لیے ہی درست ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وصیت "طوافِ قدوم" کے ضمن میں گزری ہے:

۳۴۵: دیکھیں ۳۳۲، ۳۴۲: ابوداؤد (۱۹۶۹) بیہقی (۱۳۱/۵) اس حدیث کی سند حسن درجہ کی ہے اس میں ایک راوی، عبداللہ بن عمر العمری ہیں، علامہ ذہبی نے "میزان الاعتدال" (۴۶۵/۲) میں اسکے بارے میں یہ کہا ہے "صدوق فی حفظہ شیءٌ" اور "المغنی" (۳۴۸/۱) میں کہا ہے "صدوق حسن الحدیث".

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہی یہ طریقہ جمرات پر مناسب ہے بلکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ نے تو اسے مکروہ قرار دیتے ہوئے ترمذی شریف میں ایک باب ہی یوں منعقد کیا ہے۔ "باب ماجاء فی کراھیۃ طرد الناس عند رمی الجمار" اور اس باب کے تحت ہی وہ حضرت قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث لائے ہیں جو کہ نسائی و ابن ماجہ میں بھی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يرمي الجمار على ناقته، ليس ضربٌ ولا طردٌ ولا اليك اليك۔ ۳۴۷

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اونٹنی پر بیٹھے [یوم نحر کی] رمی کرتے ہوئے دیکھا۔ وہاں کوئی مار دھاڑ، دھکم پیل، اور ہٹ جاؤ ہٹ جاؤ کا شور نہیں تھا۔

اس صورتِ حال سے بچنے کے لیے کمزوروں، بوڑھوں، ضعیف عورتوں، اور بچوں کو اپنی طرف سے رمی کرنے کے لیے کسی کو اپنا وکیل مقرر کر دینا چاہیے اور خود اپنے خیموں میں ہی رہنا چاہیے۔ [فقہ السنہ ۱/۷۳۵]

اور وکیل کو چاہیے کہ وہ جس جمرے پہ جائے وہاں پہلے ایک ایک کر کے اپنی کنکریاں مارے اور پھر اسی طرح ہی اپنے موکلوں کی کنکریاں بھی مارے۔

---

۳۴۷ ؛ ترمذی (۹۰۳) نسائی (۵/۲۷۰) باب "الرکوب إلی الجمار" ابن ماجہ ۳۰۳۵ باب "رمی الجمار"۔ اسی طرح اس حدیث کو طیالسی (۱/۲۲۳) احمد (۳/۴۱۳) دارمی (۲/۶۲) فاکھی (۴/۲۸۷) ابن خزیمۃ (۲۸۷۸) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۹/۳۸) میں ابن عدی (۱/۲۲۴ـ ۲۲۵) ابوالشیخ نے "الاخلاق" (۵۶) میں ابونعیم نے "حلیۃ الأولیاء" (۷/۱۱۸) بیہقی (۵/۱۳۰) اور البکری نے بھی "الأربعین" ۱۲۷ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔ ترمذی اور ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ تمام کنکریاں ایک ایک کر کے مارنا ضروری ہے اور اگر کسی نے مٹھی بھر کر اکھٹی ہی کنکریاں مار دیں تو یہ رمی شمار نہیں ہوگی جیسا کہ یوم نحر کی رمی جمرہ عقبہ کے ضمن میں بھی گزر چکا ہے [دانظر المغنی ۳/۲۸۶]

رمی میں وکیل مقرر کرنے کے سلسلہ میں بعض روایات ملتی ہیں مگر ان کی اسناد متکلم فیہ ہیں مثلاً ابن ماجہ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک روایت ہے جس کی سند کے ایک راوی اشعث بن سوار کو محدثین نے ضعیف کہا ہے [کما فی نیل الاوطار ۲/۴/۲۹۴) اس روایت میں حضرت جابر رض بیان کرتے ہیں:

حججنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم معنا النسآء والصّبیان فلبّینا عن الصبیان ورمینا عنھم ۳۴۸

ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے ہم نے بچوں کی طرف سے تلبیہ بھی کہا اور ان کی طرف سے رمی بھی کی۔

ایسے ہی ترمذی میں ایک روایت ہے جس میں عورتوں کی طرف سے تلبیہ کہنے اور بچوں کی طرف سے رمی کرنے کا ذکر ہے۔ اس کی سند کے علاوہ بھی متکلم فیہ ہے۔ اور ابن القطان نے کہا ہے کہ اس سے تو ابن ابی شیبہ والی (مذکورہ بالا) روایت کا متن صحیح ہونے کے زیادہ مشابہ ہے کیونکہ عورت کی طرف سے تلبیہ نہیں کہا جا سکتا اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ [النیل ایضاً]

یہ حدیث تو ضعیف السند ہے لیکن صحابہ اور سلف صالحین سے دوسروں کی طرف

۳۴۸: مذکورین کے علاوہ اس حدیث کو طبرانی نے "الاوسط" [۸۹۶] میں بھی روایت کیا ہے۔ اس کو ترمذی (۹۲۷) نے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں ہے کہ ہم عورتوں کی طرف سے تلبیہ کہا کرتے تھے اور بچوں کی طرف سے رمی کیا کرتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے رمی کرنے کا ثبوت ملتا ہے اور ارشادِ الٰہی: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ [التغابن: ۱۶] اللہ سے ڈرتے رہو جس قدر کہ تم میں اس کی استطاعت ہے یہ بھی جواز وکالت کی دلیل ہے کہ بچے، بیمار، کمزور و حاملہ عورتیں رمیٔ جمرات کی استطاعت نہیں رکھتیں اور رمی کے وقت کے ... ہونے کا بھی خطرہ ہوتا ہے لہٰذا بھیڑ کم ہونے کا انتظار بھی ممکن نہیں ہوتا اور اس کی قضاء بھی نہیں جب کہ اس کے برعکس طواف وسعی کا وقت فوت نہیں ہوتا اور وہاں بھیڑ کم ہونے کے انتظار کی گنجائش ہوتی ہے اور وقوف عرفات و مزدلفہ و منیٰ کا وقت تو فوت ہو سکتا ہے مگر وہاں بہر حال سب پہنچ سکتے ہیں اگرچہ معمولی مشقت ہی اٹھانی پڑے بخلاف اس کے اور ویسے بھی رمی میں وکیل بنانا سلف صالحین سے ثابت ہے۔

(التحقیق لابن باز ص۵۰)

عذر کی وجہ سے عذر و ضرورت اور مجبوری کی بنا پر منیٰ کا قیام شب معاف ہے جیسا کہ قریب ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصت دینے کا ذکر گزرا ہے کہ سقایۃ الحجاج کی ذمہ داری کی وجہ سے آپ نے انہیں رخصت دے دی تھی۳۴۹

ایسے ہی اونٹ اور بکریاں چرانے والوں کو بھی آپ نے یہ اجازت بھی دی تھی کہ وہ ایک دن ریوڑ چرالیں اور ایک دن رمی کرلیں یعنی وہ دو دن کی رمی ایک ہی دن کرسکتے ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ اور دیگر کتب میں ہے۲۵۰

۳۴۹: دیکھیں ۳۳۸، ۲۵۰: دیکھیں: ۳۳۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچوں کا حج و عمرہ

بڑوں کی نسبت حج و عمرہ کے احکام و مسائل تو ضروری حد تک ذکر ہو گئے ہیں اور یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کے حج کا تذکرہ بھی کر دیا جائے۔

بچوں کے حج کا صحیح اور کارِ ثواب ہونا

بعض لوگ حج پر جاتے وقت اپنے بچوں کو ساتھ نہیں لے جاتے اور ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ ان پر کونسا حج فرض ہے اور پھر تمام مناسک حج کی ادائیگی میں انھیں ساتھ ساتھ لئے پھرنا باعثِ مشقت بھی ہے۔ یا تیں تو یہ دونوں ہی صحیح ہیں کہ نہ تو ان پر حج فرض ہے اور نہ ہی ان کا ساتھ لیجانا مشقت سے خالی ہوتا ہے۔ لیکن اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بچے کو اپنے ساتھ حج کروانا بہت ہی برکت و فضیلت اور اجر و ثواب کا موجب ہے اور پھر ان کا حج صحیح بھی ہوتا ہے کیونکہ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے :

اَنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی رکباً بالروحاء فقال : منِ القوم !

نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع کے موقع پر) روحاء کے مقام پر ایک قافلے سے ملے تو پوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں۔

انھوں نے جواب دیا : ہم مسلمان ہیں، اور ساتھ ہی انھوں نے سوال کر دیا کہ آپؐ کون ہیں، جس پر رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔
جب آپؐ نے یہ فرمایا تو :

فرفعت الیہ امراءۃ صبیّاً فقالت :
اَ لِھٰذا حجٌ ؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعم ولکِ اجرٌ [۳۵۱]

ایک عورت نے آپؐ کی طرف ایک بچے کو اُٹھایا اور پوچھا، کیا اِس کا حج ہے؟

ہاں، اور تجھے اس کا ثواب ہوگا۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچاننے اور سوال کرنے کہ آپؐ کون ہیں؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

" یا تو یہ ملاقات رات کے اندھیرے میں ہوئی ہوگی اور وہ لوگ پہچان نہ پائے ہونگے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ملاقات تو دن کو ہی ہوئی ہو مگر وہ لوگ آپؐ کو نہ پہچانتے ہوں کہ اپنے اپنے شہروں اور علاقوں میں وہ مسلمان تو ہو چکے ہوں مگر ہجرت کر کے ابھی مدینہ نہ پہنچے ہوں اور اس سے پہلے ابھی آپؐ کو نہ دیکھ پائے ہوں، اور ان کا شمار ان لوگوں میں سے ہو جن کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی کی آواز پہنچی ہو کہ اس سال آپؐ حج پر جانے والے ہیں۔

آپؐ کے اس اعلان پر تو صحیح مسلم ہی کی حضرت رضی اللہ عنہ والی حدیث میں مذکور ہے کہ:

فَقَدِمَ المدینۃَ بشرٌ کثیرٌ [۳۵۲] ایک خلقِ کثیر مدینہ منورہ پہنچ گئی تھی لہٰذا ممکن ہے کہ آپؐ سے ان کی بالمشافہ گفتگو اور ملاقات پہلی مرتبہ اسی مقامِ روحاء پر ہوئی ہو۔ [المرعاۃ شرح المشکوٰۃ علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری ۶/۱۹۹ طبع (سانگلہ ہل شیخوپورہ)

---

[۳۵۱]. اس حدیث کو مسلم (۹/۹۹، ۱۰۰) اسی طرح مالک (۱/۴۲۲) ابوداؤد (۱۷۳) نسائی (۵/۱۲۰، ۱۲۱) ابن خزیمۃ (۳۰۴۹) بیہقی (۵/۱۵۵، ۱۵۶) طیالسی (۱/۲۰۴) احمد (۱/۲۱۹، ۲۴۴، ۲۸۸، ۳۴۴) اور ابویعلیٰ (۲۴۰) نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ اور اس کو ترمذی (۹۲۴) ابن ماجہ (۲۹۱۰) طبرانی نے "الاوسط" (۷۶۳، ۱۲۷۹) ابن جمیع نے "معجم الشیوخ" (ص ۲۲۴) میں اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور یہ بھی صحیح حدیث ہے۔

[۳۵۲]. اس حدیث کی تخریج نمبر ۱۹۰ میں دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نووی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ ثواب بچے کو اُٹھانے، محرماتِ احرام کی پابندی کروانے اور مناسکِ حج وعمرہ کی ادائیگی کروانے پر ہوگا اور انہی سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار قاضی عیاض اور علامہ یمانی امیر صنعانی رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے۔ جب کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر وہ بچہ سمجھدار ہو تو اسے حج کی تعلیم دینے کا ثواب والدین کو ہوگا اور اگر وہ کمسن ہے تو احرام، رمی، وقوفِ عرفات ومزدلفہ میں نیابت اور طواف بیت اللہ وسعی صفا ومروہ کے دوران اُسے اُٹھانے کا ثواب ماں باپ کو ہوگا۔ [بحوالہ بالا]

سبل السلام شرح بلوغ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث (جس میں بچے کا ذکر ہے) اس بات کی دلیل ہے کہ بچے کا حج بھی صحیح ہے، وہ چاہے سمجھدار ہو یا کمسن جب کہ اس کمسن کی طرف سے اس کے سرپرست تمام اعمال ومناسکِ حج خود ادا کرتے جائیں اور جمہور اہلِ علم کا یہی مسلک ہے کہ بچے کا حج صحیح ہے (سبل السلام ۱/۲/۱۸۰ طبع بیروت)

صحیح مسلم شریف کی حدیث اور اہلِ علم ومعرفت کی تشریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بچے پر اگرچہ حج فرض نہیں لیکن اس کا حج صحیح ہے اور اسے اس کا ثواب بھی ہوگا۔ اور صرف اسی پر بس نہیں کہ اُسے ثواب ہوگا بلکہ اُسے حج کرانے والے والدین یا سرپرستوں کو بھی اس کے حج کا ثواب ملے گا۔

اندازہ فرمائیں کہ اگر تھوڑی سی چند روزہ مشقت برداشت کرنے پر اتنا اجر وثواب مل رہا ہو تو پھر اور کیا چاہیئے۔ اور بچّہ اگر ناسمجھ وشیرخوار ہو تو وہ مناسکِ حج وعمرہ میں سے تو کچھ نہیں سمجھ پائے گا۔ سوائے اس کے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ایک حج کا ثواب شیرخواری وکمسنی میں ہی درج ہو جائے گا جو کہ اس کے لیے ایک عظیم سعادت ہے۔

اور اگر بچہ کچھ سمجھدار بھی ہے تو وہ بہت سی حسین اور مقدس یادیں بھی ساتھ لائے گا جو اس کے دینی مستقبل کو سنوارنے معاون ثابت ہوں گی اور اگر بچہ یا بچی لڑکپن کی عمر میں ہوں تو وہ اور بھی زیادہ مستفید ہوں گے، وہ حرمین شریفین سے متعلقہ مقدس یادوں کے ساتھ ساتھ پورا طریقۂ حج بھی سیکھ جائیں گے۔ ننھے مُنّے بچے کی سعادت آپ کو مطلوب ہے تو حاصل ہو جائے گی، بچے کے بہتر(

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور روشن دینی مستقبل کی آپ کو فکر ہے تو اس کی بڑی حد تک اس میں ضمانت موجود ہے، اپنے لختِ جگر کی اسلامی خطوط پر ترتیب کا ارادہ ہے تو یہ مبارک سفر اس کا سنہری موقع ہے اور اپنے اجر و ثواب کو دو چند کرنے کی لگن ہے تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پر یقین کیجئے کہ آپ نے فرمایا ہے: (وَلَكِ أَجْرٌ) کہ تجھے بھی اس کے حج کا ثواب ملے گا۔

عہدِ نبوی اور دورِ خلفاء وصحابہ میں بچوں کو حج کروانے کے واقعات

صحیح مسلم کے حوالہ سے گزری حدیث (جس میں بچے کو حج کروانے کا ذکر ہے) کے علاوہ بھی کتبِ حدیث میں بعض واقعات مذکور ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مسعود اور خلفاء وصحابہؓ کے زمانہ مبارک میں بھی لوگ اپنے بچوں کو اپنے ساتھ حج کرایا کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری، سنن ترمذی اور مسند احمد میں حضرت سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے:

حُجَّ بِی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع وانا ابن سبع سنین۔[۳۵۳]

حجۃ الوداع کے موقع پر مجھے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرایا گیا حالانکہ میں اس وقت صرف سات سال کا تھا۔

۳۵۳: بخاری (۱۸۵۸) "جزاء الصید" ترمذی (۹۲۵) احمد (۳/۴۴۹) اسی طرح اس حدیث کو فاکھی (۱/۳۸۵) طبرانی نے المعجم الکبیر (۷/۱۸۵ و ایضاً ۱۸۶) میں اور بیہقی نے بھی (۵/۱۵۶) روایت کیا ہے۔
محمد بن انس بن فضالۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس سال کی عمر میں حج کیا۔ اس کو بخاری نے "التاریخ الکبیر" (۱/۱۶) میں اور طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۹/۲۴۴، ۲۴۵) میں روایت کیا ہے مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ہی صحیح بخاری ومسلم میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: بعثنی (او قدّمنی) النبي صلى الله عليه وسلم في الثقل من جمع بليل۔ ۳۵۴

مجھے مزدلفہ سے رات کے وقت ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامان (اور عمر رسیدہ خواتین) کے ساتھ آگے (منیٰ) بھیج دیا تھا۔

امام شوکانی، علامہ احمد عبدالرحمٰن البنّا اور علامہ عُبیداللہ رحمانی نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر ابھی نابالغ ہی تھے۔

[نیل الاوطار ۲/۴/۲۹۴، الفتح الربانی وشرحہ ۱۱/۳۱، المرعاۃ ۶/۲۰۸]

گویا ان کا یہ حج بچپن میں ہی تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرفِ ہمرکابی بھی انھیں حاصل تھا۔ اور ترمذی وابن ماجہ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی گزری ہے جس کی سند و متن ہر دو پر کلام بھی نقل ہوا ہے اس میں ہے:

حججنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم و معنا النساء والصبيان، فلبّينا عن الصبيان ورمينا عنهم. ۳۵۵

ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے، ہم نے بچوں کی طرف سے "تلبیہ" بھی کہا اور رمی بھی کی۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے مؤطا امام مالک کی عظیم وضخیم اور بےنظیر شرح التمہید میں لکھا ہے:

أنّ النبي صلى الله عليه وسلم حجّ بأغيلمة بني

۳۵۴: بخاری (۱۸۵۶) مسلم (۹/۴۰) اسی طرح اس کو بیہقی (۵/۱۵۶) اور طیالسی (۱/۲۲۲) نے بھی روایت کیا ہے۔

۳۵۵: ملاحظہ ہو ۳۴۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبد المطلب وحج السلف بصبيانهم (بحوالہ المرقاۃ ۶/۴۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد المطلب کے بچوں کے ساتھ حج کیا اور کرایا اور سلف صالحین اپنے بچوں کے ساتھ حج کیا کرتے تھے اور انھیں کرایا کرتے تھے۔

اور بنی عبد المطلب کے جن بچوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ حج کرایا تھا ان میں سے ہی ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کا ارشاد ابھی قریب ہی گزرا ہے اور ان کے ساتھ دوسرے بچے بھی موجود تھے جن کا ذکر ابوداؤد، ترمذی نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں آیا ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قدّمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، أُغیلمة بنی عبد المطلب علی جمرات لنا من جمع، فجعل یلطخ افخاذنا ویقول: أُبَیْنِیَّ! لا ترموا الجمرة حتی تطلع الشمس،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بنی عبد المطلب کے بچوں کو مزدلفہ کی رات، ہمارے گدھوں پر سوار کر کے آگے (منیٰ) بھیج دیا اور بھیجتے وقت آپ ہماری رانوں پر آہستہ آہستہ پیار سے مارتے ہوئے فرمانے لگے کہ میرے بچو طلوع آفتاب سے پہلے جمرۂ عقبہ پر رمی نہ کرنا۔

ایک راوی حدیث حضرت سفیان رحمہ اللہ نے یہ الفاظ بھی ذکر کئے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ما اخال احداً یعقل یرمی حتی تطلع الشمس[٣٥٦]

میرا خیال ہے کہ کوئی بھی عقلمند ایسا نہیں ہو سکتا کہ (یوم نحر کو) طلوع آفتاب سے پہلے ہی رمی کر لے۔

٣٥٦: ابوداود ۱۹۴۰، نسائی ۵/۲۷۰، ۲۷۱، ابن ماجہ ۳۰۲۵، بیہقی ۵/۱۳۲ و طیالسی ۱/۲۲۳ اور احمد ۱/۲۳۴، ۳۱۱، ۳۴۳ نے اس کو حسن العرنی کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور ترمذی ۸۹۳ نے اس کو مقسم کے واسطے سے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور یہ طرق کی بناء پر صحیح حدیث ہے جیسا کہ ۲۹۲ میں بھی ذکر ہوا ہے" ما اخال ... " یہ الفاظ ابن ماجہ اور بیہقی میں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برصغیر پاک وہند کے عظیم محدّث علاّمہ عبیداللہ رحمانی مُبارکپوری نے مشکوۃ شریف کی جامع ترین شرح مرعاۃ المفاتیح میں علاّمہ ابن عبدالبرؒ کی شرح مؤطا "التمہید" کے حوالہ سے خلفاء راشدین میں سے پہلے بلافصل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی کے بارے میں روایت نقل کی ہے:

أَنَّهُ طَافَ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ فِي خِرْقَةٍ ۳۵۷

کہ انھوں نے (اپنے نواسے، حضرت عائشہ صدیقہ رض کے بھانجے اور حضرت اسماءؓ کے بیٹے) عبداللہ بن زبیرؓ کو (شیرخواری میں) ایک کپڑے میں لپیٹ کر طواف کرایا۔

۳۵۷: اس اثر کو عبدالرزاق (۵/۷۰/۹۰۲۶) ابن ابی شیبہ (۷/ ۲۵۱ دارالتاج) "کتاب الاوائل"، ابن ابی عاصم نے "الاوائل" (۱۲۱) میں اور فاکہی نے "اخبار مکۃ" (۱/ ۳۰۱) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف اور متن منکر ہے۔ سند ضعیف اس لیے کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے اور متن منکر اس لیے کہ واقدی نے کہا ہے یہ غلط ہے کیوں کہ سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عبداللہ بن زبیر ہجرت کے بعد مدینہ میں سب سے پہلے مولود ہیں۔ اور مکّہ ان دنوں دارحرب تھا ان دنوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی مکّہ داخل ہوا۔

حافظ ابن حجر واقدی کا یہ قول نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں" میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ طواف سے مراد ان کو ادھر ادھر لے کر پھرنا ہو اگر ایسے نہیں تو پھر واقدی نے جو بات کہی ہے وہ دُرست ہے کیوں کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جب سے مکّہ سے ہجرت کر کے آئے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرۃ القضا میں ہی مکّہ میں داخل ہوئے تھے اور اس وقت ان کے ساتھ ابن زبیر نہ تھے۔ الاصابۃ (۳/۳۰۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی جو یہ حدیث ہے۔

انا ممن قدم النبي صلى الله عليه وسلم ليلة المزدلفة في ضعفة اهله ۳۵۸

میں انہی میں سے ہوں جنہیں مزدلفہ کی رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ضعیف اہلِ خانہ کے ساتھ آگے (منیٰ) بھیج دیا تھا۔

اہلِ علم میں سے ہر کسی نے اس حدیث کے لفظ "ضعفة" کی شرح میں مریضوں بوڑھوں اور خادموں کے علاوہ عورتوں، بچوں کا تو ضرور ہی ذکر کیا ہے (انظر المرعاة شرح المشکوٰة ۶/ ۲۶، ۲۷ وتحقیق المشکوٰة للالبانی ۲/ ۱۰۲)

الغرض کتبِ حدیث میں مذکورہ ان سب واقعات سے واضح ہو گیا کہ عہدِ نبوی اور دورِ خلفاء وصحابہ میں اپنے بچوں کو اپنے ساتھ حج کرانے کا عام رواج تھا اور علامہ ابن عبدالبرؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ امام مالک و شافعی (اور احمد) سمیت تمام فقہاءِ حجاز، امام ابوحنیفہ سمیت تمام فقہاءِ کوفہ، امام اوزاعی و لیث اور شام و مصر میں ان کے تمام پیروکاروں کے نزدیک بچوں کو حج کرانا مستحب ہے۔ وہ اس کا حکم دیا کرتے تھے اور اسے مستحسن قرار دیتے تھے اور قرونِ اولیٰ کے تمام علماء (جمہور) کا یہی مسلک ہے اور علامہ ابن حزمؒ نے اپنی معروف کتاب المحلّی (۷/ ۲۷۶) میں لکھا ہے:

ونستحب الحج بالصبي وان كان صغيراً جداً او كبيراً وله اجر وحج وهو تطوع وللذي يحج به اجر۔

ہم بچے کو حج کرانا مستحب سمجھتے ہیں اگرچہ وہ بہت چھوٹا ہو یا بڑا اور

۳۵۸: بخاری (۱۶۷۸) مسلم (۹/ ۴۰، ۴۱) اسی طرح اس کو ابوداؤد (۱۹۳۹) نسائی (۵/ ۲۶۱) ابن ماجہ (۳۰۲۶) ابن الجارود (۴۷۲) ابن خزیمہ (۲۸۷۰) بیہقی (۵/ ۱۲۳) اور احمد (۱/ ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۷۲) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اجر بھی ملے گا اور اس کا حج بھی شمار ہوگا اور وہ نفلی حج ہوگا

اور جو اسے حج کرائے گا اسے بھی اجر و ثواب ملے گا۔

اور امام شوکانی رحمۃ اللہ نے نیل الاوطار (۲/۴/۲۹۴ طبع بیروت) میں امام نوویؒ سے بچوں کو حج کرانے کے ثبوت و جواز پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا عمل اور امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

بچّوں کا احرام

بچوں کو حج کرانے کا طریقہ تو تقریباً وہی ہے جو بڑوں کے حج کرنے کا ہے لیکن بعض امور میں کچھ فرق ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے احرام کا مسئلہ درپیش آتا ہے۔ یہاں ایک بنیادی بات پیش نظر رہے کہ شارح صحیح مسلم امام نوویؒ کے بقول امام شافعی، مالک، احمدؒ اور جمہور اہل علم کے نزدیک بچوں کو بھی احرام باندھنا (احرام کے حکم میں داخل کرنا) ضروری ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک بچوں کو احرام باندھنا ضروری نہیں بلکہ وہ معمول کے کپڑوں میں ہی حج کریں گے۔ امام صاحب موصوف کی یہ رائے شارح بخاری حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں، امام نوویؒ نے شرح مسلم میں، امام ابن قدامہؒ نے المغنی (۳/۲۵۲) میں علامہ ابن رشد نے بدایۃ المجتہد (۱/۲۵۳) میں اور فقہ حنفی کے متعدد مؤلفین نے اپنی اپنی کتب میں ذکر کی ہے جب کہ خود فقہ حنفی کی ہی دیگر معتبر کتب مثلاً ہدایہ، غنیۃ، ابن نجیم، ابن عابدین مبسوط، دُرِ مختار، شرح الکتاب اور فتاویٰ عالمگیری میں موصوف کی رائے بھی دیگر آئمہ ثلاثہ اور جمہور کی طرح ہی ہے کہ بچہ کا احرام بھی نفلی طور پر منعقد ہو جاتا ہے (المرعاۃ بحوالہ ۶/ ۲۰۱) تو گویا سب کے نزدیک انہیں احرام باندھ دینا چاہیئے اور یہی بہتر ہے۔ لہٰذا جب کسی میقات پر پہنچیں تو وہاں بچوں کے لیے تو ظاہر ہے کہ عورتوں کی طرح کوئی مخصوص احرام نہیں ہوگا بلکہ وہ تو معمول کے کپڑوں میں ہی احرام باندھ لیں البتہ لڑکوں کو دو سفید چادریں پہنا دی جائیں جس کے آداب و طریقہ کا ذکر گزر چکا ہے۔ یہ تو باشعور اور سمجھدار بچوں کا احرام ہوا جو احرام کے کپڑے پہن سکتے ہیں۔ رہے چھوٹے اور شیر خوار بچے۔ ان میں سے بھی بچیوں کو تو کوئی سے کپڑے بطور احرام پہنائے جا سکتے ہیں البتہ بچوں کو احرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حکم میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے سِلے ہوئے کپڑے اتار دیئے جائیں اور اَن سِلے سفید کپڑے میں انھیں لپیٹ لیا جائے۔ جیسا کہ علامہ ابن عبدالبرؒ کی التمہید کے حوالہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اپنے نظر سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بچپن میں طواف کرانے کا واقعہ گزرا ہے۔ در مختار میں لکھا ہے کہ بچّے کے روزمرہ کے کپڑے اُتار کر اسے دو چادریں پہنا دیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سمجھدار بچّوں کے بارے میں ہے جب کہ چھوٹے اور شیر خوار بچے کو صرف ایک ہی کپڑے میں بطور احرام لپیٹ لینا بھی کافی ہوگا جس کی دلیل سابقہ اثرِ صدیقؓ ہے اور مصنّف عبدالرزاق میں امام ثوریؒ اور عبدالرحمٰن بن قاسم کے واسطوں سے ان کے والد کا بیان نقل کیا گیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

كانوا يحبّون اذا حج الصبي ان يجرّدوه و ان يجنبوه عن الطّيب ۳۵۹

صحابہ کرام اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اگر بچہ حج کرے تو اس کے سِلے ہوئے کپڑے اتار دیئے جائیں اور اسے خوشبو وغیرہ سے بچایا جائے

اور اگر بچوں کو احرام کے کپڑے نہ بھی پہنائے جائیں بلکہ ان کے معمول کے کپڑوں میں انھیں احرام کے حکم میں داخل کر دیا جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے دو میں سے ایک قول کے مطابق اس کی بھی گنجائش ہے کیوں کہ ان کے نزدیک بچے کا احرام لازمی نہیں نفلی ہے۔ لہٰذا افضل تو یہی ہے کہ سِلے ہوئے کپڑے اتار دیئے جائیں۔

بچّوں کا عُمرہ: جب پہن کر بچے تیار ہو جائیں تو ان میں سے سمجھدار بچّے اور بچیاں تو لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ عُمْرَةً کہیں اور پھر ساتھ ہی تلبیہ پکارنا شروع کر دیں اور جب تک احرام میں رہیں "محرّمات احرام" میں سے کسی فعل کا ارتکاب نہ کریں اور ناسمجھ بچّوں کی طرف احرام کی نیّت کر کے انھیں محرِم بنانے

۳۵۹: اس اثر کو حافظ ابن عبدالبرؒ نے "التمہید" (۱/۱۰۲) میں عبدالرزاق کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور اس اثر کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ذمہ داری کس کی ہے اس میں کچھ اختلاف ہے مختصر یہ کہ ماں باپ یا کوئی بھی سرپرست یہ ذمہ داری پوری کر سکتا ہے [المرعاۃ ۶/ ۲۰۵] لہٰذا سبل السلام شرح بلوغ المرام المبسوط، در مختار اور فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہدایت کے مطابق بچے کا ولی یا سرپرست بچے کی طرف سے دل میں یہ نیت کرے کہ میں نے اپنے اس بچے کو "محرم" بنایا۔ تو اس کے ساتھ ہی وہ بچہ احرام کے حکم میں داخل ہو جائے گا [سبل السلام ۱/۲/ ۱۸۱، المرعاۃ ۶/ ۲۰۱] جبکہ مفتی عالم اسلام علامہ ابن باز نے لکھا ہے کہ چھوٹے بچے اور بچی کی طرف سے ان کے سرپرست کا احرام باندھنا [یعنی انھیں احرام کے حکم میں داخل کرنا] بھی واجب نہیں بلکہ نفل ہے۔ ایسا کر لے تو اسے ثواب ہوگا اور اگر ایسا نہ کرے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ [التحقیق والایضاح ص۲۳]

میقات سے احرام باندھنے کے بعد جب حرم شریف کی طرف روانہ ہوں تو بڑے بچے خود تلبیہ کہتے جائیں اور چھوٹے بچوں کی طرف سے ان کے سرپرستوں کا انھیں احرام کے حکم میں داخل کرتے وقت کہا ہوا تلبیہ ہی کافی ہے۔ طہارت کی تمیز نہ رکھنے والے اور شیر خوار بچوں کو پیمپر باندھ لیا جائے یا پھر پلاسٹک کے نیکر ملتے ہیں جن میں عام کپڑا رکھا جاتا ہے۔ اس طرح ان کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔ اور جب سلس البول والے بڑوں کو اس کی اجازت ہے تو بچوں کو بالاولیٰ ہوگی۔ حرم تک پہنچنے پر بتائے گئے آداب و طریقہ سے حرم شریف اور مسجد حرام میں داخل ہوں اور جو بچے طہارت کی تمیز رکھتے ہیں ان کا باوضو ہونا ضروری ہے کیونکہ طواف کے لیے طہارت شرط ہے۔ بڑے بچے تو طواف و سعی خود چل کر کریں جب کہ چھوٹے بچوں کو خود اٹھا کر یا سواری پر بٹھا کر طواف و سعی کروائی جائے۔ اور خود اٹھا کر طواف و سعی کرانے کی شکل میں کیا یہ طواف و سعی بچے اور اسے اٹھانے والے شخص، دونوں کی طرف سے کافی ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہلِ علم کی آراء مختلف ہیں لہٰذا افضل تو یہ ہے کہ پہلے خود طواف و سعی کریں اور پھر مستقل طور پر بچے کو طواف و سعی کرالیں [یا پھر اپنے ساتھ ساتھ ہی کرائے کی سواری پر بچے کو بٹھا کر طواف و سعی کرالیں۔ اس طرح دونوں کی طرف سے طواف و سعی مستقل ہو جائیں گے] اور اسی میں احتیاط ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ عبادت کا معاملہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ترمذی و نسائی اور مسند احمد و طبرانی میں ارشاد ہے:

دَعْ مَا یرِیبُكَ اِلَی مَالَا یرِیبُكَ [۳۶۰]

مشکوک (انداز یا کام) کو چھوڑ کر وہ اپنایئے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ ہو۔

---

[۳۶۰]: یہ صحیح حدیث ہے اس کو حسن بن علی، ابن عمر، انس، نعمان بن بشیر و اثلہ بن الأسقع اور وابصۃ بن معبد رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

۱۔ حدیث حسن بن علی کو ترمذی (۲۵۱۸) "صفۃ القیامۃ" باب (۶۰) نسائی (۸/۳۲۷-۳۲۸) "الأشربۃ" "باب الحث علی ترک الشبہات" دارمی (۲/۲۴۵) "البیوع" "باب" "دع ما یریبک"۔ ابن خزیمۃ (۲۳۴۸) ابن حبان (۵۱۲) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۳/۷۵، ۲۷۰۸، ۲۷۱۱) میں حاکم (۲/۱۳، ۴/۹۹) عبدالرزاق (۴۹۸۴) طیالسی (۱/۲۵۹) احمد (۱/۲۰۰) ابو یعلی ۶۷۶۲ اور ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیاء" (۸/۲۶۴) میں مختلف طرق سے برید بن ابی مریم سے اور انھوں نے ابو الحوراء کے واسطے سے حسنؓ سے روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے اس کو ترمذی، ابن خزیمۃ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے۔

ابو الشیخ نے "طبقات المحدثین" (۱/۴۷) میں اس حدیث کو محمد بن عبدالوہاب کے واسطے سے بھی حسن بن علیؓ سے روایت کیا ہے مگر یہ سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی "ابو تمالب نضر بن عبداللہ" ہے اور یہ مجہول ہے جیسا کہ "تقریب" میں ہے۔

۲۔ حدیث ابن عمر کو طبرانی نے "المعجم الصغیر" (۱/۱۹) میں قضاعی نے "مسند الشہاب" (۶۴۵) میں بیہقی نے "الزہد" (۸۶۵) میں اور خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۶/۳۸۶) میں اس طریق عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر روایت کیا ہے اور یہ حدیث ابن عمر سے مالک عن نافع کے طریق سے بھی مروی ہے مگر اس طریق سے یہ ضعیف ہے اس طریق سے بھی اس کو طبرانی نے "المعجم الصغیر" (۱/۲۰۲) میں ابو نعیم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حلیۃ الاولیاء" (۳۵۲/۶) میں اور خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۲/۱۰،
۳۸۷) میں روایت کیا ہے۔

(۳) حدیث انس کو احمد (۱۵۳/۳) نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ابو عبید اللہ الاسدی ہے اگر یہ ثقہ ہے تو اس کی سند صحیح ہے۔ یہ حدیث انسؓ سے موقوفاً بھی مروی ہے اور اس موقوف کی سند جید ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔
ابن عدی (۲۰۶/۱) نے اس کو ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے مگر یہ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں احمد بن ھارون ہے اور یہ متہم ہے۔

(۴) نعمان بن بشیر کی حدیث کو ابو الشیخ نے "طبقات المحدثین" (۲۰/۴) میں روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی صالح بن موسیٰ ہے اگر یہ صالح بن موسیٰ الطلحی ہے تو اس کی سند سخت ضعیف ہے اگر یہ الطلحی نہیں بلکہ کوئی دوسرا ہے تو کون ہے واللہ اعلم۔

(۵) واثلۃ بن الاسقع کی حدیث کو طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۲۲/۸۱، ۱۹۶) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ (۶) حدیث وابصۃ بن معبد کو بھی طبرانی (۲۲/۱۴۷/۳۹۹) نے ہی روایت کیا ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

یہ حدیث مسند احمد (۱۵۳/۲) میں انسؓ سے اور نسائی (۸/۲۳۰، ۲۳۱) "آداب القضاۃ باب الحکم باتفاق اھل العلم" میں ابن مسعودؓ سے موقوفاً بھی مروی ہے۔
حدیث انس کی سند جید ہے اسی طرح حدیث ابن مسعود کی بھی سند جید ہے۔
اس حدیث کو امام نسائی ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "یہ حدیث جید ہے جید ہے" حاصل کلام مذکورہ احادیث میں سے حدیث حسن بن علی کی ایک سند صحیح ہے اور اسی طرح حدیث ابن عمر کی ایک سند جید ہے اور باقی جو ان کے دوسرے طرق اور شواھد ہیں ان سے بھی اس حدیث کی صحت کی تائید ہوتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر کوئی شخص اپنے بچے کو خود اٹھا لیتا ہے اور ایک ہی طواف وسعی میں اپنی اور اپنے بچے کی طرف سے بھی اکٹھی ہی نیت کر لیتا ہے تو فقہاء کے دو اقوال میں سے صحیح ترین قول کے مطابق یہ طواف وسعی دونوں کی طرف سے ہی کفایت کر جائیں گے کیونکہ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں جس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بچے کے حج کے بارے میں سوال کیا تھا اسے آپؐ نے بچے کی طرف سے الگ طواف اور الگ سعی کرنے کا حکم نہیں فرمایا تھا۔ اگر یہ واجب ہوتا تو آپؐ اس بات کی وضاحت ضرور فرما دیتے۔ (التحقیق والایضاح ص ۲۳)

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جب طواف مکمل ہو جائے تو سمجھدار خصوصاً سات سال اور اس سے زیادہ عمر کے بچوں کو اپنے ساتھ ہی مقام ابراہیمؑ کے پاس دو رکعتیں پڑھائیں کیونکہ سات سال کی عمر کے بچوں کو نماز کا حکم دینے اور دس سال کے ہو کر بھی نہ پڑھیں تو انھیں مار کر پڑھانے کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حالات میں دیا ہے چہ جائیکہ حرم شریف اور موسم حج ہو۔ چنانچہ ابوداؤد ترمذی، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں ارشادِ نبوی ہے:

مروا اولادکم بالصلاة اذا بلغوا سبعًا واضربوهم علیها اذا بلغوا عشرًا ۳۶۱

اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو کر بھی پابندی سے نہ پڑھیں تو انھیں مار کر پڑھاؤ۔

ویسے حرم شریف تک پہنچ جانے والے بچے تو خوش نصیب اور باسعادت بڑے ہو سکتے ہیں وہ تو خود ہی ذوق وشوق کے ساتھ ایسے امور سر انجام دیتے ہیں۔

۳۶۱: یہ حدیث عبداللہ بن عمرو اور سبرہ بن معبد سے مروی ہے۔ عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث ابوداؤد اور مسند احمد وغیرہ میں ہے۔ اور سبرہ بن معبدؓ کی حدیث دارمی اور احمد وغیرہ میں ہے۔ اور یہ صحیح حدیث ہے اس کی مفصل تخریج ہم نے "تخریج صلوٰۃ الرسولؐ" میں کی ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث ۱۳۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب مقام ابراہیمؑ پر دو رکعتیں پڑھ چکیں تو پھر انھیں بھی اپنے ساتھ لیجا کر خوب جی بھر کر آبِ زمزم پلائیں اور جہاں اپنے لیے دین و دنیا کی بھلائیوں کی دعائیں مانگیں وہیں ان نونہالوں سے روشن دینی و دنیاوی مستقبل ورع و تقویٰ اور صحت و درازیٔ عمر کی دُعائیں بھی کریں، کیونکہ آبِ زمزم پیتے وقت کی گئی دُعائیں اور تمنائیں اللہ پوری کرتا ہے جیساکہ آبِ زمزم کے فضائل و برکات کے ضمن میں ذِکر کیا جا چکا ہے۔

اور جب صفا و مروہ کے مابین سعی سے فارغ ہو جائیں تو بچوں میں سے لڑکیوں کے تو انگلی کے پورے کے برابر بال کاٹ دیں اور لڑکوں کے بالوں کے سلسلہ میں بھی بڑوں کے بالوں کی طرح ہی دو صورتیں ہیں:

اوّل: اگر حج (۸ ذوالحج) میں کافی وقت ہو اور بال دوبارہ اُگ سکتے ہوں تو ان کا گنجا کروالیں۔

دوم: اگر وقت کم ہو اور بال اُگنے کی توقع نہ ہو تو پھر ان کے کچھ بال کاٹ دیں تاکہ یوم نحر کو گنجا کیا جا سکے۔

بال کاٹنے (حلق یا تقصیر) کے ساتھ ہی بچوں کا عمرہ بھی پورا ہو گیا والحمد للہ علیٰ ذالک۔ اب ان کے احرام بھی کھول دیں۔ اور آٹھ ذوالحج (یوم ترویہ) تک معمول کے کپڑوں میں رہیں۔ اس دوران سمجھدار بچوں کو نماز کے لیے اپنے ساتھ مسجد حرام میں لیجاتے رہیں اور ممکن ہو تو نفلی طواف میں بھی وقتاً فوقتاً ساتھ لے لیں۔

بچوں کا حج یوم ترویہ (۸ ذوالحج) کو جب خود حج کا احرام باندھیں تو بتائی گئی تفصیل کے مطابق بچوں کو بھی احرام باندھیں اور منیٰ چلے جائیں۔

۹ ذوالحج (یوم عرفہ) کو سورج نکلنے پر انھیں بھی اپنے ساتھ ہی عرفات لے جائیں وہاں سے غروبِ آفتاب کے بعد انھیں اپنے ساتھ ہی مزدلفہ لے آئیں اور رات وہیں رہیں۔ نمازِ فجر کے بعد سورج اُگنے کے قریب تک ذکر و دُعا میں گزار کر طلوعِ آفتاب سے پہلے ہی انھیں وہاں سے منیٰ کو روانہ ہو جائیں۔ وقوفِ عرفات و مزدلفہ میں انھیں ضرور ساتھ ہی رکھیں کہ اس کے بغیر تو حج ہی نہیں ہوتا۔

۱۰ ذوالحج (یوم نحر) کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں ان کے وکیل یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نائب کی حیثیت سے آپ خود رمی کرآئیں کیونکہ وہاں اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ اچھے بھلے بھی ہمت ہار جاتے ہیں چہ جائیکہ بچے وہاں خود جا کر کنکریاں ماریں۔ اور جو بہت چھوٹے یا شیر خوار ہیں ان کی نسبت تو وکیل بننے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں ہے ویسے بھی جب شرعاً وکیل یا نائب یہ ذمہ داری پوری کر سکتا ہے تو پھر عذر کی شکل میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ بعض خواتین اپنے ہاتھ سے کنکریاں مارنے کے شوق بلکہ ضد کی بناء پر اصرار کر کے جمرات پر جا نکلتی ہیں مگر کئی مرتبہ لیسے بھی ہوا کہ جمرات کے قریب نسوانی آواز میں چیخ و پکار سنی۔ جو یقیناً شرعی رخصتوں سے فائدہ نہ اُٹھانے کا خمیازہ بھگتنے والی بات ہے۔ ہاں اگر جمرات کو دیکھنے کا شوق پورا ہی کرنا ہو تو چودہ یا پندرہ ذوالحج کو وہاں چلے جائیں۔ وہ مقامات آپ کو خالی ملیں گے۔ زیادہ سے زیادہ چند لوگ وہاں ہوں گے جو رمی سے رونما ہونے والی توڑ پھوڑ کی اصلاح کر رہے ہوں گے۔

رمی کے بعد اپنی اور بیوی بچوں کی طرف سے فی کس ایک ایک جانور کی قربانی دیں اور اگر ایک اونٹ یا گائے لیکر قربانی دیں تو یہ سات سات افراد کی طرف سے کفایت کر جاتے ہیں۔ اور حج تمتّع یا قران کرنے والے تمام حجاج پر قربانی واجب ہے اور اس عام حکم میں بچے بھی شامل ہیں [الشرح الصغیر للدردیر ۲/۸ حاشیہ] اور امام ابو حنیفہؒ کے سوا باقی تینوں آئمہ اور جمہور اہلِ علم کا بھی یہی مسلک ہے کہ بچے کی طرف سے بھی ہدیٰ [قربانی] لازم ہے۔ [المرعاۃ ۶/۲۰۲]

منحر [قربان گاہ] یا جس جگہ بھی قربانی کرتا ہو وہاں بھی بچوں کو ساتھ نہ لیجائیں بلکہ والد یا سرپرست ہی بچوں کی طرف سے بھی قربانی کرآئے اور یہی طریقہ خواتین اور دیگر ضعیف لوگوں کے لیے بھی ہے۔

قربانی سے فارغ ہونے کے بعد سر کے بال کتروانے یا منڈوانے کا موقع آتا ہے جبکہ بالوں کا منڈوانا ہی افضل ہے کیونکہ سر منڈوانے والوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دعائے رحمت و مغفرت کی تھی اور کچھ بال کتروانے والوں کے لیے صرف ایک مرتبہ جیسا کہ "حلق یا تقصیر" کے ضمن میں حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گزری ہے۔ لہٰذا اپنے ساتھ ہی بچوں کے بھی سر منڈوا دیں جبکہ خواتین اور بچیوں کے لیے صرف انگلی کے ایک پور سے کے برابر بال کاٹنا ہی کافی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی احرام کی سب پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ سب پابندیاں صرف بچوں سے ختم ہوتی ہیں۔ بڑوں پر ابھی ازدواجی تعلقات کی پابندی باقی ہوتی ہے۔ اسی لیے ان کی نسبت یہ "تحللِ اول" کہلاتا ہے جبکہ بچوں کا یہی ایک تحلل ہوتا ہے۔

اس کے بعد "بچوں کا عمرہ" کے ضمن میں ذکر کیے گئے طریقہ کے مطابق انھیں طوافِ افاضہ کرائیں، سمجھداروں کو مقامِ ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھائیں آبِ زمزم پلائیں، صفا و مروہ کے مابین سعی کروائیں کیونکہ پہلی مرتبہ کا طواف وسعی عمرہ کے لیے تھے اور یہ حج کے لیے ہیں اور اس طواف وسعی کے مکمل ہوتے ہی بڑوں سے بھی ازدواجی تعلقات سمیت احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو گئیں اور یہ ان کا "تحللِ ثانی" ہے۔

بچوں کی طرف سے ایامِ تشریق کی رمی میں احتیاط

۱۱، ۱۲، ۱۳ یا کم از ۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ کو بچوں کی طرف سے بھی روزانہ تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں ماریں۔ ایامِ تشریق میں بچوں کی طرف سے رمی کرنے (کنکریاں مارنے) کے سلسلہ میں وکیل یا نائب کی طرف سے جلد بازی میں ایک بہت بڑی غلطی کر جانے کا احتمال ہوتا ہے اور وہ یوں کہ بطورِ مثال ایک صاحب کے پانچ بچے ہیں اور اہلیہ بھی ساتھ ہے۔ ایامِ تشریق میں روزانہ فی کس اکیس ۲۱ کنکریاں بنتی ہیں جنھیں سات سات کر کے تینوں جمرات پر مارنا ہوتا ہے۔ اور ان صاحب کے پاس اپنی اہلیہ کی اور بچوں کی کُل ایک سو سینتالیس (۱۴۷) کنکریاں بنتی ہیں جنھیں تینوں جمرات پر تقسیم کریں تو انچاس انچاس (۴۹) کنکریاں فی جمرہ بنتی ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں بعض لوگ پہلے چند کنکریاں تو سنّت کے مطابق ایک ایک کر کے ہی مارتے ہیں اور پھر مٹھیاں بھر بھر کے اکٹھی پھینک دیتے ہیں جب کہ اس طرح پھینکی ہوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنکریوں سے رمی شمار نہیں ہوتی (المغنی ۳/۳۸۶) لہٰذا ضروری ہے کہ ایک ایک کرکے ہی تمام کنکریاں ماری جائیں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہا جائے۔

البتہ یہ ضروری نہیں کہ پہلے تینوں جمرات پر باری باری جاکر اپنی کنکریاں مارے پھر تینوں پر باری باری ہی بیوی بچوں کی طرف سے بھی جائے بلکہ جتنے افراد کی طرف سے رمی کرنا چاہے پہلے جمرہ پر ایک ہی جگہ کھڑے ہوکر پہلے اپنی طرف سے اور پھر باری باری دیگر افراد کی طرف سے رمی کرلے۔ اسی طرح دوسرے اور پھر تیسرے جمرے پر بھی کرلے تو علماء کے دو میں سے صحیح ترین قول کے مطابق یہ جائز ہے کیونکہ پہلی شکل کی دلیل کوئی نہیں اور پھر اس میں مشقت وحرج بھی ہے جبکہ (سورۂ حج، آیت: ۷۸ میں) ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج: ۷۸)

اور (اللہ نے) دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اور (صحیح بخاری ومسلم نسائی اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بخاری ومسلم اور مسند احمد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی) ارشادِ نبوی ہے:

یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا ۳۶۲ آسانی کرو مشکل نہ پیدا کرو۔

نیز پہلی صورت صحابہ کرام سے بھی منقول نہیں جبکہ انھوں نے بچوں اور عذر والوں کی طرف سے رمی کی اور اگر انھوں نے ایسا کیا ہوتا تو ضرور منقول ہوتا کیونکہ وہ لوگ ایسے امور کو نقل کرنے میں بڑے باہمت تھے (التحقیق والایضاح ص ۵۱)

مذکورہ صورتِ حال میں اگر اپنے دو ایک احباب کا تعاون حاصل کرلیا جائے تو بل کر آسانی کے ساتھ سب کی طرف سے رمی کی جاسکتی ہے اور یہ اس لیے کہ

۳۶۲: (۱) حدیث انس بخاری (۶۹) "العلم" مسلم (۱۲/۴۲) "الجہاد" احمد (۳/ ۱۳۱/۲۰۹) نسائی "السنن الکبریٰ" لاحظہ ہو تحفۃ الاشراف" (۱/۴۳۷)۔

(۲) حدیث ابوموسیٰ بخاری (۶۱۲۴) "الجہاد" باب (۸۰) مسلم (۱۲/۴۰، ۴۱) ابوداؤد (۴۸۳۵) "الادب" باب" کراہیۃ المراء" احمد (۴/۳۹۹) وزوائد احمد (۴/۳۹۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجاج کی کثرت کی وجہ تینوں جمرات پر انچاس انچاس کنکریاں، ایک ایک کر کے مارنا اکیلے آدمی کے لیے کوئی آسان کام نہیں۔ اور مٹھی بھر کر پھینکنے سے تو رمی ہی شمار نہیں ہوتی۔

اس طرح جب ایام تشریق کی رمی مکمل کرلیں تو اس کے ساتھ ہی آپ کا اور بچوں کا حج وعمرہ مکمل ہو گئے۔ ؎

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جا ہے

بچوں پر فدیہ وقضاء؟ بچوں کے حج کے ضمن میں ہی ایک اہم مسئلہ یہ بھی آتا ہے کہ اگر احرام کی حالت میں کسی بچے سے احرام یا پابندیوں میں سے کوئی خلاف ورزی ہو جائے تو کیا اس کے ذمے بھی فدیہ [دم] ہے یا نہیں؟ جس پر اس کا والد یا سرپرست ایک جانور ذبح کرے گا یا نہیں؟

اس سلسلہ میں اہلِ علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ اور جمہور اہلِ علم کا قول یہ ہے کہ محرمات احرام کی خلاف ورزی کرنے پر بچے کی طرف سے بھی دم (کفارہ وفدیہ) دینا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک واجب نہیں جیسا کہ علامہ زرقانی، ابن عبدالبر اور امام خطابی رحمہم اللہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ اور علامہ عُبید اللہ رحمانی نے "المرعاۃ" میں لکھا ہے کہ امام ابن قدامہؒ کی المغنی، امام نوویؒ کی المجموع اور مناسک الحج اور دردیر کی الشرح الکبیر پر دسوقی کے حاشیہ سے پتہ چلتا ہے کہ فدیہ کو واجب قرار دینے والے آئمہ ثلاثہ میں بھی باہم کچھ اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض نے بعض صورتوں میں کفارے اور قضاء کو ساقط وغیرواجب قرار دیا ہے۔ اور احناف کے نزدیک بچوں پر کسی صورت میں بھی کوئی کفارہ وفدیہ اور قضاء واجب نہیں جب کہ معروف محقق علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب المحلی (۷/۲۷۶۔۲۷۷) میں بڑے دقیع دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ بچے پر کوئی فدیہ وقضاء نہیں ہے۔ نیک کام کرنے پر اُسے اجر ملے گا۔ اور اگر اس سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس پر وہ گناہگار نہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احناف (دظاہریہ) نے ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور اس مشہور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کیا ہے جس میں آپ کا ارشاد ہے:

رفع القلم عن ثلاثة، عن الصبي حتى يبلغ ......[۳۶۳]

تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں (ان میں سے سب سے پہلا ہے) بچّہ، جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے ....

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بچے کے غیر مکلّف ہونے کو مجازی طور پر مرفوع القلم کہا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر اس سے قلم اٹھائی گئی ہے کیونکہ اس کے نیک کاموں پر ثواب تو لکھا جاتا ہے۔

فاروقِ اعظم خلیفۂ راشد امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

تكتب للصغير حسناته ولا تكتب عليه سيئاته،

(بحوالہ المرعاۃ ۶/۲۰۳)

بچے کی نیکیاں تو لکھی جاتی ہیں لیکن اس کی برائیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج نہیں ہوتیں۔

علّامہ ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں کہ جب بھی اللہ کا فضل خاص ہے کہ وہ بچے کے بالغ ہونے تک اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں تو لکھواتا ہے مگر گناہ درج نہیں کراتا۔

اس مسئلہ میں علاّمہ رحمانی نے احناف اور علامہ ابنِ حزمؒ کے مسلک کو راجح قرار دیا کہ بچے پر کوئی کفارہ، فدیہ اور قضاء نہیں اور یہی صحیح بھی ہے کیوں کہ دیگر آئمہ ثلاثہ کے پاس اور جمہور کے یہاں اپنے مذکورہ مسلک کو ثابت کرنے کے لیے (قرآن وسنّت کی) کوئی نص صریح اور دلیل نہیں ہے (للتفصیل المرعاۃ ۶/۲۰۰، ۲۰۳)

۳۶۳: یہ حدیث عائشہ، علی اور دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور یہ صحیح حدیث ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابوداؤد (۴۳۹۸) "الحدود" نسائی (۶/۱۵۶) "الطلاق" ابن ماجہ (۲۰۴۱) "الطلاق" وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبل از بلوغت حج کا حکم یہ بات تو معروف ہی ہے کہ بلوغت سے پہلے کیا جانے والا حج نفلی ہوگا۔ ایسا بچہ جب بالغ ہوجائے اور اللہ تعالیٰ اُسے حج کی استطاعت بھی مہیا فرما دے تو اس پر فرض حج (حجِ اسلام) ادا کرنا ضروری ہوگا۔ بچپن کا کیا ہوا حج اس فریضے کو ادا کرنے کے لیے کافی نہیں ہوگا جیسا کہ کئی احادیث سے پتہ چلتا ہے اور پوری امتِ اسلامیہ کا اس بات پر اجماع بھی ہے (للتفصیل فتح الباری [illegible]، تحفۃ الاحوذی ۳/۶۷۳-۶۷۴، نیل الاوطار ۴/۱۸۳، ۲/۴/۲۳۴، الفتح الربانی ۱۱/۳۰-۳۱، المرعاۃ ۶/۲۰۴-۲۰۵، سبل السلام ۱/۲/۱۸۰)

طوافِ وداع

جب ایامِ تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحج) کی رمی مکمل ہوجائے تو منیٰ سے مکہ مکرمہ آجائیں۔ اس کے ساتھ ہی تمام مناسکِ حج مکمل ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف روانگی ہوتی ہے لہٰذا جاتے وقت "طوافِ وداع" ضرور کریں، کیونکہ یہ بھی واجب ہے (قالہ الشوکانی کما فی شرح الفتح الربانی ۱۲/۲۳۶)

وجوبِ طوافِ وداع طوافِ وداع کے واجب ہونے کی دلیل صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور وہ حدیث ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا ينفرنّ احدٌ حتى يكونَ آخر عهده الطواف بالبيت۔ ۳۶۴

کوئی شخص اس وقت تک (مکہ مکرمہ سے) نہ جائے جب تک کہ وہ آخر میں طوافِ وداع نہ کرلے۔

البتہ جو عورت طوافِ افاضہ کرچکی ہو اور اس کے بعد اُسے حیض آجائے تو اسے طوافِ وداع کیے بغیر نکلنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ اسی مذکورہ حدیث میں ہے:

.... اِلّا انّه خفّف عن الحائض ۳۶۵ (حاشیہ ص)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۶۴۔ امام البانی نے اس حدیث کو مسلم (۹/۷۸، ۷۹) ابوداؤد (۲۰۰۲) ابن ماجہ (۳۰۷۰) دارمی (۲/۷۲) ابن الجارود (۴۹۵) ابن خزیمۃ (۳۰۰) بیہقی (۵/۱۶۱) احمد (۱/۲۲۲) اور ابویعلی (۲۴۰۳) نے سلیمان الاحول کے طریق سے طاؤس کے واسطے سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ۔۔ بخاری (۳۲۸، ۱۷۵۵، ۱۷۶۰) "الحیض" "والحج" اسی طرح مسلم ابن خزیمۃ اور بیہقی نے بھی عبداللہ بن طاؤس کے طریق سے اور انھوں نے اپنے باپ "طاؤس" کے واسطے سے ابن عباس سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے "امر الناس ان یکون آخر عہدھم بالبیت" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو طواف وداع کرنے کا حکم دیا۔

اس طریقہ میں ابن خزیمۃ کے علاوہ باقی سب کے ہاں آخر میں یہ اضافہ بھی ہے "الا انہ خفف عن الحائض"۔

۳۶۵۔ دیکھیں ۳۶۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے حائضہ عورت سے اس کی تخفیف کر دی (اسے اجازت دے دی کہ وہ روانہ ہو جائے) اور حیض آجانے کی وجہ سے [۳۶] طوافِ وداع نہ کر سکنے پر کوئی دم (فدیہ) بھی نہیں ہے (شرح الفتح الربانی ۱۲/

طوافِ وداع کا طریقہ و آداب

اس طواف کے لیے نہ تو اضطباع ہے اور نہ ہی رَمَل، اور اس کے بعد صفا و مروہ کے مابین سعی بھی نہیں ہے معمول کے لباس میں حرم شریف میں جا کر سابق میں ذکر کئے گئے آداب کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کریں۔ جب سات شوط (چکر) پورے ہو جائیں تو مقامِ ابراہیمؑ پر دو رکعتیں پڑھیں۔ ملتزم کے ساتھ چمٹ کر یا پاس کھڑے ہو کر دعائیں کریں، آبِ زم زم پئیں اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ سَلِّم اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ پڑھتے ہوئے حرم شریف سے نکل جائیں اور اپنا بایاں قدم پہلے باہر رکھیں جیسا کہ عام مساجد کے نکلنے کا طریقہ بھی ہے۔

بعض لوگ طوافِ وداع کے بعد حرم شریف سے اُلٹے پاؤں نکلتے ہیں اور سیدھے منہ نکلنے کو شائد بے ادبی سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن و سنت میں اس "ادب" کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدین، صحابہ کرامؓ اور آئمہ کرام رحمہم اللہ سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا لہٰذا یہ سراسر خانہ ساز فعل ہے (مناسک الحج والعمرہ ص ۴۳)

شہرِ مکہ سے روانگی

صحیح بخاری و مسلم میں مذکور حدیث کی رو سے نبی اکرمؐ کی سنت یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ثنیہ سفلیٰ کے راستے سے نکلیں [۳۶۶] یہ جگہ آج کل محلہ شامیہ میں باب الشبیکہ کے قریب ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے اس راستے سے نکلنا ممکن نہ ہو تو پھر کسی بھی راستے نکلا جا سکتا ہے کیونکہ پورے مکہ مکرمہ کو ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ

۳۶۶: بخاری (۱۵۷۵، ۱۵۷۶) مسلم (۹/۳) ابوداؤد (۱۸۶۶) نسائی (۵/۲۰۰) دارمی (۱/۲/۷) ابن ماجہ (۲۹۴۰) وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا ہے جس کی تفصیل اور دلائل پر مبنی احادیث "دخول مکہ" کے ضمن میں ذکر کی جا چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو یہ ایمان پرور بہاریں دیکھنا نصیب کرے۔
(آمین یا اللہ العالمین)

آدابِ زیارتِ مدینہ طیّبہ

یوں تو "طوافِ وداع" کے ساتھ ہی حج وعمرہ کے تمام مناسک (فرائض وواجبات) پورے ہو جاتے ہیں۔ ان میں کسی قسم کی کوئی کمی یا نقص باقی نہیں رہ جاتا۔ مدینہ طیّبہ مسجدِ نبوی، حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور روضۂ شریف کی زیارت حج کا حصہ یا رکن تو نہیں ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ اس مقدس سفر کے دوران مدینہ طیّبہ جانا ہی نہیں چاہیئے۔ تکمیلِ حج کے بعد مدینہ طیّبہ بھی جائیں کیوں کہ یہی وہ شہر ہے جہاں مسجدِ نبوی ہے۔

ا۔ مسجدِ نبوی جس میں نماز پڑھنے کی نیت کر کے اور حصولِ ثواب کی غرض سے شدِّ رِحال (سفر کرنا) موسمِ حج اور غیر موسمِ حج ہر وقت ہی جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم اور ابوداؤد میں ارشادِ نبوی ہے:

لا تشدّ الرحال الّا الی ثلاثۃ مساجد: المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ[۳۶۷] (حصولِ ثواب کی غرض سے) صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کر کے جانا جائز ہے: مسجدِ حرام[۱]، میری مسجد[۲] (مسجدِ نبوی) اور مسجدِ اقصیٰ[۳]

۳۶۷: یہ حدیث متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے جن میں ابوھریرہ اور ابوسعید خدری بھی ہیں۔
۱۔ حدیث ابوھریرہ کو بخاری (۱۱۸۹) مسلم (۹/ ۱۶۷، ۱۶۸) ابوداؤد (۲۰۳۳) اور نسائی ۲/ ۳۷، ۳۸ "المساجد" وغیرہ نے روایت کیا ہے ۲۔ حدیث ابوسعید کو بھی بخاری مسلم (۹/ ۱۰۶) "باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ" اور ترمذی ۳۲۶ "الصلاۃ" وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا مدینہ منورہ کے سفر کا ارادہ کریں تو دل میں نیت مسجدِ نبوی کی زیارت کی ہی ہونی چاہیئے۔ اور جب آپ مسجدِ نبوی میں پہنچ جائیں تو پھر حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور روضۂ شریفہ کی زیارت بھی مشروع ہے۔ اس طرح سفر کرنے سے مذکورہ ارشادِ نبوی کی خلاف ورزی نہ ہوگی اور دیگر شبہات کا بھی ازالہ خود بخود ہو جائے گا۔

مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث کی رو سے عام مساجد میں پڑھی گئی ایک ہزار نماز سے زیادہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

صَلٰوۃٌ فِی مسجدی ھذا خیر من الف صلوٰۃٍ فیما سواہ الّا المسجد الحرام۔[۳۶۸]

میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب مسجدِ حرام کو چھوڑ کر دوسری تمام مساجد سے ایک ہزار گناہ زیادہ ہے۔

جب کہ سنن ابن ماجہ کی ایک روایت جو کہ متکلم فیہ ہے اس میں تو پچاس ہزار نمازوں کے ثواب کا ذکر بھی ہے مگر وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ استدلال ہے[۳۶۹] ویسے صحیح بخاری و مسلم میں مذکور ایک ہزار نماز کا ثواب بھی کیا کم ہے۔

۲۔ حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم | مدینہ طیبہ ہی وہ شہر ہے جہاں سرورِ کائنات سیّد المرسلین، امام الانبیاء، امامِ اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ طیبہ ہے جس میں آپؐ کی آخری آرامگاہ

۳۶۸: بخاری (۱۱۹۰) مسلم (۹/۱۶۳، ۱۶۵) نسائی (۲/۳۵، ۵/۲۱۴) "المساجد الثلٰث" اسی طرح یہ حدیث دیگر بھی بہت سی کتب میں ہے۔ اس حدیث کو دیگر بہت سے صحابہؓ نے بھی روایت کیا ہے اور تا حال ان کی تعداد میرے پاس ابوہریرہ سمیت نو تک پہنچ گئی ہے۔

۳۶۹: اس حدیث کو ابن ماجہ (۱۴۱۳) اور اسی طرح ابو سعید الجنیدی نے بھی "فضائل المدینۃ" (۲۱) میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث سنداً ضعیف اور متن کے اعتبار سے منکر ہے، مردود اس لیے کہ متعدد احادیث میں ہے کہ مسجدِ نبوی میں ایک نماز ایک ہزار نماز بہتر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبرِ مقدس ہے۔ جہاں، مسجدِ نبوی میں تحیۃ المسجد پڑھ لینے کے بعد بہ صد ہزار جان درود و سلام پڑھنا چاہیئے۔

۲. روضۂ شریفہ مدینہ طیبہ ہی وہ شہر ہے جس میں "روضۂ شریفہ" ہے جس کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم میں نبی اکرم کا ارشادِ گرامی ہے:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَ مِنْبَرِي، رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ۳۷۰

میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی قطعۂ ارضی جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مقام کو "روضہ" کا نام دیا وہ تو آپ کے گھر اور منبر کے مابین والی جگہ ہے جسے ستونوں پر سفید سنگِ مرمر لگا کر نمایاں اور ممتاز کیا گیا ہے کیونکہ باقی ستون تو وہاں سُرخ سنگِ مرمر کے ہیں لیکن آج اِس مقام کو تو "روضہ" کے نام سے شائد تھوڑے ہی لوگ جانتے ہیں۔ عوام الناس تو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مقدس پر مشتمل حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی روضۂ شریفہ سمجھتے ہیں جب کہ وہ حجرۂ شریفہ ہے جو کہ ام المؤمنین صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ، طیبہ و طاہرہ بنتِ صدیق رضی اللہ عنہا وارضاھا کا گھر ہوا کرتا تھا اور آپ کی قبرِ مقدس اُسی جگہ ہے۔

مسجدِ نبوی میں داخل ہونے کے آداب جب مدینہ طیبہ پہنچیں تو جہاں قیام کا ارادہ ہو وہاں اپنا سامان وغیرہ رکھیں۔ نہا دھو کر اور باوضو، مسجدِ نبوی کا رخ کریں۔ مسجد کے پاس

۳۷۰: یہ حدیث متعدد صحابہ رض سے مروی ہے، جن میں سے ابوہریرہ اور عبداللہ بن زید المازنی بھی ہیں (۱) ابوہریرہ کی حدیث بخاری (۱۱۹۶، ۱۸۸۸) مسلم (۹/۱۶۲) اور ترمذی (۳۹۱۵، ۳۹۱۶) "المناقب" وغیرہ میں ہے

(۲) حدیث عبداللہ بن زید مالک (۱/۱۹۷) بخاری اور مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچنے پر پہلے اپنا دایاں پاؤں مسجد کے اندر رکھیں اور صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں مذکور یہ دُعا کریں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ،
أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَبِسُلْطَانِهِ
الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ
أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. [۳۷۱]

اللہ کے نام سے۔ درود و سلام ہو اللہ کے رسول پر، بڑی عظمت والے اللہ، اس کے رخِ کریم اور سلطانِ قدیم کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔ اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے!

یہ پوری دُعا یاد نہ ہو تو کم از کم اس کا آخری حصہ ؎ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ؏ ضرور پڑھ لیں۔

مسجد میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کریں کہ تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کریں اور بہتر ہو کہ یہ دو رکعتیں روضۃ الجنۃ میں ادا کی جائیں (التحقیق والایضاح ص۱۰۱) جس کی خاص نشانی ذکر کی جا چکی ہے کہ اتنی جگہ کے تمام ستون سفید سنگِ مرمر کے ہیں جب کہ اس کے ارد گرد پرانی تعمیر کے ستونوں کا ڈھے لال رنگ کے ہیں۔

درود و سلام

تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر حجرۂ اقدس پر حاضر ہوں اور محسنِ انسانیت، نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالِ ادب اور جوشِ محبت کے ساتھ درود و سلام پڑھیں کیونکہ قرآن کریم میں اس کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.

اے ایمان والو! آپ پر درود و سلام پڑھو۔ (الاحزاب: ۵۶)

۳۷۱: "اعوذ باللہ العظیم ... الشیطان الرجیم" یہ دعا عبداللہ بن عمرو کی حدیث میں ہے اور اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اسکی سند جید ہے مزید تفصیل کے لیے ص۴۳۱ دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی کی قبر پر سلام کہیں جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی آسودۂ خاک ہیں اور پھر حضرت عمر فاروق رضی کی قبر پر سلام کہیں کہ وہ بھی ساتھ یکے از آسودگان ہیں اور آپ کے ان دونوں صاحبین کے لیے دعا بھی کریں اور ہر ایک کے لیے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ کہیں۔

توجہ طلب امور یہاں بعض امور کی طرف توجہ مبذول کروانا مناسب معلوم ہوتا ہے جن میں سے:

پہلا :۔ یہ کہ یہاں کسی خاص ہیئت کے اختیار کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ادب و محبت سے آئیں اور صلوٰۃ و سلام کریں اور امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں جو لکھا ہے کہ "آپ کے چہرۂ مبارک کے سامنے کھڑا ہو ...." [احیاء علوم الدین ۲۳۲/۱ طبع عالم الکتب دمشق] اس ہیئت کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے [مناسک الحج والعمرہ ص۶۲] اور نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور سلام کرنا بھی ناجائز ہے۔ [التحقیق والایضاح ص۶۸ نقلہ عن فتح الباری]

دوسرا :۔ یہ کہ وہاں کے لیے کوئی مخصوص دعا و سلام ثابت نہیں اور امام غزالیؒ نے ہی اپنی کتاب (۲۳۲/۱، ۲۳۳) میں جو دو تین صفحات پر مشتمل صلوٰۃ و سلام اور دعا و سلام ذکر کی ہے وہ صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے۔

وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی کے عمل سے جو ثابت ہے وہ صرف یہ ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ ، اے ابوبکر! آپ پر سلامتی ہو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ ، اے ابا جان! آپ پر سلامتی ہو۔

اتنا کہتے اور چل دیتے تھے ۳۷۲ [بحوالہ التحقیق والایضاح ص۶۲]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی سے مروی اس اثر کے پیش نظر اگر کوئی شخص یہ کہہ لے تو مضائقہ نہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں نازل ہوں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ ، اے ابوبکر رضی! آپ پر سلامتی ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۷۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو مالک (۱/ ۱۶۶) "قصر الصلاۃ فی السفر"، عبدالرزاق (۶۷۲۴) ابن ابی شیبہ (۳/ ۳۴۱) بیہقی (۵/ ۲۴۵) اور قاضی اسماعیل نے "فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (۹۸، ۹۹، ۱۰۰) میں روایت کیا ہے۔ اور یہ اثر ابن عمر سے بسند صحیح ثابت ہے۔

تنبیہ: قاضی اسماعیل کی ایک روایت (دیکھیں ۱۰۱) میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ابن عمر سلام کہنے سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ مگر یہ اضافہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں دو راوی متکلم فیہ ہیں۔ نیز دوسرے ثقہ راویوں نے یہ اضافہ ذکر نہیں کیا۔

واضح رہے کہ صحابہؓ میں سے یہ فعل صرف ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہی تھا ان کے علاوہ کسی اور صحابی سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے "مصنف عبدالرزاق" میں عبیداللہ بن عمر (یہ تابعین کے طبقہ صغریٰ میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ابن عمر کے علاوہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے ایسا کیا ہو۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ ، اے عمرؓ! آپ پر سلامتی ہو۔
(مناسک الحج والعمرۃ ص۶۲)

تیسرا:- یہ کہ حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلواروں اور جالیوں کو چھونا انھیں چومنا اور اس کا طواف کرنا جائز نہیں اور بعض لوگ تو جالیوں یا دیواروں کو چھونے کے بعد پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ اور سینے پر ملتے ہیں اور آنکھوں پر لگاتے ہیں۔ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معیار شرعی نہیں بلکہ مصنوعی ہے بالفاظِ دیگر درآمدہ ہے۔ کیونکہ امام غزالیؒ نے اس چوما چاٹی پر نکیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

اِنَّهٗ عَادَةُ النَّصَارٰى وَالْيَهُوْدِ یہ یہود و نصاریٰ کی عادت ہے۔

(احیاء علوم الدین ۱/۲۴۴ بحوالہ المناسک ص۶۲ (شرح المہذب للنووی والمغنی لابن قدامہ ۳/۵۰۰) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ۲۶/۹۷)

امام نووی اور ابن قدامہ نے بھی ان امور کو ناجائز ہی لکھا ہے اور تو اور ان اُمور کو بجا لانے میں پیش پیش لوگوں کے پیشوا، بریلوی مکتبِ فکر کے بانی، مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی عفی اللہ عنّا و عنہٗ نے بھی ان امور کو منع قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ "انوار البشارات فی مسائل الحج والزیارات" مطبوعہ مکتبۂ رضویہ آرام باغ کراچی کے ص۲۹ پر فرماتے ہیں:

"خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے ہاتھ لگانے سے بچو کیونکہ خلافِ ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔" اور آگے ص۴۷ پر لکھتے ہیں:

روضۂ انور کا نہ طواف کرو، نہ سجدہ، نہ اتنا جھکو کہ رکوع کے برابر ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت ہے۔" اور احکامِ شریعت حصّہ سوم میں فرماتے ہیں:- "بلاشبہ غیرِ کعبہ معظمہ کا طوافِ تعظیمی ناجائز ہے اور غیرِ خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔" (بحوالہ تعلیمات شاہ احمد رضا خاں بریلوی ص۱۹، از مولانا محمد حنیف یزدانیؒ طبع مکتبہ نذیریہ، لاہور)

اسی طرح ہی متقدر علماء و محققینِ احناف (دیوبندی مکتبِ فکر) نے بھی مذکورہ امور کو ناجائز گردانا ہے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاریؒ "شرح مناسک الحج" میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لا يطوف أي لا يدور حول البقعة الشريفة لان الطواف من مختصّات الكعبة المنيفة فيحرم حول قبور الانبياء والاولياء ولا عبرة بما يفعله الجهلة ولو كانوا فی صورة المشائخ والعلماء"

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس کے) بقعۂ شریفہ کے گرد طواف نہ کیا جائے کیونکہ طواف صرف کعبہ شریف کا ہی خاصہ ہے۔

پس انبیاء و اولیاء کی قبور کے گرد طواف کرنا حرام ہے۔

اور ان جاہلوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا جو کہ بظاہر مشائخ و علماء ہی نظر آتے ہیں۔ (اور ان افعال کا ارتکاب کرتے ہیں)

ایسے ہی معراج الدرایہ ص۱۲۴ اور عینی شرح ہدایہ جزء دوم ص۱۳۶ پر مذکور ہے:

"لو طاف حول مسجد سوی الکعبة الشریفة یُخشیٰ علیه الکفر" اگر کعبہ شریف کے سوا کسی مسجد کا بھی طواف کر لیا تو اس میں کفر کا خطرہ ہے۔

شرح عین العلم میں علامہ قاری لکھتے ہیں:

"لا یمّس أیّ القبر ولا التابوت ولا الجدار، فورد النهی عن مثل ذالك بقبره علیه السلام فکیف بقبور سائر الانام، ولا یقبّل، فانّه زیادة علی اللمس فهو اولیٰ، فالتقبیل مختصّ بالحجر الاسود"

کسی قبر، تابوت اور دیوار کو نہ چھوا جائے کیونکہ ان کاموں کی ممانعت تو قبرِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بھی وارد ہوئی ہے تو پھر دوسرے لوگوں کی قبروں کے لیے یہ کیسے جائز ہوں گے اور نہ کسی قبر کو بوسہ دیا جائے یہ تو چھونے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ بوسہ دینا تو صرف حجرِ اسود کے ساتھ خاص ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جو تقریباً ہر مکتبۂ فکر کے ہاں بڑی محبت و احترام سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھے جاتے ہیں بالخصوص حضرت فاضل بریلوی نے موصوف کو اپنی تصنیفات میں بڑے اچھے لفظوں سے یاد کیا ہے اور انھیں "شیخ محقق" کا خطاب دیا ہے۔" انھوں نے تاریخ و فضائل مدینہ کے موضوع پر اپنی کتاب "جذب القلوب الی دار المحبوب" ص۱۶۱ تا ص۱۶۲ (مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ لاہور) پر لکھا ہے:

"از سجود و تمریغِ وجه بتراب و استلام و تقبیلِ شباکِ شریف و امثال آنکه در شرع رخصت نکرده اند و در نظرِ ظاهر بینان از قبیلِ ادب نمایند، اجتناب بلکه به یقین دانند که حقیقتِ ادب در رعایتِ اتباع و امتثالِ امرِ آنحضرت ست. و هر چه نه ازین باب است توهم باطل است۔"

(آپ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر) سجدہ نہ کرے اور اپنا منہ خاک پر نہ ملے اور جالی شریف کو نہ چومے۔ اور جو ایسے خلاف شرع امور ہیں ان سے اجتناب کرے اگرچہ وہ ظاہر بینوں کی نظر میں ادب کی قبیل سے معلوم ہوتے ہیں لیکن اس بات کا یقین رکھیئے کہ حقیقتِ ادب آپؐ کی اتباع و فرمانبرداری میں ہے اور جو اس باب سے نہیں وہ توہم باطل ہے۔

(بحوالہ تعلیمات شاہ احمد رضا خان بریلوی ص۱۵، ص۱۶، ص۱۸، ص۱۹)

چوتھا:- یہ کہ صلوٰۃ وسلام کے وقت یہاں زیادہ دیر تک رکے رہنا اور بھیڑ کا سبب بننا جس کے نتیجہ میں شور پیدا ہو۔ یہ بھی درست نہیں کیونکہ یہ ادب گاہِ عالم ہے۔ یہاں آوازوں کو پست رکھنا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ حجرات کی آیت ۲ میں ارشاد الٰہی ہے:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ (الحجرات:۲)

نبیؐ کی آواز سے اپنی آوازوں کو اونچا مت کرو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ارشادِ الٰہی پر آپؐ کی موت و حیات ہر دو شکلوں میں ہی عمل کریں کہ اِس میں احترامِ رسالت پنہاں ہے۔ (التحقیق والایضاح لابن باز ص۶۷)

پانچواں :۔ یہ کہ جب صلوٰۃ وسلام سے فارغ ہوجائیں تو قبلہ رو ہوکر اللہ تعالیٰ سے دین و دُنیا کی بھلائیوں کی دعائیں مانگیں۔

بعض لوگ جوشِ محبت میں ہوش کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور مذکورہ بالا ناجائز امور کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ دُعا مانگتے وقت بھی قبلہ رو ہونے کی بجائے قبرِ شریف کی طرف ہی منہ کئے رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ دُعا قبلہ رو ہوکر ہونی چاہیئے (حوالۂ بالا)

ایسے امور کو بدعات کہا جاتا ہے اور سفر حج و عمرہ پر روانگی سے لیکر واپسی تک سے تعلق رکھنے والی بدعات کی فہرست خاصی طویل ہے حتّٰی کہ مناسک الحج والعمرہ میں ایسی ایک سَو چھہتّر بدعات ذکر کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی راقم الحروف نے کیا تھا جو کئی سال ہوگئے، شائع بھی ہوچکا ہے۔ کتبہُ اللہ فی حسناتی۔ بدعات کی مذمت تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسے ہی بہت کی ہے صحابہ کرامؓ، تابعین وآئمہ عظام رحمہم اللہ اور بعد کے علماء نے بھی ان کی سخت مذمت کی ہے۔ اور اگر ایسے افعال کا ارتکاب خاص مدینۃُ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ معاملہ انتہائی خوفناک انجام کا سبب بن سکتا ہے جس کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

مَن احدث فیها مُحْدَثًا او اٰوٰی مُحْدِثًا فعلیه لعنة الله والملٰئكة والناس اجمعین لا یقبل منه صَرف ولا عدل [۳۷۳]

---

۳۷۳ : یہ حدیث علیؓ سے مروی ہے اور اس کے شروع میں "المدینة حرام ما بین عیر الی ثور" کے الفاظ بھی ہیں اور اس کو بخاری (۱۸۰۷) "فضائل المدینة" مسلم (۱۴۳/۹) "الحج" ابوداؤد (۲۰۳۴) "الحج" ترمذی (۲۱۲۷) "الولاء والھبة" باب "ماجاء فیمن تولی غیر موالیه..." بیہقی (۱۹۶/۵) طیالسی ۲/۲۰۳ احمد ۸۱/۱، ۱۲۶، ۱۵۱، ابویعلیٰ ۲۶۳، ۲۹۶، ابونعیم نے "الامامة والخلافة" ۱۸۸ میں اور اللالکائی نے "شرح اصول اعتقاد اھل السنة والجماعة" (۱۸۹) میں روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے اس (مدینہ منورہ) میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، اس سے اس کی کوئی فرضی یا نفلی عبادت قبول نہیں کی جائیگی

مسجدِ قبا مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام کے دوران مسجدِ قبا میں کسی وقت دو رکعتیں ضرور پڑھ لیں کیونکہ ترمذی و نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

من تطهّر في بيته ثم اتى مسجد قباء فصلّى فيه صلاة كان له كاجر عمرة ۳۷۴

جو شخص گھر سے وضو کر کے آئے اور مسجد قبا میں نماز (دو رکعتیں) ادا کرے اسے ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يزور قباء راكبا وماشياً (زاد في رواية) فيصلي فيه ركعتين۔ ۳۷۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کے لیے کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر جایا کرتے تھے (اور ایک روایت میں ہے) وہاں دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

بقیع الغرقد قیامِ مدینہ کے دوران مسجدِ نبوی میں پنجگانہ نماز با جماعت کی پابندی کریں اور مسجدِ نبوی کے ساتھ ہی جنۃ البقیع ہے۔ اس کی زیارت کے لیے جائیں تو صحیح مسلم میں مذکور یہ دعا اہلِ بقیع کے لیے کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ

۳۷۴: ان الفاظ سے یہ حدیث سہل بن حنیفؓ سے مروی ہے اور اس کو نسائی ۲/۳۷ "المساجد" ابن ماجہ ۱۴۱۲ "اقامۃ الصلاۃ" احمد ۳/۴۸۷ اور ابوسعید الجندی نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فضائل المدینۃ" (۵۷) میں روایت کیا ہے مگر مذکور الفاظ ابن ماجہ کے ہیں۔ اس حدیث کی سند تو ضعیف ہے مگر یہ اپنے شواھد کی بناء پر صحیح حدیث ہے ان شواھد میں اسید بن ظہیر ابن عمر سھل بن سعد اور ابوسعید خدری رضؓ کی احادیث ہیں: (۱) حدیث اسید کو ترمذی (۳۲۴) ابن ماجہ (۱۴۱۱) حاکم (۱/ ۴۸۷) بیہقی (۵/ ۲۴۸) ابن ابی شیبۃ (۲/ ۴۷۳، ۱۲/ ۲۱۱) ابو یعلی (۲/ ۷۱) اور بخاری نے "التاریخ الکبیر (۲/ ۴۷) میں روایت کیا ہے۔

(۲) حدیث ابن عمر کو ابن حبان (۱۰۳۸) اور عقیلی (۱/ ۹۸، ۲۲۰، ۲۲۱) نے روایت کیا ہے اور اس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ [۳، ۴] حدیث سھل بن سعد اور ابوسعید کو ابن سعد نے "الطبقات" (۱/ ۲۴۴) میں روایت کیا ہے۔

تنبیہ: سھل بن حنیف رضؓ کی حدیث کے ایک طریق میں چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور اس طریق سے اس روایت کو ابن ابی شیبۃ، عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" (۴۶۹) میں اور عقیلی (۴/ ۴۵۰) نے روایت کیا ہے۔ مگر یہ طریق یوسف بن طہمان کی وجہ سے سخت ضعیف ہے جبکہ اسی طریق سے اس حدیث کو بخاری نے بھی "التاریخ الکبیر (۸/ ۳۷۹) میں روایت کیا ہے مگر اس میں چار رکعت کی صراحت نہیں ہے مگر اس حدیث کے دوسرے طریق اور مذکورہ دیگر احادیث کی طرح مطلق نماز کا ذکر ہے۔

۳۷۵: اس حدیث کو مسلم (۹/ ۱۶۹، ۱۷۰) ابوداؤد (۲۰۴۰) اور بیہقی (۵/ ۲۴۸) نے روایت کیا ہے اور بخاری (۱۱۹۴) نے "فیصلی فیہ رکعتین" ان الفاظ کو تعلیقاً روایت کیا ہے۔ ان الفاظ کے بغیر یہ حدیث بخاری، اسی طرح نسائی (۲/ ۳۷) وغیرہ میں موصولاً مروی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَاحِقُوْنَ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ [۳۷۶]

اے مومن لوگو! تم پر سلامتی ہو۔ اور تمہیں وہ مل گیا ہے جس کا تم سے وعدہ تھا اور ہم بھی، جب اللہ نے چاہا تم سے آملیں گے۔

اے اللہ! بقیع الغرقد کے آسودگان کی مغفرت فرما۔

اور صحیح مسلم کی ہی دوسری روایت میں ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔ [۳۷۷]

اے اس شہرِ خاموشاں کے مومن و مسلمان باسیوں پر سلامتی ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے پہلے چلے جانے اور پیچھے رہ جانے والوں پر رحم فرمائے اور اِنْ شَاءَ اللّٰه ہم بھی تم سے ضرور آملیں گے۔

اس دُعا کے آخری الفاظ (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ) چھوڑ کر مذکورہ دونوں صیغوں پر مشتمل یا کوئی ایک دُعا و سلام شہداء احد پہ بھی پڑھیں۔ اور چاہیں تو عام قبرستانوں میں پڑھی جانے والی یہ دعا کرلیں جو کہ مسلم شریف میں مذکورہ بالا دونوں دعاؤں کے آگے ہی درج ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَلَاحِقُوْنَ، اَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔ [۳۷۸]

۳۷۶: یہ دُعاء عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے اور اس کو مسلم (۷/۴۱) "الجنائز" نسائی نے "السنن" (۴/۹۴) "الجنائز" اور "عمل الیوم واللیلۃ" (۱۰۹۲) میں ابن السنی (۵۹۰) اور بیہقی (۵/۲۴۹) نے روایت کیا ہے۔ ۳۷۷: یہ دُعاء بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہی ہے اس کو بھی مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ۳۷۸: یہ دُعاء بریدۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اس کو بھی مسلم، نسائی اور ابن ماجہ (۱۵۴۷) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے اس شہر خاموشاں کے مؤمن و مسلمان باشندو! تم پر سلامتی ہو اور ہم بھی ان شاء اللہ (تم سے) آملیں گے ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

دیگر تاریخی یادگاریں

مذکورہ مقامات اور زیارتوں کے علاوہ مدینہ طیبہ اور اس کے گرد و نواح میں کتنی ہی تاریخی یادگاریں ہیں۔ ایسے ہی مکہ مکرمہ کے قرب وجوار میں بھی ایسے ہی مقامات موجود ہیں۔ جن کی شرعی نقطۂ نظر سے تو نہیں البتہ تاریخی نقطۂ نظر سے زیارت کی جا سکتی ہے۔ اور اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ جہاں بھی جائیں وہیں دو رکعتیں ضرور ہی پڑھیں۔ کیونکہ یہ التزام قطعاً ثابت نہیں ہے اور جہاں کچھ ثابت ہے وہ ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

قیام مدینہ طیبہ

حرمین شریفین روئے زمین پر دو ایسے مقامات ہیں کہ جہاں رہتے ہوئے کسی مسلمان کا کبھی بھی جی نہیں بھرتا کیوں کہ وہاں قلب و نظر کی آبیاری اور روح و ایمان کی بالیدگی کے سامان موجود ہیں۔ ایک حرم (حرم مکی) میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور دوسرے حرم (حرم مدنی) میں ایک نماز کا ثواب صحیح حدیث کی رُو سے ایک ہزار نماز سے زیادہ ہے لہٰذا حج سے پہلے یا بعد میں زیارتِ مدینہ طیبہ سے فارغ ہو کر زیادہ سے زیادہ وقت مکہ مکرمہ میں صرف کرنا اجر و ثواب میں زیادتی کا باعث ہے کیونکہ حرم مکی میں پڑھی گئی ایک نماز کا ثواب حرم مدنی سے سوگناہ زیادہ ہے مگر بعض حجاج کرام مکہ مکرمہ میں کم رہیں یا زیادہ مدینہ طیبہ میں کم از کم آٹھ دن رُکنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پوری کر سکیں۔

چالیس نمازیں؟

مدینہ طیبہ میں آٹھ دن قیام کر کے چالیس نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرنے کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ شاید وہ حج کا ایک لازمی جزء ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حرمین شریفین میں جتنا بھی رکا جائے سعادت ہے، جتنی فرصت اور گنجائش ہو وہاں اتنا وقت گزارا جا سکتا ہے [اگرچہ جلد وطن واپسی مستحب ہے جیسا کہ تھوڑا آگے چل کر ہم بادلائل ذکر کر رہے ہیں]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن حرم نبوی میں آٹھ دن کا قیام اور مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کا التزام حج کا حصّہ ہرگز نہیں ہے البتہ مسند احمد اور طبرانی اوسط کی ایک روایت سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ مسجدِ نبوی میں بلا انقطاع مسلسل چالیس نمازیں پڑھنے والے کی جہنم اور نفاق سے براءت اور عذاب سے نجات ہو جاتی ہے[۳۷۹]

غالباً اِسی روایت کے پیشِ نظر اکثر حجاج مدینہ شریف میں آٹھ دن قیام کرنے پر مصر ہوتے ہیں۔

اولاً یہ روایت ہی صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ و موضوعۃ للالبانی ۱/۳۶۶) یہیں یہ بھی ذکر کر دیں کہ بعض اہلِ علم نے اِس روایت کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ جس سے اس روایت کے قوی ہونے کا شبہ ہوتا ہے مثلاً علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (۴/۸) میں کہا ہے کہ اس روایت کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، مسجدِ حرام کے ایک فاضل مدرس شیخ المعصومی نے المشاھدات المعصومیتہ (ص۲۰) میں اس کی توثیق کی ہے۔ امام منذریؒ نے الترغیب (۲/۱۳۶) میں اس کی تصحیح کی ہے اور دورِ حاضر کے معروف عالم سید سابق نے فقہ السنۃ (۲/۱۱۲) میں اسے امام احمد و طبرانی کی طرف منسوب کرکے اس کی سند کو صحیح کہا ہے لیکن یہ تسامحات ہیں کیونکہ اس روایت کا ایک راوی نبیط بن عمرو ہے جس سے امام بخاری و مسلم حتّٰی کہ اصحابِ سنن نے کوئی روایت نقل نہیں کی۔ اور اِس راوی کو امام ابن حبان کا ثقہ قرار دینا بھی ان کے معروف اصول "توثیق المجہولین" کے تحت ہے جسے دیگر محدثین کرام نے قبول نہیں کیا۔ اور پھر کسی محدّث کا کسی حدیث کے بارے میں "رِجَالُہٗ ثقات" یا رجالہ رجال الصحیح" کہہ دینا بھی اِسکے صحیح السند ہونے کے لیے کافی نہیں ہوتا کیونکہ رواۃ کے ثقہ اور صحیح کے رواۃ ہونے

۳۷۹۔ اس حدیث کو احمد (۳/۱۵۵) عبداللہ بن احمد نے "زوائد السند" (۳/۱۵۵) میں اور طبرانی نے "الاوسط" میں (جیساکہ "مجمع الزوائد" میں ہے) روایت کیا ہے یہ حدیث انسؓ مروی ہے اور اسکو بیان کرنیوالا نبیط بن عمرو ہے اور یہ مجہول ہے اسی علّت کی بنا پر شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے دیکھیں ۳۶۴ "السلسلۃ الضعیفۃ"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود اس کی سند میں انقطاع اور ارسال کا خدشہ باقی رہتا ہے [للتفصیل: الضعیفۃ ار ۲۶۶ تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنہ لسید سابق مؤلفہ شیخ البانیؒ مقدمہ، فائدہ نمبر ۴، ۵، ۶ ص ۱۹ تا ص ۲۷ طبع دار الرایۃ الریاض، ماہنامہ محدث لاہور جلد ۱۹ شمارہ ۶ بابت جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ بمطابق جنوری ۱۹۸۹ء ص تا ۲۷ مقالہ جناب غازی عزیز)

ثانیاً اگر علی وجہ التنزل متنازالیہ حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے یہ مفہوم تو ہرگز نہیں لیا جا سکتا کہ یہ آٹھ روزہ قیام مدینہ فرض یا واجب ہے اور نہ ہی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حج کا کوئی رکن یا حصہ ہے لہٰذا جیسا بھی موقع ملے اور جتنی کچھ گنجائش نکلے اسی کے مطابق اس قیام کو کم و بیش کیا جا سکتا ہے اور اس سے حج پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ثالثاً رہا معاملہ جہنم کے عذاب اور نفاق سے براءت حاصل کرنے کے جذبہ کا تو یہ عین اسلامی ہے اور ہر مسلمان میں ہر جگہ رہتے ہوئے ہونا چاہیے اور اس کا حصول اس متنازالیہ حدیث سے بدرجہا قوی حدیث کی رو سے عام حالات میں حتیٰ کہ اپنے وطن اور گھر میں رہتے ہوئے بھی ممکن ہے ع

کوئی راہ روِ منزل تو ہو!

چنانچہ ترمذی شریف میں مرفوعاً اور موقوفاً مروی ہے:

مَنْ صلّى لِلّٰه اربعين يومًا فِي جماعة يدرك التكبيرة الاولىٰ، كتبت لهٗ براءتان براءة من النار و براءة من النفاق ۳۸۰

۳۸۰: ترمذی ۲۴۱ اسی طرح اس حدیث کو ابن ماجہ ۷۹۸ ابن عدی ۲/۸۱۰، ۳/۸۹۱، دولابی نے "الکنیٰ" ۲/۵۰ میں بحشل الواسطی نے "تاریخ واسط" ۶۲، ۶۵، ۶۶ میں اور خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" ۷/۹۶، ۱۴/۲۸۸، ۲۸۹ میں روایت کیا ہے۔ یہ حدیث انسؓ سے مروی ہے بعض راویوں نے اسکو مرفوع اور بعض نے انسؓ پر موقوف روایت کیا ہے۔" ابن ماجہ میں انسؓ نے اس حدیث کو رسول اکرمؐ سے عمر بن الخطابؓ کے واسطے سے بھی بیان کیا ہے مگر اس کی سند ضعیف اور منقطع ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے چالیس دن تمام نمازیں با جماعت تکبیر اولیٰ کے وقت پا کر ادا کیں اس کے لیے دو چیزوں نارِ جہنم اور نفاق سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔

اس حدیث کے متعدد طرق ذکر کرنے کے بعد محدثِ عصر علامہ البانی نے لکھا ہے:

فهذه الطرق وان كانت مفردا تها لا تخلو من علة فمجموعها يدل على ان له اصلاً۔۔۔

[الصحیحة ۴/ ۶۲۸، ۶۳۱]

مذکورہ طرق میں سے اگرچہ انفرادی طور پہ ہر طریق میں ہی (ضعف کی) کوئی نہ کوئی علت و سبب موجود ہے مگر یہ مجموعی طور پر اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس حدیث کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے۔

یہ تشویش کیوں؟

بعض لوگ جب چالیس نمازیں با جماعت ادا کرنے کے دوران کسی وجہ سے کبھی کسی نماز کی جماعت سے رہ جائیں تو یہ بات ان کے لیے سوہانِ روح بن جاتی ہے اور اس پریشانی و تشویش کو دور کرنے کے لیے اب اگر وہ نئے سرے چالیس نمازیں پوری کرنا چاہیں تو وقت نہیں ہوتا، لہٰذا ان کی ذہنی کوفت باقی ہی رہتی ہے۔ حالانکہ سابقہ تفصیل کے پیشِ نظر اس تشویش کی ضرورت نہیں بلکہ جتنی نمازیں پڑھ سکیں انھیں غنیمت سمجھیں اور اللہ کا شکر ادا کریں مگر اتنی پریشانی میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ چالیس کا یہ عدد صحیح احادیث سے وہاں کے لیے ثابت ہی نہیں نہ یہ حج کا رکن یا حصہ ہے اور نہ ہی ائمہ اربعہ اور فقہاء محدثین کرام میں سے کسی نے وہاں چالیس نمازیں پوری کرنے کو فرض یا واجب کہا ہے۔

دورانِ حج تجارت و مزدوری

عوامی حلقوں میں یہ تاثر عام پایا جاتا ہے کہ جو شخص دورانِ حج، تجارت یا کوئی مزدوری کرے اس کا حج ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے بارے میں عجیب و غریب باتیں بنائی جاتی ہیں حتیٰ کہ اس کی نیت پر شک کیا جاتا ہے کہ یہ گیا ہی کمائی کرنے کیلئے تھا۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں بھی شریعتِ اسلامیہ کا حکم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح کر دیا جائے کہ یہ جائز ہے یا ممنوع۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جائز قرار دیا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت: ۱۹۸ میں مناسکِ حج بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔
[البقرة : ۱۹۸]

(اگر حج کے ساتھ ساتھ) تم اپنے رب کا فضل (رزق) بھی تلاش کرتے جاؤ تو اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے اس آیت کی ایک قراءت حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس میں [فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ] کے الفاظ بھی ہیں جو ترجمۂ آیت کو واضح تر کر دیتے ہیں۔ اس آیت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں لوگوں نے موسم حج میں تجارت و مزدوری کو اصل اور مستقل مقصود بنا لیا ہوا تھا۔ منیٰ میں بازار لگتے، نمائشیں قائم ہوتیں اور مارکیٹنگ کی گرما گرمی ہوتی تھی۔ اسلام نے جب حج میں ملائی ہوئی جاہلانہ رسوم کو مٹایا تو صحابہ کرام نے سوچا کہ شاید تجارت و مزدوری بھی کلیتہً ممنوع ہو گئی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ شروع میں لوگ حج کے دوران منیٰ و عرفات میں لگنے والے بازاروں [عکاظ، مجنّہ اور] ذوالمجاز میں خرید و فروخت کرتے تھے۔ پھر وہ احرام کی حالت میں خرید و فروخت کرنے سے ڈر گئے [کہ کہیں یہ گناہ نہ ہو] اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری[۳۸۱]

۳۸۱: بخاری (۱۷۷۰) اسی طرح اس کو بیہقی (۴/۳۳۳) اور الواحدی نے "اسباب النزول" ۴۸ میں عمرو بن دینار کے واسطے سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔
ابوداؤد (۱۷۳۱، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵) ابن خزیمۃ (۳۰۵۴) حاکم (۱/ ۴۴۹، ۴۸۱، ۴۸۲) اور بیہقی (۴/۳۳۴) نے اس کو دوسرے واسطوں سے بھی ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر کے تحت اس حدیث کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فاروق اور ابن عباسؓ کی بعض دیگر تفسیری روایات بھی ذکر کی ہیں جو ابن جریر، مسند احمد اور مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے ہیں جن سے دورانِ حج تجارت و مزدوری کے جائز ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ۱/۲۸۵ اردو]
اور جوازِ تجارت پر سورۂ حج کی آیت ۲۸ سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے جمیں ارشاد ہے: لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ۔ تاکہ وہ فائدے دیکھیں کے لیے یہاں رکھے ہیں۔

معروف مصری فاضل سید سابق نے بھی فقہ السنہ میں مذکورہ بالا حدیث کے علاوہ ابوداؤد، بیہقی، دارقطنی اور سنن سعید بن منصور کی احادیث نقل کی ہیں جو جواز پر دلالت کرتی ہیں [فقہ السنہ ۱/۶۴۱]
جب کہ بذل المجہود شرح ابی داؤد (مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ) کے حواشی میں امام ابن قدامہ سے نقل کرتے ہوئے معروف حنفی عالم اور مصنف "تبلیغی نصاب" مولانا محمد زکریا سہارنپوریؒ نے لکھا ہے کہ اس پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے کہ حج کے دوران کسبِ معاش کے لیے صنعت و تجارت یا مزدوری کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے [بذل المجہود ۸/۳۰۹ طبع علی نفقۃ سمو الشیخ خلیفہ بن زاید آل نہیان ولی عہد امارت ابوظبی]
الغرض اللہ تعالیٰ نے (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ) فرما کر کہ تم پر کوئی گناہ نہیں، اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ بہتر تو یہی ہے کہ اس سے بچا جائے۔ [فقہ السنہ ۱/۶۴۱ حاشیہ۔ جدید فقہی مسائل از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ص۱۳۰ طبع حیدرآباد۔ انڈیا]۔

ہاں اگر مقصد بنائے بغیر ضمنی طور پہ ہو تو اجازت ہے۔ غرض کہ اس کا مدار نیت پر ہے۔ تجارت و مزدوری کو مقصود بنا لینا اور اس میں اس قدر معروف ہو جانا کہ حرم شریف کی عبادتوں اور وہاں کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے میں خلل واقع ہو۔ یہ مناسب نہیں اور نہ ہی یہ درست ہے کہ وہاں سے غیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانونی طور پر سامان لایا جائے یا کسٹم میں دھوکہ دیا جائے۔ اس طرح حج اور حجاج کی حرمت واحترام متاثر ہوتے ہیں اور بذاتِ خود بھی یہ انداز درست نہیں۔ البتہ ایسی غیر قانونی چیزوں کے علاوہ کچھ خرید و فروخت کرلے تو جائز ہے۔
(جدید فقہی مسائل ص۱۳۰ تا ص۱۳۱)

یہ صورتیں بھی پاک وہند یا دوسرے ممالک سے آنے والے لوگوں کی نسبت ہیں جب کہ متحدہ عرب امارات اور دوسرے خلیجی ممالک اور مکہ مدینہ کی مارکیٹ تقریباً ایک ہی ہے اور اگر بعض اشیاء میں کوئی معمولی سا فرق ہو بھی تو وہ حرمین شریفین کی عبادتوں اور اس کے فضائل و برکات کے مقابلہ میں کیا ہے؟

عام تحائف اور مقدس ہدیئے

اب رہا اپنے اہل و عیال اور اعزہ و اقارب کے لیے ہدیئے اور تحائف خرید کر لانے کا معاملہ تو جہاں تجارت و مزدوری جائز ہے وہاں یہ کیونکر ناجائز ہونگے لیکن سوچنا یہ چاہیئے کہ سرزمینِ حجاز اور حرمین شریفین کے اصل تحائف اور مقدس ہدیئے کیا ہیں؟

آپ کپڑوں اور گھڑیوں وغیرہ کے تحفے لائیں یا نہ لائیں [مباح امر] اور یہ سارا یہ سب چیزیں تو غیر ملکی مصنوعات ہیں جنہیں تاجر حضرات لاتے ہیں منگواتے اور بیچتے ہیں اور دل کو خوش کرنے کو اتنا ضرور ہو جاتا ہے کہ ہم یہ تحائف مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ سے لائے ہیں۔ یہ اشیاء بھی لائیں تو ساتھ ہی وہ تحائف لانا ہرگز نہ بھولیں اور وافر مقدار میں لائیں جو اصل تحائف اور مقدس ہدیئے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ بھی ہیں جن میں سے ایک مکہ مکرمہ سے اور دوسرا مدینہ منورہ سے عام ملتا ہے۔

مکہ مکرمہ سے ملنے والا مقدس ہدیہ تو آبِ زم زم ہے جس کے فضائل و برکات کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات تو "طواف" کے ضمن میں ذکر کیئے جا چکے ہیں جب کہ مدینہ منورہ کا مقدس ہدیہ اور گراں مایہ تحفہ "عجوہ" نامی کھجور ہے جس کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم میں ارشادِ نبوی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَن تَصَبَّحَ بِسَبعِ تَمَرَاتٍ عَجوَةٍ لَم يَضُرَّهُ ذَالِكَ اليَومَ سُمٌّ وَلَا سِحرٌ [۳۸۲]

جس نے صبح کے وقت عجوہ کھجور کے سات دانے کھا لیے اس دن زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اور مسلم شریف میں ارشادِ نبوی ہے: [۳۸۳]

إِنَّ فِي عَجوَةِ العَالِيَةِ شِفَاءً وَإِنَّهَا تِريَاقٌ أَوَّلَ البُكرَةِ

عوالی مدینہ کی عجوہ کھجور میں شفاء ہے اور اس کا علی الصبح کھانا زہر کا تریاق ہے۔

جب کہ ترمذی و نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

العَجوَةُ مِنَ الجَنَّةِ وَهِيَ شِفَاءٌ مِنَ السُّمِّ. [۳۸۴]

عجوہ جنّت سے ہے اور یہ زہر کے لیے شفاء ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب زاد المعاد کے باب الطب النبوی میں لکھا ہے کہ "عجوہ" سے مراد مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور جو حجازی کھجوروں میں سے سب سے عمدہ اور مفید ترین ہے اور بہترین پھل کی [illegible] کے فوائد بھی ذکر کئے ہیں (دیکھئے زاد المعاد ۴/ ۹۱، ۹۲، ۱۴۱، ۳ یا اس کا اردو ترجمہ "طب نبوی" از حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی لیکچرار جامعہ طبیہ دار العلوم دیوبند، طبع الدار السلفیہ بمبئی)

۳۸۲: یہ حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو بخاری (۵۴۴۵، ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۹) "الأطعمة والطب" مسلم (۱۴/ ۲) "الأشربة" اسی طرح ابو داؤد (۳۸۷۶) "الطب" ابن ابی شیبہ (۵/ ۳۶، دار التاج) احمد (۱/ ۱۶۸، ۱۷۷) ابو یعلی (۷۱۷، ۸۶۱، ۸۷۲) حمیدی (۷۰) عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" (۱۴۵) میں احمد الدورقی نے "مسند سعد" (۳۸، ۳۷) میں اور ابو الشیخ نے بھی "طبقات المحدثین" (۳/ ۱۰۶) میں روایت کیا ہے۔ یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے جیسا کہ حدیث (۳۸۳) میں آ رہا ہے۔

۳۸۳: اس کو مسلم (۳/ ۱۴) اسی طرح ابن ابی شیبہ (۵/ ۳۷ دار التاج) اور احمد (۶/ ۱۰۵، ۱۵۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بھی روایت کیا ہے۔ بخاری نے "التاریخ الکبیر" (۴/ ۲۸) میں طبرانی نے "المعجم الصغیر" (۱/ ۱۹) میں اور خطیب بغدادی نے "الموضح" (۱/ ۱۱۵) میں اس حدیث کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری سند سے حدیث سعد سے ملتے جلتے الفاظ سے بھی روایت کیا ہے مگر یہ سند ضعیف ہے۔

۳۸۴: یہ صحیح حدیث ہے اسے ترمذی (۲۰۶۸) "الطب" نسائی نے "سنن کبریٰ" میں۔ جیسا کہ "تحفۃ الأشراف" (۲/ ۱۸۹) میں ہے۔ ابن ماجہ (۳۴۵۵) "الطب" دارمی (۲/ ۳۳۸) "الرقائق" احمد (۲/ ۳۰۱، ۳۰۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۸۸، ۴۲۱، ۴۹۰، ۵۱۱) اور ابو یعلی (۶۴۰۷) نے ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی۔ ابو بشر جعفر بن ایاس نے اس کو ابوھریرۃ کی بجائے ابو سعید خدری اور جابر سے روایت کیا ہے ملاحظہ ہو" ابنِ ماجہ" (۳۴۵۳) جبکہ ایک جماعت ۔ وہ مطر الوراق، قتادۃ، عباد بن منصور، جعفر بن ابی وحشیۃ، عقبۃ الأصم اور خالد الحذاء ہیں۔ نے ابوھریرۃ کہا ہے۔

بعض روایات میں جعفر بن ایاس نے بھی ان کی طرح اس حدیث کو ابوھریرۃ سے ہی روایت کیا ہے ملاحظہ ہو "مسند طیالسی" (۱/ ۳۴۵) "مسند احمد" (۲/ ۳۰۱، ۴۸۸) اور "مسند ابو یعلی" (۶۳۹۸) اور یہ صحیح بھی یہی ہے کہ یہ حدیث ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے مزی نے بھی "تحفۃ الأشراف" (۲/ ۱۸۹، ۱۰/ ۱۱۲، ۱۱۳) میں اسی کو صحیح کہا ہے اسی طرح "مصباح الزجاجۃ" (۲/ ۱۲۰) بھی دیکھیں۔

اس حدیث کی سند میں شھر بن حوشب ہیں اور یہ مختلف فیہ ہیں مگر یہ حدیث اپنی دوسری سند اور شواھد کی بناء پر صحیح ہے۔ ابن ابی شیبۃ (۵/ ۳۶) نے اس کو ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے اس میں عباد بن منصور ہے حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں اس کو "صدوق" کہا ہے جبکہ ذہبی نے "الکاشف" میں اسے ضعیف کہا ہے مگر یہ ان دونوں سندوں کی بناء پر حسن درجہ کی ہے اور درج ذیل شواھد کی تائید سے یہ حدیث ہے۔ ان شواھد میں رافع بن عمرو المزنی اور بریدۃ رضی اللہ عنہم کی حدیثیں ہیں (۱) رافع بن عمرو کی حدیث کو احمد (۳/ ۴۲۶، ۵/ ۳۱، ۶۵) ابنِ ماجہ (۳۴۵۶) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۵/ ۱۸/ ۴۴۵۶، ۴۴۵۷) میں اور حاکم (۴/ ۱۲۰، ۲۰۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کیا ہے۔

اس کی سند شواہد میں حسن درجہ کی ہے۔ حاکم، ذہبی اور بوصیری نے "مصباح الزجاجہ" (۱۲۰۳) میں اس کو صحیح کہا ہے۔

(۲) بریدہ کی حدیث کو احمد (۵/۳۴۶، ۳۵۱) نے روایت کیا ہے اس کی سند "صالح بن حیان القرشی" کی وجہ سے ضعیف ہے۔

زہیر بن معاویہ نے "صالح بن حیان" کی بجائے اس کو "واصل بن حیان" کہا ہے اور یہ ان سے غلطی ہوئی ہے جیسا کہ کبار آئمہ نے صراحت کی ہے ملاحظہ ہو "تہذیب الکمال" (۱۳/۳۳، ۳۴) اور "تہذیب التھذیب" (۴/۳۸۸)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد واپسی کا مستحب ہونا

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حرمین شریفین میں قیام سے تو کبھی جی نہیں بھرتا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ حج وعمرہ کے مناسک مکمل ہو جانے کے بعد اپنے گھروں کو جلد لوٹ جانا مستحب ہے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں ایک عام ہدایت پر مشتمل ارشادِ نبوی ہے:

السفر قطعة من العذاب، يمنع احدكم طعامه وشرابه، فاذا قضى احدكم نهمته فليعجل الى اهله ۳۸۵

سفر بھی عذاب کا ایک حصہ ہے کیونکہ یہ تمہیں (وقت پا دورانِ سفر حال) کھانے پینے سے روکتا ہے لہٰذا تم میں سے جب کوئی شخص اپنا کام پورا کرلے تو جلد اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ آئے۔

اور سنن دارقطنی میں تو خاص حج کے بارے میں بھی ارشادِ نبوی ہے:

اذا قضى احدكم حجه فليتعجل الى اهله فانه اعظم لاجره ۳۸۶

تم میں سے جب کوئی شخص مناسک حج پورے کرلے تو اسے جلد اپنے گھر لوٹ جانا چاہیئے اس کے لیے یہی زیادہ اجر کا باعث ہے۔

جب کہ صحیح بخاری ومسلم میں جلد واپس لوٹ جانے کے بارے میں دنوں کی تعیین وحد بندی بھی ثابت ہے چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

يقيم المهاجر بمكة بعد قضاء نسكه ثلاثا ۳۸۷

مہاجر (باہر آنے والا آفاقی حاجی) مناسک حج مکمل کرلینے کے بعد تین دن قیام کرے۔

ان تینوں احادیث سے اہل علم نے مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد جلد واپس وطن لوٹ جانے کے استحباب کی دلیل اخذ کی ہے لیکن اگر کوئی تین دن سے زیادہ رُکتا ہے تو منع بھی نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۸۵۔ اس حدیث کو مالک (۲/ ۸۰۱) "الاستئذان" نے سے اور انھوں نے ابو صالح کے واسطے سے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام مالک کے طریق سے اس کو بخاری (۱۰/ ۱۱۱) "العمرۃ" مسلم (۱۳/ ۷۰) "الامارۃ" ابن ماجہ (۲۸۸۲) "الحج" دارمی (۲/ ۲۸۶) "الاستئذان" بیہقی نے "سنن" (۵/ ۲۵۹) "الآداب" (۸۲) میں احمد (۲/ ۲۳۶، ۴۴۵) طبرانی نے "المعجم الصغیر" (۱/ ۲۲۰) میں ابو الشیخ نے "طبقات المحدثین" (۲/ ۲۵۱) میں ابن جمیع نے "معجم الشیوخ" (۲۲۵) میں سہمی نے تاریخ جرجان" (۳۹۴) میں اور قضاعی نے "مسند الشہاب" (۲۲۵) میں روایت کیا ہے۔

عبد الرزاق (۹۲۵۵) نے سہیل بن ابی صالح اور ابن جمیع (۲۴۸) نے صفوان بن سلیم کے واسطے سے بھی اس کو ابو صالح عن أبی ھریرۃ روایت کیا ہے۔

ابن عدی (۴/ ۱۴۴۶) اور ابو الشیخ نے اس حدیث کو دوسری سندوں سے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مگر ابو الشیخ کی سند ضعیف اور ابن عدی کی سند سخت ضعیف ہے۔ یہ حدیث ابن عمر اور عائشہ سے بھی مروی ہے۔

۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ابن عدی (۶/ ۱۱۶۷) نے روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں محمد بن عبد الملک ہے ابن عدی نے اس کو سخت ضعیف کہا ہے۔

۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو طبرانی "المعجم الصغیر" (۱/ ۲۲۰) میں روایت کیا ہے اور یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

۳۸۶۔ اس حدیث کو دارقطنی (۲/ ۳۰) اسی طرح حاکم (۱/ ۴۷۷) اور بیہقی (۵/ ۲۵۹) نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے امام حاکم نے اس کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے مگر اس کی سند ان کی شرط پہ نہیں ہے۔

۳۸۷۔ بخاری (۳۹۳۳) "مناقب الأنصار" مسلم (۹/ ۱۲۱) "الحج" اسی طرح اس حدیث کو ترمذی (۹۴۹) "الحج" بیہقی (۳/ ۱۴۷) عبد الرزاق (۸۸۴۲، ۸۸۴۳) احمد (۴/ ۳۳۹، ۵/ ۵۲) حمیدی (۸۴۴) اور خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۶/ ۲۶۷، ۲۰۰) میں العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مگر مذکورہ الفاظ مسلم اور ترمذی وغیرہ کے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپسی کے آداب

اگر آپ حج سے پہلے ہی مدینہ طیبہ کی زیارت سے فارغ ہو گئے تھے اور مکہ مکرمہ سے ہی واپس وطن لوٹ رہے ہیں تو "طوافِ وداع" میں ذکر کئے گئے آداب کو اختیار کریں اور روانہ ہو جائیں اور اگر حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ آتے تھے تو یہاں مسجد نبوی سے بھی اُلٹے پاؤں نکلنا مشروع و ثابت نہیں ہے بلکہ حسبِ معمول سیدھے ہی نکل آئیں اور جب مسجد سے باہر اپنا بایاں پاؤں پہلے رکھیں تو صحیح مسلم ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور یہ دُعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ من فَضْلِكَ [۳۸۸]

اے اللہ! میں تیرے فضل و کرم کا طلبگار ہوں

اور مدینہ طیبہ سے نکلنے وقت کس راستے سے نکلنا ہے؟ اس کا کوئی ذکر وارد نہیں ہوا اپنے مناسبِ حال کسی بھی راستے سے نکلیں اور واپسی کے وقت سفر اور سواری کی دعائیں کریں جنھیں ہم آغاز میں "آدابِ سفر" کے ضمن میں ذکر کر آئے ہیں۔

راستے میں قیام، شہروں کو دیکھنے اور دیگر مواقع کی دُعائیں کرتے آئیں۔

اور جب اپنا شہر نظر آ جائے تو صحیح بخاری مسلم اور مسند احمد میں مذکور یہ دعا کریں:

آئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ [۳۸۹]

ہم تو یہ تائب ہو کر سجدہ و عبادت گزاری کا عہد کر کے لوٹ آئے ہیں اور اپنے رب کی تعریفیں کرتے ہیں۔

اور جب اپنے شہر، قصبہ یا گاؤں پہنچیں تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے محلہ کی مسجد میں جائیں اور دو رکعت نماز ادا کریں کیونکہ ابوداؤد میں مذکور ایک حدیث

۳۸۸: اس حدیث کی تخریج ۱۴۳ میں دیکھیں۔

۳۸۹: یہ دُعا عبداللہ بن عمر اور انس رضی کی حدیث میں ہے (۱) حدیث ابن عمر کو بخاری ۱۷۹۷، (۲۰۸۱) "الحج والجہاد" اور مسلم ( ) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ۲ حدیث انس کو بھی بخاری (۱۰۰، ۲۰۸۶) اور مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رو سے یہ سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۳۹۰ اور پھر جب اپنے گھر آئے تو گھر میں داخل ہوتے ابوداؤد ہی میں مذکور یہ دُعا کریں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ
بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ۳۹۱

اے اللہ! میں تجھ سے داخل ہونے اور نکلنے کی جگہوں کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں. تیرا نام لیکر ہم یہاں سے نکلے تھے اور اسے ہمارے معبود و پروردگار! تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے.

اس کے بعد گھر والوں کو سلام کہیں اور اہلِ خانہ کو ملیں۔ آپ کا یہ مبارک سفر حج و عمرہ مکمل ہوگیا ہے۔ والحمد للہ اللہ تعالیٰ روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں کو شرفِ حج و عمرہ سے نوازے۔ آمین۔

اور قارئینِ کرام! اس کے ساتھ ہی زیادہ باریکیوں اور تفصیلات سے قطع نظر مگر بادلیل و باحوالہ انداز سے اور ضروری و اہم امور کے اعتبار سے حج و عمرہ اور زیارتِ مدینہ منورہ کے فضائل و مسائل اور احکام و آداب کا یہ سلسلہ بھی مکمل ہوگیا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ.

۳۹۰: یہ حدیث ابن عمرؓ سے مروی ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے اس بارے میں دیگر احادیث بھی ہیں ان کی تفصیل کے لیے ۲۵ دیکھیں.

۳۹۱: اس حدیث کو ابوداؤد (۵۰۹۶) "الأدب" نے ابومالک اشعریؓ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائلِ واحکام

اور

طریقۂ قربانی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل واحکام اور طریقۂ قربانی

۱۰ ذوالحج (یوم نحر) کے احکام و مسائل کے ضمن میں اختصار کے ساتھ قربانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب یہاں قدرے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور بعض بدانديشوں کے اعتراضات کے جوابات بھی یہاں آجائیں گے۔

عشرۂ ذوالحج کی فضیلت

ماہ ذوالحج نہ صرف سفرِ حج و عمرہ پر روانہ ہونے والوں کے لیے بلکہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لیے اور بالخصوص مسلمانوں کے لیے بڑی فضیلت و برکت اور حرمت والا مہینہ ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ توبہ، آیت ۳۶ میں ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ. (التوبہ: ۳۶)

جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے اُسی وقت سے اللہ کے نزدیک اس کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جن میں سے چار (ماہ) حرمت و احترام والے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تو ان حرمت والے چار مہینوں کی تعیین نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ کی خاص راہنمائی سے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعیین بھی فرمادی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ (حجۃ الوداع کے سال) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو خطبہ ارشاد فرمایا جس میں دیگر بہت سے اہم دینی مسائل و احکام کی طرف خصوصی توجہ دلانے کے علاوہ حرمت والے چار مہینوں کی تعیین کرتے ہوئے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثلاث متواليات، ذو القعدہ وذو الحجۃ والمحرم، ورجب مُضر الّذی بین جمادی وشعبان ۳۹۲

تین مہینے ذو القعدہ ذو الحجہ اور محرّم تو مسلسل ہیں اور (چوتھا) رجب ہے جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔

قرآنِ کریم اور صحیحین میں مذکور اس ارشادِ نبوی سے معلوم ہوا کہ ماہ ذوالحج حرمت و فضیلت والا مہینہ ہے۔ اور اس ماہ کے بھی پہلے دس دن "عشرۂ ذوالحج" کی تو اور بھی زیادہ فضیلت ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اس کی حرمت اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے تیسویں پارے میں عشرۂ ذوالحج کی راتوں کی قسم کھائی ہے۔ اسی طرح ہی نو ذوالحج یعنی یومِ عرفہ اور دس ذوالحج یعنی یومِ نحر و قربانی، اِن دِنوں کی بھی قسم کھائی ہے اور ان کی عظمت و حُرمت کو اُجاگر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۂ فجر کی ابتدائی تین آیتوں میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ (الفجر: ۱،۲،۳)

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی۔

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ فجر سے مُراد بطورِ خاص یومِ نحر و قُربانی کی صبح ہے اور دس راتوں سے ذوالحج کی پہلی دس راتیں مُراد ہیں اور اپنی اس تفسیر کی تائید میں صحیح بخاری، ابو داؤد، ترمذی اور ابنِ ماجہ میں مذکور وہ ارشادِ نبوی بھی نقل کیا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

۳۹۲: بخاری (۳۱۹۷) "بدء الخلق" باب "ما جاء فی سبع أرضین ...." و (۴۶۶۲) "التفسیر" باب "إن عدۃ الشھور ...." مسلم (۱۱/۱۶۷، ۱۶۸) "القاسمۃ" باب "تغلیظ تحریم الدماء ...."

اسی طرح اس کو احمد (۵/۳۷) اور ابو داؤد (۱۹۴۷، ۱۹۴۸) "الحج" نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مامن ایّام، العمل الصالح فیھنّ احبّ الی اللہ من ھذہ الایّام العشر۔ [یعنی عشر ذی الحجۃ]
اللہ تعالیٰ کو ذوالحج کے ان دس دنوں کی عبادت سے بڑھ کر کسی دوسرے دن کی عبادت محبوب نہیں ہے۔
صحابہ کرام نے استفسار فرمایا:
ولا الجھاد فی سبیل اللہ؟ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟
تو آپ نے فرمایا:
ولا الجھاد فی سبیل اللہ إلّا رجل خرج بنفسہ و مالہ، فلم یرجع من ذلک بشیئٍ. ۳۹۳
جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ جہاد میں نکلا اور کوئی چیز واپس نہ لایا [یعنی جان و مال سب اللہ کی راہ میں قربان کر دیا اور شہید ہو گیا]
اندازہ ر ہیں کہ شہید کے نفسِ شہادت اور مالی قربانی دینے کے سوا دوسرا کوئی عمل اِن دس دنوں میں کئے گئے نیک عمل کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

۳۹۳: بخاری (۹۶۹) "العیدین" ابو داؤد (۲۴۳۸) ترمذی (۷۵۷) ابنِ ماجہ (۱۷۲۷) سب نے "کتاب الصیام" میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح اس حدیث کو دارمی (۲/ ۲۵) "الصیام" ابن خزیمۃ (۲۸۶۵) ابن حبان (۳۲۴ تحقیق الشیخ شعیب) بیہقی (۴/ ۲۸۴) عبدالرزاق (۸۱۲۱) طیالسی (۲/ ۲۰۷) احمد (۱/ ۳۴۶) ابن جمیع نے "معجم الشیوخ" (۱۲۳) میں اور ابن حزم نے بھی "المحلی" (۷/ ۱۹) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔
اسی طرح یہ حدیث عبداللہ بن عمرو اور عبداللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے
(۱) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ کی حدیث کو احمد (۲/ ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۷، ۲۲۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے روایت کیا ہے اور یہ ان سے دو سندوں سے مروی ہے اور حسن درجہ کی حدیث ہے۔ (۲) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو طبرانی نے "الاوسط" (۱۷۷۷) میں اور ابن بشران نے "معجم الشیوخ" (۳۲۱) میں روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ فجر کی ان ابتدائی تینوں آیات کی تفسیر مسند احمد میں یوں مذکور ہے،
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

ان العشر عشر الاضحیٰ والوتر یوم عرفۃ، والشفع یوم النحر لکونہ العاشر ۳۹۴

دس سے مراد ذوالحج کے پہلے دس دنوں کی راتیں ہیں اور طاق سے مراد یوم عرفہ ہے اور جفت سے مراد نحر و قربانی کا دن ہے کیونکہ وہ دسواں دن ہوتا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں جفت اور طاق کی تفسیر میں امام صاحب موصوف نے مذکورہ قول کے علاوہ بھی کئی اقوال نقل کئے ہیں لیکن علامہ محمد نسیب الرفاعی نے اسی مذکورہ تفسیر کو سب سے قوی اور مناسب قرار دیا ہے۔ (مختصر تفسیر ابن کثیر للرفاعی ۴/۲۸۶ حاشیہ)
اس ماہ ذوالحج اور چھوڑاں کے پہلے دس دنوں کی فضیلت و برکت اپنی جگہ خاص یوم عرفہ یعنی نو ذوالحج کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی فضیلت بیان فرمائی ہے چنانچہ صحیح مسلم ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں نو ذوالحج کے روزے کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

۳۹۵
صوم یوم عرفۃ یکفر سنتین، ماضیۃ ومستقبلۃ
یوم عرفہ کا روزہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے ایک گزرا ہوا سال اور دوسرا آئندہ سال۔

لیکن یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جو لوگ حج کر رہے ہوں اور نو ذوالحج کے دن میدان عرفات میں موجود ہوں ان کے لیے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ صحابہ کرام کو شک گزرا کہ میدان عرفات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہیں یا نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ روزہ سے ہیں اور بعض دیگر نے کہا کہ نہیں آپ

۳۹۴: اس حدیث کو احمد (۳/۳۲۷) نسائی نے "السنن الکبریٰ" میں جیسا کہ "تحفۃ الاشراف"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۱/۲۹۶/۴-۲۷۰ میں ہے) حاکم (۴/۲۲۰) اور ابن جریر نے "تفسیر" (۱۵/۱۶۹) میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کی سند کے راویوں میں تو کوئی ایسی بات نہیں ہے مگر اس متن کے مرفوع ہونے میں میرے نزدیک نکارت پائی جاتی ہے" تفسیر ابن کثیر" (۴/۵۴۰) (ولیال عشر) کی تفسیر "عشر ذی الحجہ" سے ابن عباس، ابن الزبیر مجاہد اور کئی سلف اور خلف سے بھی مروی ہے اور اسی کو ہی ابن جویر اور ابن کثیر نے صحیح کہا ہے۔

۳۹۵ : اس حدیث کی تخریج نمبر ۲۴۰ میں گزر گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزہ سے نہیں ہیں۔ چنانچہ میں نے آپؐ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا۔

فشرب وھو یخطب الناس بعرفۃ ۳۹۶

آپؐ نے وہ دودھ پی لیا جب کہ آپؐ میدانِ عرفات میں لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے۔

صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میدانِ عرفات میں حجاج کا روزہ رکھنا خلافِ سنت ہے۔ اور اس کی تائید ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد کی ایک متکلم فیہ روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں:

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم عرفۃ بعرفات ۳۹۷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں یومِ عرفہ (حج) کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ علم کے نزدیک عرفات میں موجود لوگوں کے سوا سب کے لیے یومِ عرفہ کا روزہ مستحب ہے (بحوالہ فقہ السنہ ۱/۴۵۰)

صیامِ عاشوراء سے دس محرم کا روزہ مراد ہے جس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی ایک روزہ رکھنا مسنون ہے اور عشرہ ذوالحج سے مراد عام لوگوں کے لیے یکم سے لے کر نو ذوالحج تک کے روزے اور حجاج کے لیے یکم سے لیکر آٹھ ذوالحج تک روزے ہیں عشرۂ ذوالحج کے روزوں کے بارے میں تو متعدد احادیث ملتی ہیں جن میں ان کا ثواب مذکور ہے اور یومِ عرفہ کے روزے کا ثواب تو دیگر کتب کے علاوہ صحیح مسلم میں مذکور ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں اور بقیہ ایام کے روزوں کی مشروعیت و استحباب اور ثواب بھی بجا ہے لیکن یہ کہ ہر دن کے روزے کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر اور ہر رات کے قیام کا ثواب لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہو یہ روایت ترمذی و ابنِ ماجہ میں ہے اور اسے خود امام ترمذی نے ہی ضعیف قرار دیا ہے۔ ۳۹۸

۳۹۶: اس حدیث کی تخریج ۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۹۷: ابوداؤد (۲۴۴۰) "الصیام" ابن ماجہ (۱۷۳۲) "الصیام" مسند احمد ۲/۴۴۶
اسی طرح اس حدیث کو ابن ابی شیبہ (۳/۱۹۵، ۱۹۶۔ دارالتاج) ابن خزیمہ (۲۱۰۱) عقیلی (۱/۲۹۸) حاکم (۱/۴۳۴) بیہقی (۴/۲۸۴، ۵/۱۱۷) اور خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۹/۳۴) میں روایت کیا ہے۔ اسے ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے اور حاکم نے اس کو بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے... اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے مگر یہ نہ تو صحیح اور نہ ہی بخاری کی شرط پر ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی "مہدی بن حرب الہجری" ہے اور یہ مجہول ہے جیسا کہ ابن حزم نے "المحلی" (۷/۱۷) میں اور حافظ ابن حجر نے "تلخیص الحبیر" (۲/۲۱۳) میں کہا ہے، امام نووی نے "المجموع" (۶/۳۸۰) میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے اور حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں اس کو مقبول کہا ہے یعنی متابعت کی صورت میں۔

تنبیہ: حافظ ابن حجر نے "تلخیص" میں کہا ہے کہ اس کی سند میں مہدی الہجری مجہول ہے اور عقیلی نے "ضعفاء" میں اس حدیث کو اسی کے طریق سے روایت کیا ہے اور کہا ہے "لا یتابع علیہ" (یعنی اس حدیث کو یہ روایت کرنے میں متفرد ہے) مگر یہ حافظ صاحب کا وہم ہے کیونکہ عقیلی نے یہ بات مہدی سے اس حدیث کے راوی حوشب بن عقیل کے بارے میں کہی ہے اور اسی کے ترجمہ میں ہی انھوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر کی تقلید میں یہی بات صنعانی نے "سبل السلام" (۲/۶۸۱) میں اور شوکانی نے "نیل الأوطار" (۴/۲۳۹) میں کہی ہے۔ حالانکہ "ضعفاء عقیلی" میں تو "مہدی بن حرب" کا ترجمہ ہی نہیں ہے۔ "تلخیص" میں تو حافظ صاحب نے یوں کہا ہے مگر "تہذیب التہذیب" (۳/۵۸) میں انھوں نے عقیلی کا مذکورہ قول حوشب عقیل کے ترجمہ میں ہی نقل کیا ہے۔ عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ کی ممانعت کے لیے حدیث عقبہ بن عامرؓ کفایت کرتی ہے اور اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں

"یوم عرفۃ ویوم النحر وایام التشریق عیدنا أهل الإسلام وهی أیام أكل وشرب"
"عرفہ، قربانی اور تشریق کے دن ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔" اس حدیث کو ابوداؤد (۲۴۱۹) "الصیام" ترمذی (۷۷۳) "الصیام"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسائی (۵/۲۵۲) "الحج" اور ابن خزیمۃ (۲۱۰) وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اس کو ترمذی، ابن خزیمۃ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے، امام نسائی اس حدیث کو درج ذیل باب کے تحت لائے ہیں۔

"النہی عن صوم یوم عرفۃ"

واضح رہے کہ عرفہ کے دن روزہ کی مانعت کو حجاج کرام کے ساتھ خاص سمجھا جائے کیونکہ دوسری صحیح حدیث میں عرفہ کے دن روزہ کی بہت فضیلت آئی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۹۵۹ میں گزرا ہے۔ اور یہ حدیث غیر حجاج کے لیے ہوگی۔

۳۹۸: اس حدیث کو ترمذی (۷۵۸) ابن ماجہ (۱۷۲۸) اور بغوی (۱۱۲۶) نے روایت کیا ہے اور ابن عدی (۲۵۲۳/۷) نے بھی اس حدیث کا ابتدائی ٹکڑا روایت کیا ہے۔ اور یہ ضعیف حدیث ہے اس کو ترمذی اور بغوی نے ضعیف کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوادراتِ سلف شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ سے پوچھا گیا کہ عشرۃ ذوالحجہ افضل ہے یا عشرۂ رمضان؟ تو انھوں نے فرمایا:
عشرہ ذوالحجہ کے دن رمضان کے آخری عشرہ کے دنوں سے افضل ہیں۔
موصوف کے شاگردِ رشید علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:
اگر کوئی صاحب عقل دخبیر اس جواب پر غور کرے تو اسے شافی دکافی پائے گا، کیونکہ (ارشادِ نبوی کی رُو سے) کوئی دن بھی ایسا نہیں جس میں کیا گیا کوئی عمل اس عشرۂ ذوالحجہ کے ایام میں کئے گئے عمل سے افضل ہو۔ اور پھر انہی ایام میں یوم عرفہ، یوم نحر اور یوم ترویہ جیسے فضیلت والے ایام بھی شامل ہیں جب کہ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر کی راتیں قیام کی راتیں ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں شب زندہ داری فرمایا کرتے تھے (اسی غرض سے اعتکاف کیا جاتا ہے) اور انہی راتوں میں سے ایک رات (لیلۃ القدر) وہ بھی ہے، جس کا ثواب ہزار مہینے کی عبادت سے بھی زیادہ ہے۔
اگر کوئی شخص اس تفصیل کے سوا کوئی دوسرا جواب دے تو اس کے بس میں نہیں کہ کوئی صحیح دلیل بھی دے سکے۔ آگے چل کر شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ہفتے کے ایام میں سے افضل دن جمعہ: سال کے ایام میں سے افضل یوم نحر اور بعض کے نزدیک یوم عرفہ ہے مگر صحیح یوم نحر ہی ہے کیونکہ صحیح حدیث نبوی اور پھر امام مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ کے نزدیک بھی "یوم نحر" ہی "یوم حج اکبر" ہے۔
(مجموع الفتاویٰ ۲۵/ ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹)

قربانی کی فضیلت واہمیت قرآن وسنت کی واضح رُو سے ماہ ذوالحجہ بڑی حرمت وفضیلت والا مہینہ ہے اور اسی ماہ کی دس تاریخ "یوم نحر و قربانی" اور "عیدالاضحیٰ" کے نام سے معروف ہے۔ اسی عید کو قربانیوں کی وجہ سے "عید قربان" کہا جاتا ہے۔

حجِ اکبر اسی دن کو "یوم حج اکبر" بھی قرار دیا گیا ہے۔ عید کے دن کو ہی "یوم حج اکبر" قرار دینے سے متعلق حضرت ابوہریرہ رض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مروی حدیث کو امام بخاری نے تعلیقاً اور ابوداؤد نے موصولاً بیان کیا ہے جس میں ہے:

يوم الحج الاكبر يوم النحر والحج الاكبر الحج (وفي لفظٍ للبخاري)

حج اکبر کا دن قربانی کا دن ہے اور "حج اکبر" حج ہے۔

وانما قيل الاكبر من اجل قول الناس: الحج الاصغر۔ ۳۹۹

لوگوں کے حجِ اصغر کہنے کے مقابلہ میں اِسے "حجِ اکبر" کہا گیا۔

اور صحیح مسلم میں ابن شہاب سے مروی ہے کہ حمید بن عبدالرحمٰن کہا کرتے تھے:

يوم النحر يوم الحج الاكبر من اجل حديث ابي هريرة۔

حضرت ابوھریرہؓ سے مروی (مذکورہ بالا) حدیث کی بناء پر یوم نحر ہی "یوم حجِ اکبر" ہے

اور قرآنِ کریم میں سورۂ توبہ کی آیت ۳ میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ

(التوبه: ۳)

اور "حجِ اکبر" کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (دونوں) مشرکوں سے بے تعلق (جُدا وعلیٰحدہ) ہیں۔

۳۹۹: اس کو بخاری (۳/۴، ۵۔ فتح الباری) نے تعلیقاً، ابوداؤد (۱۹۴۵) ابن ماجہ (۳۰۵۸) حاکم (۳۳۱/۱) اور بیہقی (۱۳۹/۵) نے موصولاً روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے حاکم اور ذہبی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات میں مذکور "یوم حج اکبر" کی وضاحت مذکورہ احادیث اور دیگر احادیث سے ہوجاتی کہ وہ "یوم نحر" ہے (للتفصیل فتح الباری ۸/۳۲۱۔۳۲۰ مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ۲۵/۲۸۸۔۲۸۹۔ مناسک الحج والعمرہ ص۳۶)

مذکورہ وضاحت سے اس نظریہ کی حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ "یوم عرفہ" جمعہ کے دن آئے اُسے "حج اکبر" کہا جاتا ہے اور اس کا ثواب عام حج سے ستر گنا زیادہ ہے۔ یہ درست نہیں کیونکہ "حج اکبر" تو "یوم نحر" کو کہا گیا ہے۔ اسی بناء پر تو اس عید کو بڑی عید بھی کہا جاتا ہے۔

اس عید کے دن کا محبوب ترین عمل قربانی کے جانوروں کا خون بہانا ہے اور قربانی کی اہمیت کا اندازہ تو اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے تیسویں پارے کی سورۃ کوثر میں اس کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ہ (الکوثر: ۲)

اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر۔

اس آیت کے لفظِ "نحر" کے کئی معانی بیان کیے گئے ہیں جنھیں ذکر کرنے کے بعد امام ابن کثیر رحمۃ اللہ نے اسی معنیٰ کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد قربانیوں کا ذبح کرنا ہے (ابنِ کثیر اردو ۵/۱۱۷)

اس سابقہ تفصیل سے قربانی کی فضیلت و اہمیت تو واضح ہوجاتی ہے جب کہ متعدد احادیث میں بھی فضیلت وارد ہوئی ہے مگر وہ احادیث ضعیف السند ہیں حتیٰ کہ امام ابن العربی رحمۃ اللہ نے ترمذی شریف کی شرح عارضۃ الاحوذی میں لکھا ہے:

لیس فی فضل الاضحیۃ حدیث صحیحٌ۔

(بحوالہ المرعاۃ ۲/۳۶۳)

قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی ایک حدیث بھی صحیح نہیں۔

اُن احادیث میں سے چند درج ذیل ہیں مثلاً:۔

(۱) ترمذی و ابن ماجہ میں ہے:

ما عمل ابن آدم یوم النحر عملا احبّ الی اللہ من

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اھراق الدم وانّہ لیوتی یوم القیامۃ بقرونھا واستعارھا واظلافھا، وانّ الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع بالارض، فطیبوا بھا نفسًا [۴۰۰]

قربانی کے دن بنی آدم کے اعمال میں سے اللہ تعالیٰ کو اتنا زیادہ محبوب عمل کوئی نہیں جتنا قربانی کے جانوروں کا خون بہانا ہے۔ قیامت کے دن (نامۂ اعمال میں درج کرنے کے لیے) سینگوں بالوں اور کھردں سمیت لایا جائے گا اور قربانی کے اس عمل کو اللہ تعالیٰ قطرۂ خون کے زمین پر گرنے سے پہلے ہی شرف قبولیت سے نواز دیتا ہے لہٰذا تم خوشی خوشی قربانی کیا کرو۔

(۲) ابنِ ماجہ و مسند احمد میں ہے:

سنۃ ابیکم ابراھیم یہ قربانی تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے

اسی حدیث میں ہے:

بکلّ شعرۃ حسنۃ۔ ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے۔

اور قربانی کے جانوروں کی اون کے متعلق یوں مذکور ہے:

۴۰۰۔ ترمذی (۱۴۹۳) ابن ماجہ (۳۱۲۶) اسی طرح اس کو ابنِ حبان نے "المجروحین" (۱۵۱/۳) میں حاکم (۲۲۱/۴، ۲۲۲) بیہقی (۲۶۱/۹) اور بغوی (۱۱۲۴) نے بھی روایت کیا ہے اس کی سند ضعیف اور منقطع ہے ضعیف اس لیے کہ اس میں ایک راوی ابوالمثنیٰ ہے اور یہ ضعیف ہے اسی لیے امام حاکم کی اس حدیث کی تصحیح کو علامہ ذہبی نے رد کیا ہے۔
اور منقطع اس لیے ہے کہ اس حدیث کو ابوالمثنیٰ نے ھشام بن عروہ سے روایت کیا ہے اور اس کا ھشام سے سماع نہیں ہے جیسا کہ امام بیہقی نے ترمذی کے حوالے سے امام بخاری سے نقل کیا ہے۔
اس حدیث کے پہلے جملے کا ایک شاہد بھی ہے "طبرانی کبیر" (۳۲/۱۱) میں ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے" اس دن خون بہانے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں اور کوئی عمل محبوب نہیں اِلا یہ کہ ٹوٹی ہوئی قرابت کو جوڑا جائے"۔ مگر یہ حدیث شاہد بننے کے قابل نہیں کیوں کہ اس کی سند میں راوی ضعیف ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بكل شعرةٍ من الصوف حسنة [۴۰۱]

اون کے ہر ریشے کے بدلے میں نیکی ملتی ہے۔

اور قربانی کے سنتِ ابراہیمی ہونے کا ثبوت تو خود قرآنِ کریم میں بھی مذکور ہے چنانچہ سورۃ الصّٰفّٰت آیت: ۱۰۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَ فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ٥ (الصّٰفّٰت: ۱۰۷)

اور ہم نے ایک بڑی قربانی (اسمٰعیلؑ کے) فدیے میں دے کر اسے چھڑا لیا۔

ابن ماجہ و مسند احمد والی مذکورہ بالا حدیث ترمذی میں بھی ہے جس کے الفاظ ہیں:

.... لصاحبها بكل شعرةٍ حسنة. [۴۰۲]

قربانی دینے والے کے لیے جانور کے ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔

(۳) دارقطنی میں ہے:

ما أُنفقتِ الورِقُ في شيءٍ أفضلَ من نحيرةٍ في يوم عيد [۴۰۳]

عید کے دن کسی نیک کام میں چاندی خرچ کرنا بھی اتنا کارِ ثواب نہیں، جتنا کہ خون بہانا ہے۔

۴۰۱: ابنِ ماجہ (۳۱۲۷) مسند احمد (۳۶۸/۴) اسی طرح اس کو عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" (۲۵۹) میں عقیلی (۳۰۷/۴) ابن حبان نے "المجروحین" (۵۶،۵۵/۳) میں طبرانی نے "کبیر" (۱۹۷/۵) میں اور حاکم (۳۸۹/۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے اس میں عائذ اللہ ضعیف ہے اور ابوداؤد نفیع بن حارث متروک ہے بلکہ ابن معین نے اسے کذاب کہا ہے۔

۴۰۲: دیکھیں ۴۰۱

۴۰۳: دارقطنی (۲۸۲/۴) اسی طرح اس کو ابن حبان نے "المجروحین" (۱۰۱/۱) میں طبرانی نے "المعجم الکبیر" ([illegible]) میں، ابن عدی (۲۲۸/۱) اور بیہقی ([illegible]) نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند ابراہیم بن یزید الخوزی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی کے معاملہ میں اسوۂ نبوی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر و حضر ہر حالت میں ہر سال قربانی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی ۴۰۴

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور قربانی دیتے رہے۔

اور آپ کے سفر کے دوران قربانی کرنے کے بارے میں تو ایک صحیح حدیث ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

کنّا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضر الاضحیٰ، فاشترکنا فی البقر سبعۃ و فی البعیر عشرۃ ۴۰۵

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ عیدالاضحیٰ آگئی تو ہم ایک گائے میں سات آدمی اور ایک اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے۔

اِن احادیث کے مجموعی تعاد سے بھی قربانی کی اہمیت و فضیلت واضح ہوجاتی ہے۔

۴۰۴: ترمذی (۱۵۰۷) اس حدیث کو امام ترمذی نے تو حسن کہا ہے مگر اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہے اور یہ مدلس ہے اور اس نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے سماع کی صراحت بھی نہیں کی ہے۔ نیز بہت زیادہ غلطیاں بھی کرتا ہے جیسا کہ "تقریب" میں ہے۔ لہٰذا اس کی سند ضعیف ہے۔ ۴۰۵: ترمذی (۹۰۵، ۱۵۰۱) "الحج والاضاحی" نسائی (۷/۲۲۲) ابن ماجہ (۳۱۳۱) اسی طرح اس کو ابن خزیمۃ (۲۹۰۸) ابن حبان (۱۰۵۰) طبرانی نے "کبیر" (۱۱/ ۳۳۶) میں حاکم (۴/ ۲۳۰) اور بیہقی (۵/۲۳۵، ۲۳۶) نے بھی روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے ابن خزیمۃ، ابن حبانؒ، حاکم اور ذہبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے اور ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی کی شرعی حیثیت

اب رہی یہ بات کہ قربانی واجب ہے یا سنت؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ الفاظ حدیث [سنۃ ابیکم ابراھیم] نے ان قربانیوں کی اصل حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ یہ کوئی معمولی کام یا محض گوشت خوری کا ایک ذریعہ نہیں بلکہ یہ تو جدّ الانبیا حضرت ابراہیمؑ کی ایک عظیم یادگار ہے اور اس یادگار کی اہمیت کا اندازہ کرنا ہو تو قصص القرآن یا قصص الانبیاء پر مشتمل کوئی معتبر کتاب پڑھ کر دیکھیں تفسیر قرآن میں "ذبح عظیم" اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس یادگار واقعہ کا مطالعہ کر کے دیکھیں اور اگر زیادہ نہیں تو کم از کم قرآنِ کریم کا باترجمہ مطالعہ ہی کر لیں۔ آپ کو ان قربانیوں کی عظمت کا آسانی سے اندازہ ہو جائے گا۔

ہم یہاں حضرت ابراہیمؑ کے اپنے اکلوتے لختِ جگر کو رضائے الٰہی کی خاطر قربان کرنے کے واقعات کی تفصیلات و جزئیات کے ذکر میں نہیں جانا چاہتے تاکہ بات طویل نہ ہو جائے البتہ اتنا ضرور عرض کریں گے کہ کم از کم قرآنِ کریم کی تلاوت کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیمؑ کے جذبۂ فدائیت اور ادائے فنائیت کو دہرا لیں کیونکہ ذبح عظیم" اور اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کے لیے حضرت خلیلؑ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اپنے اندر عبرتوں اور نصیحتوں کا ایک سمندر بکراں لئے ہوئے ہے۔ قرآن کریم میں کریم ابن کریم حضرت اسماعیل ذبیح علیہ السلام اور خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے واقعات مختلف مقامات پر مذکور ہیں مثلاً:

سورۂ بقرہ	رکوع	۱۵ ، ۱۶ ، ۳۵
سورۂ آل عمران	رکوع	۷ ، ۱۰
سورۂ النساء	رکوع	۱۸
سورۂ مائدہ	رکوع	۱۳
سورۂ انعام	رکوع	۹ ، ۱۰ ، ۲۰
سورۂ توبہ	رکوع	۱۴
سورۂ ہود	رکوع	۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ ابراہیم ،	رکوع	۶
سورۂ حجر ،	رکوع	۴
سورۂ نحل ،	رکوع	۱۶
سورۂ مریم ،	رکوع	۳، ۴
سورۂ انبیاء ،	رکوع	۵
سورۂ حج ،	رکوع	۴، ۱۰
سورۂ شعراء ،	رکوع	۵
سورۂ عنکبوت ،	رکوع	۲ ، ۳، ۴
سورۂ صٰفّٰت ،	رکوع	۳
سورۂ صٓ ،	رکوع	۴
سورۂ زخرف ،	رکوع	۳
سورۂ ذاریات ،	رکوع	۲
سورۂ ممتحنۃ ،	رکوع	۱
سورۂ اعلیٰ ،	آخری آیت	

اور ان مقامات میں سے سورۂ صٰفّٰت کے تیسرے رکوع میں اس قربانی اور "ذبحِ عظیم" کا واقعہ مذکور ہے جس کی یادگار ہماری یہ قربانیاں ہیں۔ ان قربانیوں کے سنتِ ابراہیمی ہونے کے علاوہ یہ ہمارے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ایسی سنّت ہیں کہ آپؐ نے سفر وحضر میں ہر سال اس پر عمل فرمایا جو اِس بات کا ثبوت ہے کہ یہ سنتِ مؤکّدہ ہے اور جمہور اہلِ علم کا یہی قول ہے صحابہؓ وتابعین، آئمہ کرام اور فقہاء و محدثین کی اکثریت نے بھی اسے سنّت ہی قرار دیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے ہر صاحبِ استطاعت کے لیے قربانی کو واجب قرار دیا ہے۔ جبکہ مشہور محقق علاّمہ ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ صحابۂ کرام میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انھوں نے قربانی کو واجب قرار دیا ہو جبکہ اکثریت سے یہ ثابت ہے کہ یہ غیر واجب ہے لیکن قربانی کے شرائع دینیہ میں سے ایک اہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت (اور شعارِ اسلام) ہونے میں کسی کو بھی کوئی اختلاف نہیں [للتفصیل نیل الاوطار ۳/۵/۱۰۹، ۱۱۲، الفتح الربانی وشرحہ ۱۳/۶۰۔۶۱، المرعاۃ ۳/۳۴۹، ۳۵۰]

ترکِ قربانی پر وعید

جو شخص قربانی کا جانور خریدنے یا اونٹ، گائے میں حصّہ ڈالنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے باوجود بھی اس سنتِ ابراہیمی و سنتِ مصطفوی کا احیاء نہیں کرتا، اس پر نبی اکرم ﷺ نے سخت وعید فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کے عتابِ شدید کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے جو ابن ماجہ و مسند احمد میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ارشادِ نبوی ہے: من وجد سعة فلم يُضَحِّ، فلا يقربنّ مصلّانا [۴۰۶]

جو شخص قربانی کی طاقت رکھتا ہو پھر بھی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

گویا جو شخص طاقت کے باوجود قربانی جیسے عمل اور شعارِ اسلام سے غفلت و سستی اختیار کرتا ہے اُسے مسلمانوں کی عیدگاہ میں جانے اور نمازِ عید ادا کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔

اس حدیث شریف کو سامنے رکھ کر غور فرمائیں کہ کس قدر بد نصیب ہیں وہ لوگ جو شادی بیاہ اور پیدائش و اموات کے موقعوں، قومی و ملکی رسموں اور علاقائی رواجوں پر تو خلافِ شرع بھی پانی کی طرح پیسے بہائے جاتے ہیں لیکن سال کے بعد جب عید الاضحیٰ آتی ہے تو قربانی کے لیے ایک بکرا یا مینڈھا خریدنے یا اونٹ گائے میں حصّہ دار بننے کی توفیق نہیں ہوتی۔

۴۰۶: ابن ماجہ (۳۱۲۳) مسند احمد (۲/۳۲۱) اسی طرح اسے دار قطنی (۴/۲۸۵) حاکم (۲/۳۸۹، ۴/۲۳۳) بیہقی (۹/۲۶۰) اور خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۸/۳۳۸) میں روایت کیا ہے۔ اسکو حاکم نے صحیح کہا ہے، حافظ ابن حجر اور بوصیری کا رجحان بھی اسکی صحت کی طرف ہے ملاحظہ ہو "الدرایۃ" لابن حجر (۲/۲۱۳) اور "مصباح الزجاجۃ" للبوصیری (۱۰۰/۲) [illegible] البانی نے اسکو "صحیح الجامع" ۶۳۶۶ میں ذکر کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک قربانی میں پورے گھروالوں کی شرکت

جب کہ یہ بھی نہیں کہ حاجیوں کی طرح ہر فرد کا قربانی کرنا ضروری ہو بلکہ غیر حاجیوں کے لیے تو پورے گھر والوں کی طرف سے صرف ایک ہی قربانی کرلینا بھی کافی ہے اور اپنی مرضی سے کوئی زیادہ قربانیاں دے تو زیادہ ثواب ہے چنانچہ ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

كيف كانت الضحايا فيكم على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مسعود میں تم قربانیاں کیسے کیا کرتے تھے؟

تو انھوں نے جواب دیا:

كان الرجل في عهد النبي صلى الله عليه وسلم يضحّي بالشاة عنه وعن اهل بيته [۴۰۷]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی اپنی اور اپنے سارے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی دیا کرتا تھا۔

اور اس کی تائید سنن اربعہ اور مسند احمد کی ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں

على كل اهل بيت في كل عام اضحية [۴۰۸]

ہر گھر والوں پہ ہر سال ایک جانور کی قربانی ہے۔

انہی احادیث کی بناء پر جمہور اہلِ علم کے نزدیک سارے گھر والوں کی طرف سے صرف ایک قربانی ہی کافی ہے [الفتح الربانی کی شرح بلوغ الامانی ۱۳/۶۶] اور امام شوکانی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ سنتِ نبوی نے فیصلہ کردیا ہے کہ ایک قربانی تمام

۴۰۷۔ ترمذی (۱۵۰۵) ابنِ ماجہ (۳۱۴۷) اسی طرح اسے مالک (۲/۴۸۶) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۴/۱۳۷۔۱۳۸۔۱۵۲) میں اور بیہقی (۹/۲۶۸) نے بھی روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے امام نووی نے بھی "المجموع" (۸/۳۸۴) میں اسکو صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۰۸ : ابوداؤد (۲/۸۸) ترمذی (۱۵۱۸) نسائی (۵/۱۶۷، ۱۶۸) "الفرع والعتیرۃ" ابن ماجہ (۳۱۲۵) احمد (۴/۲۱۵، ۵/۷۶) اِسی طرح اسے طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۲۰/۳۱۰، ۳۱۱) میں ابوالشیخ نے طبقات المحدثین (۱/۳، ۷/۴، ۷/۴۷) میں بیہقی (۹/۲۶۰) اور بغوی (۱۱۲۸) نے بھی ابورملہ کے واسطے سے مخنف بن سلیمؓ سے روایت کیا ہے اور یہ سند ضعیف ہے ابورملۃ جس کا نام عامر ہے۔ کو خطابی نے "معالم السنن" (۲/۲۲۶) میں اور ابن حزم نے "المحلی" (۷/۳۵۷) میں مجہول کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں کہا ہے "لا یعرف" یہ معروف نہیں۔ حافظ صاحب نے "فتح الباری" (۱۰/۴) میں اس سند کو قوی کہا ہے مگر یہ قوی کیسی ہوسکتی ہے کیونکہ ابورملہ مجہول ہے ہاں اس حدیث کا ایک دوسرا طریق بھی ہے۔ اس سے اس سند کو تقویت پہنچتی ہے۔

احمد (۵/۷۶) نے اس حدیث کو ایک دوسری سند سے مخنف بن سلیمؓ کی بجائے "حبیب بن مخنف" سے روایت کیا ہے اور یہ سند بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبدالکریم بن ابی المخارق ہے اور یہ ضعیف ہے۔

ابن مخنف کو حافظ ابن حجر نے تعجیل المنفعۃ" (۸۴) میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ان کو صحبت حاصل ہے مزید یہ بھی کہا ہے کہ "مسند" میں تو اسی طرح ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ روایت حبیب نے اپنے باپ "مخنف" سے بیان کی ہے یہ بات ابونعیم وغیرہ نے کہی ہے۔

قلت : "مسند احمد" میں اس حدیث کا حبیب سے مروی ہونا یہ کسی ناسخ یا راوی کی غلطی کی وجہ سے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ احمد نے اس حدیث کو عبدالرزاق سے روایت کیا ہے اور "مصنف عبدالرزاق" (۸۱۵۹) میں حبیب نے اس حدیث کو اپنے باپ مخنف بن سلیم سے ہی روایت کیا ہے۔

اسی طرح طبرانی نے بھی ایک روایت میں اس حدیث کو عبدالرزاق کے طریق سے روایت کیا ہے اور اس میں بھی "مصنف عبدالرزاق" کی طرح اس حدیث کو حبیب نے اپنے باپ مخنف سے ہی روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ "مسند احمد" میں اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیب سے مروی ہونا کسی راوی کے وہم یا کسی ناسخ کی غلطی کی وجہ سے ہے واللہ اعلم!
حاصل کلام اس حدیث کی دونوں سندیں ضعیف ہیں مگر دونوں کو ملانے سے اس حدیث کو کچھ تقویت ملتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر والوں کی طرف سے کفایت کرجاتی ہے چاہے گھر والوں کی تعداد ایک سو یا اِس سے بھی زیادہ ہو۔ [نیل الاوطار ۳/۵/۱۲۱]

ایک جانور میں شراکت

اگر کسی میں قربانی کے لیے مستقل ایک جانور خریدنے کی طاقت نہ ہو تو ایک گائے میں سات آدمی مل کر خرید لیں وہ ان سات آدمیوں اور ان کے تمام گھر والوں کی طرف سے بھی کفایت کرجائے گی اور گائے کے معاملہ میں شراکت کا حکم منیٰ میں موجود حاجیوں کی قربانی [ہدی] اور دوسرے ممالک اور شہروں کے لوگوں کی قربانی اِس اعتبار سے سب کے لیے برابر ہے کہ اس میں سات افراد منیٰ میں اور سات گھروں کے تمام افراد غیر منیٰ میں شریک ہوسکتے ہیں لیکن اونٹ اگر ہدی کے لیے ہو تو صرف سات ہی افراد کیلئے اور اگر عام قربانی کے لیے ہو تو دس گھروں کے تمام افراد کے لیے کفایت کرجاتا ہے چنانچہ صحیح مسلم ابوداؤد اور ترمذی میں ارشادِ نبوی ہے:

البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة [۴۰۹]

گائے سات افراد کی طرف سے ہے اور اونٹ بھی سات کی طرف سے

جبکہ ترمذی ونسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فحضر الاضحى، فاشتركنا في البقرة سبعة و في البعير عشرة [۴۱۰]

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ عیدالاضحیٰ آگئی، تو ہم ایک گائے میں سات اور ایک اونٹ میں دس شریک ہوئے۔

---

[۴۰۹]: اس حدیث کو مالک (۲/۴۸۶) "الضحایا" مسلم (۹/۶۶-۶۷) "الحج" ابو داؤد (۲۸۰۹) "الاضاحی" ترمذی (۴/۹۰،۱۵۰۲) "الحج والاضاحی" اور ابن ماجہ (۳۱۳۲) "الاضاحی" وغیرہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

[۴۱۰]: اس حدیث کی تخریج [۴۰۵] میں دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں حدیثوں میں سے ایک میں اونٹ سات کی طرف سے اور دوسری میں دس کی طرف سے مذکور ہے اور اہل علم نے اس فرق کو یوں رفع کیا ہے کہ جس حدیث میں اونٹ بھی سات کی طرف سے ہے وہ حج کرنے والوں کی قربانی (ہدی) کے ساتھ خاص ہے اور جس حدیث میں اونٹ دس کی طرف سے وارد ہوا ہے وہ عام قربانیوں کے بارے میں ہے۔ اور گائے ہدی و قربانی ہر شکل میں ہی بالاتفاق سات کی طرف سے ہے۔ [نیل الاوطار ۳/۵/۱۲۱، تحفۃ الاحوذی ۳/۶۴ - ۶۸، الفتح الربانی ۱۳/۸۴ - ۸۷، المرعاۃ ۳/۳۶۲]

ایامِ قربانی قربانی کے معاملہ میں تو یہ گنجائش بھی موجود ہے کہ عید کے دن ۱۰ ذوالحج تک اتفاق سے کسی کو توفیق نہ ہو سکے تو اگلے دن ۱۱ ذوالحج کو کرلے۔ گیارہ کو بھی نہیں ہو سکی تو ۱۲ ذوالحج کو ہی سہی، یہ تین دن تو مشہور ہیں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے تو اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ۱۳ ذوالحج کو بھی قربانی کی جا سکتی ہے چنانچہ مسند احمد دارقطنی اور صحیح ابن حبان میں ارشادِ نبوی ہے:

كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ ۴۱۱

ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحج بھی سبھی) قربانی کے دن ہیں۔

اور حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے:

أَيَّامُ النَّحْرِ يَوْمُ الْأَضْحَىٰ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ ۴۱۲

قربانی کے دن؛ یوم عیدالاضحیٰ اور اس کے تین دن بعد بھی ہیں۔

اور بعض دیگر صحابہ و تابعین اور آئمہ سے بھی یہی مروی ہے۔ بعض کے نزدیک قربانی کے دن صرف تین ہی ہیں، مگر یہ موقف مذکورہ حدیث کے خلاف ہے۔ لیکن سوچا جائے تو یہ بھی کیا کم ہے، کہ پہلے دن نہیں تو دوسرے دن، اور اگر دوسرے دن بھی

۴۱۱: احمد (۴/۸۲) ابن حبان (۱۰۰۸) دارقطنی (۴/۲۸۴) بیہقی (۵/۲۳۹، ۹/۲۹۵) اور بزار (۱۱۲۶، ۱۲۰۶)

۴۱۲:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں تو تیسرے دن ہی سہی مگر قربانی ضرور کریں۔

اور صرف ۱۰ ذوالحج (یوم نحر) کو ہی قربانی کا دن قرار دینے کا موقف سراسر غلط ہے کیوں کہ ایک سے زیادہ دنوں میں قربانی کے مشروع ہونے کا ثبوت صرف احادیث میں ہی نہیں بلکہ خود قرآن کریم کی سورۃ حج آیت ۲۸ میں موجود ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ [الحج ۲۸]

اور چند مقررہ دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں (ذبح کریں) جو اس نے انھیں بخشے ہیں۔

اس آیت میں "اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ" دونوں ہی جمع کے صیغے ہیں، ایّام بھی اور معلومات بھی، لہٰذا صرف یوم نحر (۱۰ ذوالحج) کو ہی قربانی کا دن قرار دینا اور اگلے دنوں کا انکار کرنا اس نصِّ قرآنی کے خلاف ہے۔ اور امام قرطبیؒ کے بقول اِس میں کوئی اختلاف نہیں کہ "اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ" سے مُراد ایامِ قربانی ہی ہیں [الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی ۳/۲۰۳ طبع مصر]

قربانی کرنیوالے کیلئے ہدایاتِ نبوی

توفیقِ الٰہی جس کے شاملِ حال ہو اور وہ اپنی اور اپنے اہلِ خانہ کی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس غرض سے وہ کوئی جانور خریدے یا کسی اونٹ گائے میں حصہ ڈالے تو اُسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی چند ہدایات کا بھی بطورِ خاص خیال رکھنا چاہیئے۔

۱۔ بال اور ناخن نہ کاٹنا

ان ہدایاتِ نبوی میں سے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قربانی کا ارادہ رکھنے والا شخص جب ذوالحج کا چاند دیکھ لے یا یہ خبرِ عام ہو جائے کہ چاند نظر آگیا ہے۔ اُسی رات سے لیکر عید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے اور اپنے جانور کی قربانی کر لینے تک اپنے جسم کے کسی حصّہ سے کوئی بال یا ناخن نہ کاٹے کیونکہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں ارشادِ نبوی ہے :

اذا رایتم ہلال ذی الحجۃ واراد احدکم ان یضحّی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ ۲۱۳

جب تم ذوالحج کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ بھی رکھتا ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

اور مسلم و ابوداؤد میں یہ الفاظ بھی ہیں :

فلا یاخذنّ من شعرہ ولا من اظفارہ شیئاً حتی یضحّی ۲۱۴

وہ اپنے جانور کو ذبح کر لینے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

اس موضوع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے پیشِ نظر حضرت سعید بن مسیّب، ربیعہ، امام احمد، اسحاق بن راہویہ، داؤد اور امام شافعی رحمہم اللہ اور ان کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ قربانی دینے والے کا چاند دیکھ لینے سے قربانی کر دینے تک کے دوران بال یا ناخن کاٹنا اگرچہ حرام تو نہیں البتہ مکروہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ مکروہ بھی نہیں مگر یہ رائے مذکورہ صحیح حدیث کے سراسر خلاف ہے۔

[نیل الاوطار ۳/۵/ ۱۱۲، ۱۱۳]

مذکورہ ارشادِ نبوی کی رو سے مسنون یہی ہے کہ قربانی کرنے والا شخص اپنا جانور ذبح کرنے تک ان امور سے اجتناب کرے اس طرح تعمیلِ ارشاد پر اسے ثواب ملیگا۔ جب کہ ابوداؤد و نسائی اور مسند احمد و دارقطنی میں مذکور ایک حدیث سے اس حکم نبوی کی تعمیل پر حاصل ہونے والی برکات کا یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی شخص میں جانور خرید

---

۲۱۳ : اس حدیث کو مذکورین کے علاوہ دارقطنی (۴/ ۲۷۸) حاکم (۴/ ۲۲۲) بیہقی ۲۶۹/۹ اور احمد (۲۸۹/۶، ۳۰۱، ۳۱۱) نے بھی روایت کیا ہے۔

۲۱۴ : دیکھیں مسلم (۱۳/ ۱۳۹) اور ابوداؤد (۲۷۹۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر ذبح و قربانی کرنے کی طاقت نہ ہو اور وہ چاند نظر آجانے سے لیکر قربانیوں کے وقت تک کوئی بال اور ناخن نہ کاٹے تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی اس کی نیت کی بناء پر قربانی کا ثواب عطا کر دیتا ہے۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے (بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی ۱۳/ ۷۰) البتہ شیخ البانی نے اس کی سند پر کچھ کلام کیا ہے (تحقیق المشکوٰۃ ۱/ ۴۶۶) اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو رض بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ میرے پاس صرف دودھ دینے والی ایک بکری ہی ہے کیا میں اس کی قربانی دے دوں تو آپؐ نے فرمایا:

ولکن خذ من شعرك واظفارك، وتقص من شاربك وتحلق عانتك، فذالك تمام اضحيتك عند الله. ۴۱۵

نہیں، بلکہ اپنے بال، ناخن، مونچھیں کاٹو اور زیرناف بال صاف کرو، یہ تمہارے لیے اللہ کے ہاں پوری قربانی کے برابر ہوگا۔

۲۔ اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا | قربانی سے متعلقہ ہدایاتِ نبوی میں سے دوسری بات یہ ہے کہ قربانی دینے والا خود اپنے ہاتھ سے قربانی کے جانور کو ذبح کرے تو یہ مستحب ہے کیونکہ صحیح مسلم ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مروی ایک حدیث میں ہے:

واخذ الكبش، فاضجعه ثم ذبحه ۴۱۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا پھر ذبح کیا۔

۴۱۵: ابوداؤد (۲۷۸۹) نسائی (۷/ ۲۱۲-۲۱۳) ابن حبان (۱۰۴۳) دارقطنی (۴/ ۲۸۲) حاکم (۴/ ۲۲۳، ۲۲۴) اور بیہقی (۹/ ۲۶۳، ۲۶۴)

۴۱۶: (۱۳/ ۱۲۱، ۱۲۲) ابوداؤد (۲۷۹۲) احمد (۶/ ۷۸) اور بیہقی (۹/ ۲۶۷، ۲۷۲، ۲۸۶) نے بمعنیٰ ۳۱) کو روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صحیحین و سنن اربعہ میں مذکور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ذبح کرتے وقت مسنون کیفیتِ ذبح کے علاوہ یہ بھی وارد ہے:

فذبحهما بيده ۴۱۷ آپ نے ان دونوں (جانوروں) کو اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیا۔

اس بناء پر اسے مستحب قرار دیا گیا ہے کہ قربانی دینے والا جانور کو ذبح کرے۔

عورت کا ذبیحہ | یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہی نہیں بلکہ عورتیں بھی اس میں شامل ہیں جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور مستدرک حاکم میں موصولاً مروی ہے:

امر ابوموسى بناته ان يضحين بايديهن ۴۱۸

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے قربانی کا جانور ذبح کریں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ایک اور روایت بھی ذکر کی ہے جس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس میں ہے:

انّ ابا موسى كان يامر بناته ان يذبحن نسائكهنّ بايديهنّ۔ ۴۱۹

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی قربانی کے جانوروں کو خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا کریں۔

۴۱۷: بخاری (۵۵۵۸) مسلم (۱۳/ ۱۲۰، ۱۲۱) ابوداؤد (۲۷۹۴) ترمذی (۱۴۹۴) نسائی (۷/ ۲۲۰، ۲۳۰، ۲۳۱) ابن ماجہ (۳۱۲۰) اسی طرح اس کو دارمی (۲/ ۷۵) ابن الجارود ۹۰۹ ابن خزیمۃ (۲۸۹۵، ۲۸۹۶) اور بیہقی (۵/ ۲۳۸، ۹/ ۲۵۹، ۲۸۳، ۲۸۵) نے بھی روایت کیا ہے

۴۱۸: اس کو بخاری (۱۰/ ۱۹۔ فتح الباری) اسی طرح بیہقی (۹/ ۲۸۳) نے بھی تعلیقاً ذکر کیا ہے اور اسکو عبدالرزاق (۸۱۶۹) نے موصولاً روایت کیا ہے اور اسی طرح حاکم نے بھی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" میں کہا ہے ۴۱۹: انظر فتح الباری ۱۰/ ۱۹ (مؤلف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آگے چل کر حافظ ابن حجر نے ابنِ تین سے عورت کے ذبیحہ کا جواز، امام مالک سے کراہت اور شافعیہ کے نزدیک عورت کے ترکِ ذبح کا اولیٰ ہونا نقل کیا ہے۔

[فتح الباری ۱۰/۱۹ و انظر الفتح الربانی ۱۳/۶۷]

ان فقہی آراء سے قطع نظر صرف صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہی عورت کے ذبیحہ کے جائز ہونے کا پتہ نہیں چلتا بلکہ اس سلسلہ میں تو ایک صریح حدیث بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورت کے ذبیحہ کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ سنن ابن ماجہ میں "باب ذُبیحۃ المرأۃ" کے تحت وارد شدہ حدیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت کے پتھر کے ساتھ ایک بکری کو ذبح کیا۔ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا:

فَلَم یَرَ بِہٖ بأساً ۴۲ آپ نے اسمیں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

۴۔ مزدوری میں قربانی کا گوشت نہ دینا

مذکورہ احادیث کی بناء پر مرد و زن کے لیے مستحب تو یہی ہے کہ وہ اپنے قربانی کے جانوروں کو خود ذبح کریں اور اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاتھوں ذبح کروا لیتا ہے تو یہ بھی بلا اختلاف جائز ہے لیکن قربانی کا جانور ذبح ہوتے وقت وہ خود بھی موجود رہے۔ اور ذبح کرنے یا اس کا گوشت بنانے والے کو اپنی جیب سے مزدوری دیں۔ اس سلسلہ میں عموماً لوگ غفلت و سستی برتتے ہیں اور جیب سے چار پیسے بچانے کی خاطر بطورِ اُجرت گوشت ہی دے دیتے ہیں جو کہ قطعاً صحیح نہیں کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی

---

۴۲ : اس حدیث کو ابن ماجہ (۳۱۸۲) "الذبائح" اور بیہقی (۹/۱۸۲) نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح اس کو بخاری (۵۵۰۱، ۵۵۰۴) "الذبائح والصید" نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بکری کے کھانے کا حکم دیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنہ وان اتصدّق بلحومھا وجلودھا واجلّتھا وان لا اعطی الجازر منھا شیئًا۔
مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میں آپؐ کے اونٹوں کے پاس [بوقتِ ذبح] موجود رہوں اور ان کے گوشت، چمڑے اور پالان صدقہ کر دوں اور گوشت بنانے والے کو ان چیزوں میں سے [بطورِ اُجرت] کچھ نہ دوں۔

آپؐ کا یہ ارشاد بیان کرنے کے بعد حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

نحن نعطیہ من عندنا [۴۲۱] ہم اُسے اُجرت اپنے پاس سے دیا کرتے تھے۔

۴. چمڑے اور گوشت سے کچھ نہ بیچنا مذکورہ بالا حدیث میں قصّاب یا گوشت بنانے والے کو بطورِ اُجرت گوشت دینے کی تو ممانعت ہے جو کہ گوشت بیچنے کی ایک شکل ہے اور یہ ممنوع ہے البتہ اگر اُسے اُجرت پوری دے دیں اور جاتے ہوئے تھوڑا سا گوشت دوسرے عام لوگوں کی طرح دے دیں تو اس میں حرج نہیں کیونکہ یہ بیچنے میں داخل نہیں ہوگا! اور گوشت کی طرح ہی قربانی کے جانوروں کی کھالیں اور چمڑے بیچ کر قربانی دینے والوں کا ان کی قیمت کھانا بھی منع ہے جیسا کہ مسند احمد میں حدیث ہے:

ولا تبیعوا لحومَ الھدی والاضاحی وکلوا وتصدّقوا واستمتعوا بجلودھا ولا تبیعوا [۴۲۲]
حج کے موقع پر منیٰ میں دی جانے والی اور عام قربانی کا گوشت مت بیچو

۴۲۱: بخاری (۱۷۱۷) مسلم (۹/۶۴، ۶۶) اسی طرح اس کو ابوداؤد (۱۷۶۹) ابن ماجہ (۳۰۹۹) دارمی (۲/۷۴)، نسبےہی کتاب الحج میں ابن الجارود (۴۸۲، ۴۸۳) بیہقی (۵/۲۴۱، ۹/۲۹۴) احمد (۱/۷۹، ۱۲۳، ۱۳۲، ۱۴۳، ۱۵۴) اور عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند (۱/۱۱۲) میں روایت کیا ہے ۴۲۲: اس حدیث کو احمد (۴/۱۵) نے قتادہ بن نعمانؓ سے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ خود کھاؤ یا صدقہ کر دو۔ اور قربانی کے جانوروں کی کھالیں بھی مت بیچو (بلکہ وہ بھی صدقہ کر دو یا پھر) اس سے خود فائدہ اُٹھاؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چمڑے یا کھال کو بیچ کر اس کی قیمت اپنے استعمال میں لانا تو منع ہے البتہ اگر اس چمڑے کو دباغت دے کر (رنگ کر) پکا لے اور اپنے بیٹھنے یا کسی دوسرے استعمال میں لے آئے تو اس کی اجازت ہے۔

۵۔ اُجرت میں کھالیں؟ بعض جگہوں پہ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ عید کے موقع پر قربانی کی کھالیں امام مسجد کو دے دیتے ہیں حالانکہ اگر تھوڑا غور کیا جائے تو یہ امامت کا معاوضہ بن جاتی ہیں جسے امامت کی اُجرت بھی کہا جا سکتا ہے جو کہ کھالوں کو بیچ کر ان کی قیمت کھانے یا اپنے استعمال میں لانے والی بات ہے اور مذکورہ حدیث کی رو سے منع ہے، ایسے لوگوں کو اور ایسے پیش امام حضرات کو اس پہلو پر غور کرنا چاہیئے ہاں اگر امام صاحب اس قدر غریب ہیں کہ امامت کے معاوضے کے باوجود وہ صدقہ کے مستحق ہوں تو ایسی صورت میں ایسے امام مسجد کو قربانی کی کھال دی جا سکتی ہے۔ اب پیش امام کا اپنا فرض ہے کہ وہ ذمہ داری کا ثبوت دے اور اپنی حیثیت مجموعی کا اندازہ کر کے قربانی کی کھالوں کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ اپنے ایمان اور ضمیر سے لے۔

۶۔ نمازِ عید کے بعد قربانی کرنا نمازِ عید سے پہلے قربانی کے جانور کو ذبح نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اگر کسی نے قربانی کا جانور نمازِ عید سے قبل ہی ذبح کر دیا تو وہ کھانے کا گوشت تو بن جائے گا مگر قربانی کے طور پہ وہ قبول نہیں ہوگا کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عید سے فارغ ہو کر ابھی سلام پھیرا ہی تھا تو آپؐ نے گوشت دیکھا جو کہ آپؐ کے نماز پڑھنے سے پہلے ہی ذبح کیئے گئے جانور کا تھا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

من کان ذبح قبل ان یصلّی ۔ او نصلّی ۔ فلیذبح مکانها اخری[۲۲۳]۔ جس نے نمازِ عید پڑھنے ۔ یا ہمارے نمازِ عید پڑھنے ۔ سے پہلے ہی قربانی کا جانور ذبح کر دیا ہے تو اس .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے۔

اور بخاری ومسلم میں ہی مذکور ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضؓ نے نمازِ عید سے پہلے ہی قربانی کا جانور ذبح کردیا تو آپ نے فرمایا:

تلك شاة لحم .... من ذبح قبل الصلوٰة فانّما ذبح لنفسه ومن ذبح بعد الصلوٰة فقد تمّ نسكه واصاب سنّة المسلمين۔ ۴۲۴

یہ بکری تو محض گوشت ہے (قربانی نہیں) جس نے نماز سے پہلے ہی جانور ذبح کردیا اسے نے اسے صرف اپنے لیے ذبح کیا اور جس نے نمازِ عید کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی ادا ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت وطریقہ کو پالیا۔

۴۲۳: بخاری (۹۸۵، ۵۵۰۰، ۵۵۶۲) "العیدین والذبائح والأضاحی" مسلم (۱۳/ ۱۰۹، ۱۱۱) نسائی (۲۱۴/۷، ۲۲۴) ابن ماجہ (۳۱۵۲) سب نے "الأضاحی" میں بیہقی (۲۶۲/۹، ۲۷۷) طیالسی (۱/ ۲۳۰) احمد (۳۱۲/۴، ۳۱۳) ابویعلیٰ (۱۵۳۲) اور حمیدی (۷۷۵) نے جندب بن سفیان رضؓ سے روایت کیا ہے۔

۴۲۴: ان الفاظ سے اس حدیث کو بخاری (۵۵۵۶) مسلم (۱۱۲/۱۳) ابوداؤد (۲۸۰۱ مختصراً) بیہقی (۲۶۹/۹، ۲۷۶، ۲۷۷) اور بغوی (۱۱۱۳) نے مطرف کے طریق سے اور انھوں نے شعبی کے واسطے سے براء ابن عازب رضؓ سے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نحروذبح کا مسنون طریقہ

پیغمبرِ اسلام، امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات کی ہر چیز کے لیے سراپا رحمت بنا کر مبعوث کیے گئے تھے۔ اس بات کی شہادت کسی ہما شما سے نہیں بلکہ خود خالق کائنات، مالکِ ارض و سماء سے اس کی آخری آسمانی کتاب قرآن کریم میں موجود ہے جیسا کہ سورۃ انبیاء آیت: ۱۰۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔ [الانبیاء: ۱۰۷]

(اے نبی) ہم نے آپ کو تمام جہاں (کائنات کی ہر چیز) کیلئے نبی بنا کر بھیجا ہے

مومن مسلمان کے لیے تو آپ دنیا و آخرت ہر دو جہاں میں رحمت تھے اور ہونگے اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ آپ تو کفار کے لیے بھی رحمت تھے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ترجمان القرآن حضرت ابنِ عباس رضؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کفار کے لیے رحمت کیسے تھے؟! انھوں نے فرمایا: کفار کے لیے آپ صرف دنیا کی حد تک رحمت تھے وہ زمین میں دھنسائے جانے اور آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جبکہ پہلی اُمتوں کے منکرینِ حق پر یہ عذاب نازل ہوئے [ابنِ کثیر اردو ۳/۴۵۳]

جو ذاتِ گرامی کفار تک کے لیے بھی رحمت تھی۔ اس سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ بے زبان حلال جانوروں کے لیے رحمت نہ ہوگی۔ کتب حدیث وسیرت میں متعدد ایسے واقعات مذکور ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صرف انسانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ حیوانوں اور پرندوں کے لیے بھی سراپا رحمت تھے۔ اور حد تو یہ ہے کہ جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہو اس کے ساتھ بھی آپ نے رحم و احسان کی تعلیم فرمائی ہے اور آپ کی انہی تعلیمات کی روشنی میں قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی مسنون کیفیات و طریقہ کچھ یوں ہے کہ:

جانور کی نظروں سے دُور چھری تیز کرنا۔ جانور کو ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے جانور کی نظروں دور، جہاں سے وہ دیکھ نہ سکتا ہو، اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لے۔ اور جانور کی نظروں سے دور اور دھل اس لیے کہ ذبح ہونے سے قبل ہی چھری تیز ہوتے دیکھ کر اُسے تکلیف نہ پہنچے۔ اور چھری کو تیز اس لیے کر لے تاکہ جلد ذبح ہو جانے کی شکل میں جانور کو دیر تک چھری کے کاٹنے کی تکلیف نہ ہوتی رہے۔ اس سلسلہ میں طبرانی کبیر و اوسط اور سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو بکری کو لٹا کر، اس کی گردن پہ پاؤں رکھے، اپنی چھری تیز کر رہا تھا۔ اور بکری یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اس پہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: افلا قبل هذا، أتريد ان تميتها موتتين ۴۲۵

کیا یہ کام اس سے پہلے نہیں ہو سکتا تھا؟ کیا تو اس بیچاری کی دو مرتبہ جان لینا چاہتا ہے؟

اور یہی واقعہ مستدرک حاکم میں بھی مذکور ہے اس میں ارشادِ نبوی کے الفاظ ہیں:

اتريد ان تميتها موتات هلّا حددت شفرتك قبل ان تضجعها ۴۲۶

کیا تو اسے کئی موتیں مار کر اس کی جان نکالنا چاہتا ہے؟ تم نے اسے لٹانے سے پہلے ہی چھری تیز کیوں نہ کر لی؟!

ایسے ہی صحیح مسلم، سنن اربعہ سنن بیہقی و دارمی اور مسند احمد و مصنف ابن ابی شیبہ میں ارشادِ نبوی ہے:

۴۲۵: اس کو طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۱/۳۳۳) اور "الاوسط" میں۔ جیسا کہ "مجمع الزوائد" (۴/۳۶) میں ہے۔ اور بیہقی (۹/۲۸۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۴۲۶: اس کو حاکم (۴/۲۳۱،۲۳۳) نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور یہ صحیح حدیث ہی ہے مصنف عبدالرزاق (۸۶۰۸) میں اس حدیث کو معمر نے عکرمۃ سے مرسلاً روایت کیا ہے مگر ان کے مرسل بیان کرنے سے اس حدیث کی صحت متاثر نہیں ہوتی کیونکہ طبرانی اور بیہقی میں عبدالرحیم بن سلیمان اور مستدرک میں حماد بن زید نے اسکو موصول بیان کیا ہے اور یہ دونوں ثقہ ہیں لہذا ان کی روایت مقدم ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إنّ الله كتب الاحسان على كلّ شيء، فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة، واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح وليحدّ احدكم شفرته، وليرح ذبيحته [۴۲۷]

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنے کو فرض قرار دیا ہے لہٰذا اگر تم کسی کو (قصاص میں) قتل کرو تو بھی اُسے اچھے طریقے سے قتل کرو اور اگر کسی جانور کو ذبح کرنا ہو تو اسے بھی اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ اور تمہیں چاہیے کہ اپنی چھری کو خوب تیز کر لو اور ذبیحہ کو (جلد ذبح کر کے) آرام پہنچاؤ

ان ارشادات و تعلیمات کے ساتھ ساتھ خود آپ ﷺ کا اپنا عملِ مبارک بھی یہی تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جب قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو مجھے حکم فرمایا:

یا عائشة، هلمّی المدية اے عائشہ! چھری لاؤ۔

پھر فرمایا:

اشحذيها بحجر [۴۲۸] اسے پتھر پر خوب تیز کرو۔

وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایسے ہی کیا۔ پھر آپ ﷺ نے وہ چھری لی، مینڈھا پکڑ کر لٹایا اور اُسے ذبح کیا۔

نحر کرنا

کسی جانور کو ذبح کرنے کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طریقے بتائے ہیں ان میں سے ہی ایک ہے نحر کرنا جو کہ اونٹ کے ساتھ خاص ہے اگر اونٹ کی قربانی دینی ہو تو اُسے نحر کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اسے قبلہ رو کھڑا کر کے اس کی اگلی بائیں ٹانگ اور ران کو باہم باندھ دیا جائے اور اسے تین ٹانگوں پر کھڑا ہونے کی حالت میں نحر کیا جائے۔ اور نحر یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ ہیئت

۴۲۷: مذکورین کے علاوہ اس حدیث کو ابن الجارود (۸۳۹، ۸۹۹) عبدالرزاق ۴/ ۸۶۰ و ایضاً ۸۶۰۳) اور طیالسی (۳۴۲/۱) نے بھی روایت کیا ہے

۴۲۸: اس حدیث کی تخریج ۴۱۶ میں ملاحظہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصورت میں اونٹ کو کھڑا کر کے تکبیر پڑھ کر اس کے سینے اور گردن کی جڑ کے درمیان والی گڑھا نما جگہ میں نیزہ یا کوئی تیز دھار آلہ مارا جائے جس سے اس کی رگِ حیات کٹ جائے۔

ذبح کرنا ذبح کرنے کا طریقہ تو معلوم و معروف ہے کہ گردن کی بالائی اور جبڑوں کے درمیان حلق میں پائی جانے والی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔ دیگر کتب کے علاوہ فقہ حنفی کی کتب، حاشیہ ابن عابدین، تکملۃ البحر اور البدائع والصنائع وغیرہ میں بھی ذبح و نحر کا فرق اور طریقہ بالتفصیل مذکور ہے (للتفصیل المرعاۃ ۷/ ۲۷، ۲۸، الفتح الربانی و شرح الفتح ۱۳/ ۵۵۔ ۵۷ ترجمۂ قرآن از مولانا سیّد مودودی، سورۂ حج حاشیہ: ۹)

گائے اور بھینس: ذبح یا نحر؟ جمہور اہلِ علم کے نزدیک گائے اور بھینس کو ذبح کرنا ہی مستحب ہے کیونکہ سورۂ بقرہ آیت میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً۔ (البقرہ: ٦٧)

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

اس ارشاد میں چونکہ گائے کی نسبت ذبح کا لفظ استعمال ہوا ہے اسی لیے یہی مستحب ہے، البتہ نحر بھی جائز ہے بلکہ علامہ عبیداللہ رحمانی نے مشکوٰۃ شریف کی شرح المرعاۃ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی وغیرہم رحمہم اللہ اور اکثر اہلِ علم کے نزدیک نحر والے جانوروں کو ذبح کر لینا اور ذبح والے جانوروں کو نحر کر لینا بھی جائز ہے اور حنابلہ کے نزدیک یہ صورت صرف ضرورت و مجبوری کی شکل میں ہی جائز ہے ورنہ نہیں۔ (المرعاۃ ۷/ ۲۸)

جانور کو قبلہ رو کر لینا نحر و ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رو کر لینا مسنون ہے اس بات کا پتہ بخاری ابوداؤد موطا امام مالک اور بیہقی میں مذکور ایک مرفوع ایک موقوف اور ایک معلق بالجزم حدیث سے چلتا ہے۔ بخاری شریف میں محل شاہد کے الفاظ یوں ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و وجهها قبل القبلة [۴۲۹] اور جانور کو قبلہ رو کھڑا کیا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جانور کو قبلہ رو کر کے ذبح ونحر کرنے کو مستحب سمجھتے تھے اور مصنف عبدالرزاق میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ کسی جانور کو غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے ذبح کیا گیا ہوتا تو وہ اس کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ [۴۳۰]

کھڑے اونٹ کو نحر کرنا

اونٹ کا اگلا بایاں گھٹنا باندھ کر کھڑے کو ہی نحر کرنے کا ثبوت قرآن کریم اور بخاری و مسلم میں مذکور ہے۔

چنانچہ سورۂ حج آیت ۳۶ میں ارشادِ الٰہی ہے:

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ [الحج: ۳۶]

تم ان پر کھڑے ہونے کی حالت میں ہی اللہ کا نام لو۔

ان الفاظ کا ترجمہ و تفسیر بیان کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول تعلیقاً اور سعید بن منصور و عبد بن حمید نے اسے موصولاً بیان کیا ہے کہ صوافّ کا معنی قِیَامًا یعنی کھڑا کرنا ہے [۴۳۱] اس طرح مذکورہ آیت کا معنی یہ ہوا کہ انھیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو جسے تکبیر پڑھنا کہا جاتا ہے اور یہی ہے بوقتِ ذبح ونحر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا۔ اور مذکورہ بالا آیت میں ہی آگے یہ بھی ارشاد ہے:

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ [الحج: ۳۶]

۴۲۹: بخاری (۳/۴۲ ۵ ـ الفتح) میں نافع سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رو کر لیا کرتے تھے۔ بخاری میں یہ اثر تعلیقاً ہے اور اس کو مالک (۱/۳۷۹) اور بیہقی نے موصولاً روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ مرفوع روایت جابرؓ سے مروی ہے اور اس کی تخریج نمبر ۴۳۸ میں آرہی ہے ۴۳۰: مصنف عبدالرزاق (۸۵۰۵) باسناد صحیح علی شرطهما ۴۳۱: انظر نیل الاوطار دمشقی الاخبار ۵/۱۲۳/۲ [illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جب ان کے پہلو زمین پر لگ جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت کیے بیٹھے ہیں اور ان کو بھی جو حاجت پیش کریں۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جس نے نحر کرنے کے لیے اونٹ کو بٹھایا ہوا تھا۔ تو اسے فرمایا:

ابعثها قیاما مقیّدة سنة محمد صلی اللہ علیه وسلم[۴۳۲] اس کا گھٹنا باندھ کر اسے کھڑا کرو کہ یہی سنت نبوی ہے۔

اور ابوداؤد و بیہقی میں ہے:

انّ النبی صلی اللہ علیه واصحابه کانوا ینحرون البدنة معقولة الیسریٰ قائمة علی ما بقی من قوائمها[۴۳۳]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ قربانی کے اونٹوں کا بایاں گھٹنا باندھ کر اسے باقی ٹانگوں پر کھڑا کر کے نحر کیا کرتے تھے

اس حدیث کو المجد ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منتقی الاخبار میں مرسل قرار دیا ہے لیکن امام شوکانی رحمہ اللہ نے ان کی تردید کی ہے اور اپنی تائید میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام منذری رحمہ اللہ کے سکوت ذکر کیا ہے اور ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی سند تمام رواۃ صحیح بخاری کی

۴۳۲: بخاری (۳/۱۲۷) مسلم (۹/ ۶۹) اسی طرح اس کو ابوداؤد (۱۷۶۸) دارمی (۲/ ۶۶) سب نے "کتاب الحج" میں ابن خزیمۃ (۲۸۹۳) اور بیہقی (۵/ ۲۳۷) نے روایت کیا ہے کچھ لفظی فرق سے اس کو طیالسی (۱/ ۲۴۱) اور ابن ابی شیبۃ (۴/ ۸۳-۸۴) نے بھی روایت کیا ہے۔

۴۳۳: ابوداؤد (۱۷۶۷) وعنہ البیہقی (۵/ ۲۳۷، ۲۳۸)۔ یہ حدیث موصولاً اور مرسلاً مروی ہے مرسل کی سند حسن درجہ کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رواۃ ہیں (نیل الاوطار ۳/ ۵/۱۲۳) اور شیخ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (مناسک الحج والعمرۃ ص۳۵)

جانور کو ذبح کرنے کی کیفیت

ذبح کئے جانے والے جانوروں کو ابوداؤد بیہقی کی ایک مرفوع حدیث کی رو سے[۴۳۴] قبلہ رو لٹالیں اور اس کے اوپر والے دائیں پہلو پر اپنا پاؤں رکھ لیں۔ بکرے یا مینڈھے کو لٹانے کا ثبوت صحیح مسلم، ابوداؤد اور مسند احمد میں مذکور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے فعل سے ملتا ہے کیونکہ اس حدیث میں ہے:

واخذ الکبش فاضجعہ ثم ذبحہ[۴۳۵]

آپ نے مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اور پھر ذبح کیا۔

اور اس کے اوپر دائیں پہلو پر پاؤں رکھنے کا ذکر صحیحین اور سنن اربعہ میں موجود ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مینڈھے قربانی کے لیے ذبح کرتے دیکھا اور چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

فرأیتہ واضعا قدمہ علی صفاحہما[۴۳۶]

میں نے آپ کو اپنا قدم مبارک ان کے پہلو پر رکھے ہوئے دیکھا

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تمام اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جانور کو بائیں پہلو پر لٹایا جائے اور اس کے اوپر والے دائیں پہلو پر پاؤں رکھا جائے تاکہ ذبح کرنے والے کے لیے دائیں ہاتھ میں چھری اور بائیں ہاتھ سے جانور کا سر پکڑنے میں آسانی رہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۸)

تکبیر

نحر یا ذبح کرتے وقت چھری پھیرنے سے پہلے تکبیر پڑھنا یعنی بِسْمِ اللہِ وَاللہُ اَکْبَرُ کہنا ہرگز نہیں بھولنا چاہیے۔

۴۳۴: انظر مناسک الحج والعمرہ ص۳۵ (مؤلف)

۴۳۵: تخریج کے لیے دیکھیں ۴۱۶

۴۳۶: اس کی تخریج کے لیے ۴۱۶ دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں کہ صحیحین وسنن اربعہ والی حضرت انسؓ سے مروی حدیث میں ہے :

ویقول : بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ[۴۳۷]

آپؐ (بوقتِ ذبح) بسم اللہ واللہ اکبر کہتے تھے۔

ذبح و نحر کے بارے میں اب تک جتنے بھی مسائل واحکام گزرے ہیں ان میں قربانی اور غیر قربانی ہر موقع کے لیے کوئی فرق نہیں ہے بلکہ عام حالات میں بھی اگر گوشت بنانے کے لیے جانور ذبح کرنا ہو تو اس کا بھی یہی مسنون طریقہ ہے۔

قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ذکر و دُعاء

خاص قربانی کے جانور کو ذبح و نحر کرتے وقت صرف اتنا فرق ہے کہ یہ خالص رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اور اجر و ثواب کے لیے کئے جاتے ہیں۔ اس لیے ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی اور مسند احمد میں مذکور ایک متکلم فیہ روایت کے مطابق مستحب یہ ہے کہ سورۃ انعام کی آیت ۷۹، ۱۶۲ اور ۱۶۳ ذبح کرنے سے قبل تلاوت کی جائیں[۴۳۸] جو یہ ہیں :

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ o اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ o

(الانعام : ۷۹، ۱۶۲، ۱۶۳)

---

۴۳۷ : "بسم اللہ واللہ اکبر" ان کلمات کا اس طرح صراحت سے ذکر مسلم (۱۳/۱۲۱) بیہقی (۹/ ۲۸۵) اور "شرح السنۃ" (۱۱۱۹) میں ہے۔ بخاری وغیرہ میں "سمّی وکبّر" کے الفاظ ہیں اور اس حدیث کی مفصل تخریج ۲۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۸ : اس حدیث کو ابوداؤد (۲۷۹۵) ابن ماجہ (۳۱۲۱) دارمی (۲/ ۷۵-۷۶) ابن خزیمۃ (۲۸۹۹) بیہقی (۹/ ۲۸۷) اور احمد (۳/ ۳۷۵) نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے اپنا سنہ اس کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے اور میں مشرک نہیں ہوں ــــ میری نماز و قربانی (ہر عبادت) اور میرا مرنا و جینا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے. اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلے اس کا تابعدار ہوں۔

اِن آیات کی تلاوت مستحب ہے اور دلیل بھی متکلم فیہ۔ لہٰذا ان آیات کی تلاوت کرلے تو فبہا اور نہ کرلے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

اور تکبیر پڑھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کے ساتھ ہی قربانی کے جانور کو ذبح یا نحر کرتے ہوئے ابوداؤد، دارمی اور بیہقی میں حضرت جابرؓ سے مروی حدیث کی رو سے یہ الفاظ کہنا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ [۴۳۹]

اے اللہ یہ تیری توفیق سے اور تیری ہی رضا کے لیے ہے۔

ایسے ہی صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کو ذبح کرتے وقت یہ فرمایا:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ [۴۴۰] اے اللہ! محمد و آل محمد اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبول فرما۔

لہٰذا ہر قربانی دینے والے کے لیے مسنون ہے کہ وہ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ کے بعد ہی اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا بھی کہہ لے۔

قربانی کے جانور

قربانی کے لیے کس کس جانور کو ذبح کرنا جائز ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ حلال ہو جیسے قرآنی الفاظ میں

---

۴۳۹ : یہ کلمات [۴۳۸] میں مذکور حدیث جابرؓ ہی میں ہیں۔

۴۴۰ : تخریج کے لیے [۴۱۶] دیکھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیمۃ الانعام کہا گیا ہے. جیسا کہ سورۃ مائدہ کی پہلی ہی آیت میں ہے:

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ۔ [الانعام : ۱]

تمہارے لیے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے ہیں.

اور سورۃ حج کی آیت ۲۸ میں ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ [الحج : ۸]

اور چند مقررہ دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انھیں بخشے ہیں۔

اور سورۃ حج ہی کی آیت ۳۴ میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ [الحج : ۳۴]

ہر اُمت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کردیا ہے تاکہ (اس اُمت کے لوگ) ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انھیں بخشے ہیں.

کتبِ تفسیر، کتبِ شروحِ حدیث اور کتبِ فقہ میں ان جانوروں کی تفصیلات دی گئی ہیں کہ ان میں سے اونٹ، اونٹنی، بیل، گائے، بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ (اور دُنبہ) ہیں۔ ان جانوروں کی قربانی کے جواز پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے کیونکہ سورۃ انعام کی آیت ۱۴۳ اور ۱۴۴ میں ان سب کا ذکر حلال جانوروں کے ضمن میں کیا گیا ہے.

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ، مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ۔ [الانعام: ۱۴۳]

یہ آٹھ نر و مادہ ہیں۔ دو بھیڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے

اور اگلی آیت میں فرمایا:

مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ [الانعام: ۱۴۴]

اور دو اونٹ کی قسم سے ہیں اور دو گائے کی قسم سے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھینس یا بھینسے کی قربانی

ان کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے ۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ عرب اور خصوصاً حجازِ مقدس میں بھینس پائی ہی نہیں جاتی تھی لہٰذا قرآن و سنت میں اس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملتی۔ علامہ دمیری نے "حیاۃ الحیوان" (۱/۱۸۳) میں ابنِ منظور نے "لسانی العرب" (۶/۴۳) میں اور خوارزمی نے "المغرب فی ترتیب المعرب" (ص ۸۹ طبع بیروت) میں بھینس کو گائے کی جنس سے قرار دیا ہے اور بعض آئمہ و محدثین مثلاً امام مالک نے "موطا" میں بھینس کو زکوٰۃ ادا کرنے کے معاملہ میں گائے کی صف میں قرار دیا ہے اور فقہ حنفی کی معروف کتاب "ہدایہ" (۲/۴۳۳) میں قربانی کے معاملہ میں بھی بھینس کو گائے کی طرح ہی جائز قرار دیا گیا ہے۔

علامہ مناوی نے "کنوز الدقائق" میں الفردوس دیلمی کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے:

الجاموس فی الاضحیۃ عن سبعۃ ۴۴۱ بھینس کی قربانی سات افراد اور ان کے اہلِ خانہ کی طرف سے صحیح ہے۔

لیکن کنز العمال (۱/۳) کے مقدمہ میں جن چار کتابوں کی روایتوں کو بحوالہ امام سیوطی علی العموم ضعیف کہا گیا ہے یہ الفردوس دیلمی بھی انہی میں سے ایک ہے۔ اور اہل علم و تحقیق کے نزدیک اس کتاب کی اکثر روایات ضعیف و غیر معتبر ہیں لہٰذا مذکورہ روایت کی جب تک تحقیق نہ ہو جائے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

۴۴۱: یہ حدیث علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے اور اسے شیرویہ بن شہردار دیلمی نے "الفردوس" (۲/۲۴۷) میں ذکر کیا ہے۔ دیلمی نے اس کتاب میں احادیث کو بلا اسناد ذکر کیا تھا بعد میں ان کے بیٹے شہردار بن شیرویہ نے "مسند الفردوس" میں اس کی بیشتر احادیث کو بالاسناد روایت کیا اور اس میں کچھ احادیث کا اضافہ بھی کیا مگر اس کا تقریباً حصہ مفقود ہے اس لیے اس حدیث کی سند کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر اس کے ضعیف ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اسکو ذکر کرنے میں دیلمی منفرد ہیں۔ واضح رہے کہ "الفردوس" کی سب روایات ضعیف اور غیر معتبر نہیں ہیں بلکہ ان میں صحیح احادیث بھی (ہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ محدثین میں سے بعض بھینس کی قربانی کو جائز نہیں سمجھتے حتیٰ ایک ہی مسلک کے علماء بھی اس معاملہ میں ایک رائے نہیں رکھتے مثلاً اہلِ حدیث علماء کو ہی لے لیں فاتح قادیان مشیر پنجاب مولانا ثناء اللہ امرتسری (فتاویٰ ثنائیہ ۱/ ۵۲۰) اور مولانا عبدالقادر عارف حصاری (الاعتصام ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء) بھینس کی قربانی کو جائز قرار دیتے تھے اور حافظ عبداللہ محدث روپڑی (فتاویٰ اہلِ حدیث ۲/ ۴۲۶-۴۲۷) احتیاطاً عدمِ جواز کے قائل تھے۔

نامور محدث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری نے دونوں طرح کی آراء ذکر کرنے کے بعد فیصلہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زیادہ قرینِ احتیاط تو یہی ہے کہ جن جانوروں کی قربانی عملی قولی اور تقریری سنت سے ثابت ہے انہی پر اکتفا کیا جائے اور اگر کوئی شخص بھینس کی قربانی کے بارے میں فقہاء کی آراء (جواز) سے مطمئن ہو اور کرے تو وہ بھی قابلِ ملامت نہیں ہے واللہ اعلم۔

[للتفصیل المرعاۃ ۲/ ۳۵۳، ۳۵۴ عید الاضحیٰ نمبر ہفت روزہ الاعتصام ۱۵، ۲۲ اگست ۱۹۸۶ء مقالہ مولانا حافظ صلاح الدین صاحب یوسف]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی کے جانوروں میں مطلوبہ اوصاف

اپنے کھانے، کسی تقریب میں مہمانوں کی تواضع کرنے یا پھر عام صدقہ و خیرات کی نظر سے غرباء و مساکین میں تقسیم کرنے کے لیے گوشت بنانا ہو تو حلال جانوروں میں سے کوئی بھی جانور خریدا جا سکتا ہے۔ اس کے خوبصورت یا بدصورت ہونے اس کے موٹے تازے یا دُبلے پتلے ہونے اس کے طاقتور یا کمزور ہونے، اس کے سینگ کے ٹوٹے ہوئے یا صحیح و سالم ہونے، اس کے کان کے کٹے ہوئے یا پورے ہونے یا پھر جانور کے اندھے کانے، عمر رسیدہ یا کمسن ہونے جیسے امور مانع نہیں ہوتے لیکن قربانی کے لیے جانور خریدنے کا معاملہ کچھ الگ ہے۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اگر مینڈھا قربانی کے لیے خریدنا ہو تو خوبصورت اور سینگوں والا مینڈھا، خرید کر قربانی کرتے تھے جیسا کہ صحیحین اور سنن اربعہ میں ہے:

ضحّٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین املحین اقرنین ۴۴۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خوبصورت (سیاہ و سفید رنگ کے) سینگوں والے مینڈھے قربانی کیے۔

امام خطابیؒ نے "اَملَح" کے بارے میں لکھا ہے کہ ایسا جانور جس کے سفید اونی ریشوں میں سیاہ رنگ کے ڈبے بھی جا بجا ہوں [فتح الباری ۱۰/۱۰ الفتح الربانی کی شرح بلوغ الامانی ۶۱/۱۳]

۴۴۲: یہ انسؓ کی حدیث ہے اور اس کی تخریج ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم، ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بکبش اقرن یطاء فی سواد و یبرک فی سواد وینظر فی سواد ۴۴۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا مینڈھا خرید کر لانے کا حکم فرمایا جو سینگوں والا ہو جس کی ٹانگیں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔

اور داؤد و ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضحیّ بکبش اقرن فحیل ینظر فی سواد دیاکل فی سواد و یمشی فی سواد ۴۴۴

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا مینڈھا قربانی کیا کرتے تھے جو فربہ و موٹا تازہ ہوتا۔ جس کی آنکھوں، منہ اور پاؤں کے قریب سے ٹانگیں سیاہ اون والی ہوتیں۔

اور اس کے موٹا تازہ ہونے کی صراحت مسند احمد و بزار اور سنن بیہقی میں مذکور ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے:

اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا ضحّی اشتری کبشین سمینین اقرنین املحین ۴۴۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی دیتے تو دو موٹے تازے سینگوں والے اور سیاہ و سفید رنگ والے دو مینڈھے خرید کرتے تھے۔

۴۴۳: یہ عائشہؓ کی حدیث ہے اور اس کی تخریج ۴۱۶ میں ملاحظہ کریں۔

۴۴۴: ابوداؤد (۲۷۹۶) ترمذی (۱۴۹۶) نسائی (۲۲۱/۷) ابن ماجہ (۳۱۲۸) اسی طرح اس کو حاکم (۲۲۸/۴) بیہقی (۲۷۳/۹) بغوی (۱۱۲۰) اور ابو نعیم نے بھی "حلیۃ الاولیاء (۳/ ۲۰۵) میں روایت کیا ہے۔ اور یہ صحیح حدیث ہے اس کو ترمذی، حاکم، بغوی [illegible] ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۴۵ : اس حدیث کو احمد (۶/۸، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳) بزار (۱۲۰۸) بیہقی (۹/۲۶۸) اسی طرح طحاوی نے "شرح معانی الآثار" (۴/۱۷۷) ابن حبان نے "المجروحین" (۲/۴) میں ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔ حافظ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۴/۲۴، ۲۵) میں اور علامہ شوکانی نے بھی الدراری المضیۃ (۲/۱۸۴) میں اس کو حسن کہا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل میں علامہ ذہبی نے "میزان" (۲/۴۸۵) میں کہا ہے کہ اس کی حدیث حسن حدیث کے درجہ میں ہے اور "معنی" (۱/۳۵۴) میں ان کو "حسن الحدیث" (اچھی حدیث والا) کہا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں ان کو "صدوق فی حدیثہ لین" کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ ابن ماجہ مسند احمد اور مستدرک میں حضرت عائشہ و ابو ہریرہ رضی سے مروی

انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یضحّی اشتری کبشین عظیمین [۴۴۶]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی دینے کا ارادہ فرماتے تو دو بڑے بڑے مینڈھے خریدا کرتے تھے۔

ایسے ہی سنن بیہقی و مسند ابن یعلی میں "عظیمین" کا لفظ موجود ہے [۴۴۷]

مذکورہ احادیث میں وارد ہونے والے اوصاف وصفات کو ذرا کسی جانور میں یکجا کر کے اسے تصور میں تو لائیں اور دیکھیں کہ وہ کتنا خوبصورت لگتا ہے۔

افضل قربانی

نسائی میں مذکور ہے۔ وقد کان اذا لم یجد بدنۃ یذبح [۴۴۸] جب کبھی آپ کو اونٹ نہ ملتا تو پھر آپ کوئی دوسرا جانور ذبح کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ آپ عموماً اونٹ کی قربانی دیا کرتے تھے اور اسی کی کوشش کرتے اور نہ ملتا تو پھر کوئی دوسرا جانور قربانی کے لیے ذبح کرتے تھے۔

اس حدیث، صحیحین اور مسند احمد کی بعض دیگر احادیث کے پیش نظر امام ابو حنیفہ، شافعی، احمد اور داؤد رحمہم اللہ کے نزدیک قربانی کے لیے سب سے افضل اونٹ پھر گائے، پھر مینڈھا (یا دُنبہ) اور پھر بکرے کا درجہ ہے۔ (للتفصیل بلوغ الامانی ۱۳/۶۶، ۶۷ و ۶/۵۷)

۴۴۶: اس حدیث کو ابن ماجہ (۳۱۲۲) احمد (۶/۱۳۶، ۲۲۰، ۲۲۵) حاکم (۴/۲۲۷، ۲۲۸) طحاوی نے "شرح معانی الآثار" (۴/۱۷۷) میں اور بیہقی (۹/۲۶۷، ۲۸۷) نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں بھی عبداللہ بن محمد بن عقیل ہیں لہذا یہ سند بھی حسن درجہ کی ہے بوصیری نے بھی "مصباح الزجاجۃ" (۱۰۸۴) میں اس سند کو حسن ہی کہا ہے۔ اور ابن حزم نے "المحلی" (۷/۳۸۱) میں کہا ہے "فھذا اثر صحیح عندھم" یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ ۴۴۷: بیہقی (۹/۲۶۸) ابو یعلی (۱۷۹۲) اسی طرح طحاوی (۴/۱۷۷) نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور یہ حدیث جابر رضی سے ہے اور اس حدیث کی بھی ۴۴۶ میں مذکور راوی کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے۔ ۴۴۸: نسائی ۷/۲۱۴ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی کے جانور کو پالنا

قربانی کا جانور خریدتے ہی دو ایک دن یا اسی دن خرید کر بھی قربانی کیا جا سکتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر اسے کچھ مدت پہلے خرید کر اُسے اچھی طرح کھلا پلا کر فربہ کیا جا سکے اور خوب پال کر قربانی کریں تو یہ زیادہ کارِ ثواب ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی طرزِ عمل تھا جیسا کہ صحیح بخاری شریف کے ایک ترجمۃ الباب میں حضرت ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

كنّا نسمّن الاضحية بالمدينة وكان المسلمون يسمنون[۴۴۹] ہم مدینہ طیبہ میں قربانی کے جانوروں کو پال کر خوب موٹا تازہ کیا کرتے تھے۔ اور دیگر مسلمان بھی جانوروں کو خوب پالتے اور فربہ کرتے تھے۔

یہ تو سب ایسی صفات تھیں جو قربانی کے جانوروں میں مطلوب ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیز آپ کے صحابہ کرام کو محبوب یہی تھا کہ ان صفات کا مالک جانور ہی قربانی کے لیے خریدیں، لہٰذا سنتِ نبوی پر عمل کرنے اور تعاملِ صحابہ کو اپنانے کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنی حد تک کوشش کریں کہ ایسا ہی جانور قربانی کے لیے خریدیں۔

بصورتِ دیگر اگر کوئی جانور ان صفات میں سے بعض سے خالی ہو مثلاً موٹا تازہ تو ہے مگر سینگوں والا نہیں یا موٹا و فربہ بھی ہے اور سینگوں والا بھی ہے مگر اس کی ٹانگوں آنکھوں، منہ اور پیٹ کی اون کالے رنگ کی نہیں، سفید اون میں سیاہ ڈبے نہیں تو کوئی مجبوری نہیں کیونکہ ان صفات سے خالی جانور بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

ہاں اگر یہ صفات نہ ہوں تو کم از کم اس میں وہ عیوب و نقائص بھی ہرگز نہیں ہونے چاہیں جن کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی ارشادات میں توجہ دلائی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی والے جانوروں کے عیوب ونقائص

کانوں اور آنکھوں کے عیوب وہ عیوب ونقائص جو قربانی والے جانوروں میں نہیں ہونے چاہئیں۔ ان سے کانوں اور آنکھوں میں پائے جانے والے عیوب کو بطورِ خاص دیکھ لینے کا حکم ہے چنانچہ ابوداؤد و ترمذی، نسائی و ابن ماجہ مسند احمد اور دارمی میں حضرت علیؓ سے اور مسند بزار و معجم طبرانی اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن۔ ۴۵۰

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم (قربانی کا جانور خریدتے وقت) اس کی آنکھوں اور کانوں کی اچھی طرح ٹھونک بجا کر لیا کریں۔ (کہ ان میں کوئی عیوب نہ ہو)۔

اندھا، کانا، بیمار، لاغر سنن اربعہ مسند احمد موطا امام مالک صحیح ابن حبان اور سنن بیہقی میں حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے:

۴۵۰: حدیث علیؓ کو مذکورین کے علاوہ ابن خزیمۃ (۲۹۱۴، ۲۹۱۵) طحاوی نے شرح معانی الآثار (۴/۱۶۹، ۱۷۰) میں حاکم (۱/۴۶۸، ۴/۲۲۵) بیہقی (۹/۲۷۵) طیالسی (۱/۲۲۹) ابویعلی (۳۳۳) اور عبداللہ بن احمد نے بھی زوائد المسند (۱/۱۳۲) میں روایت کیا ہے اور یہ علیؓ سے تین طرق سے مروی ہے اور یہ اپنے طرق کی بناء پر صحیح حدیث ہے۔
حدیث حذیفہ کو بزار (۱۲۰۳) اور طبرانی نے "الاوسط" میں (جیسا کہ "مجمع الزوائد" (۴/۲۲) میں ہے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سُئل ماذا یُتّقیٰ من الضحایا؟ فاشار بیدہ فقال اربعاً العرجاء البیّن ظلعھا، والعوراء البیّن عورھا والمریضۃ البیّن مرضھا، والعجفاء التی لا تنقی ۴۵۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قربانی والے جانوروں میں کن عیوب سے بچنا ضروری ہے؟ تو آپ نے اپنے دستِ مبارک (کی اُنگلیوں) سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ چار عیوب سے لنگڑا کہ جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، کانا کہ جس کا کانا پن ظاہر ہو، بیمار کہ جس کی بیماری نمایاں ہو اور لاغر کمزور کہ جس کے جسم میں چربی اور ہڈی میں گودا نہ رہا ہو

صحیح سنن اربعہ مسند احمد مستدرک

کٹے ہوئے کان ٹوٹے ہوئے سینگ والے اور اندھے جانور

حاکم اور سنن بیہقی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے:

امرنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن وان لا نضحی بمقابلۃ ولا مدابرۃ ولا شرقاء ولا خرقاء ۴۵۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم آنکھوں اور کانوں کو اچھی طرح دیکھ لیا کریں اور کوئی ایسا جانور قربانی کیلئے نہ لیں جس کا کان سامنے یا پیچھے کی جانب سے کٹا ہوا ہو (اور اسے لٹکتا ہی چھوڑ دیا گیا ہو) اور نہ

۴۵۱: اس حدیث کو مذکورین کے علاوہ دارمی (۲/ ۷۶، ۷۷) ابن الجارود (۴۸۱) ابن خزیمۃ (۲۹۱۲) طحاوی (۴/ ۱۶۸) حاکم (۱/ ۴۶۸، ۴/ ۲۲۳) اور طیالسی (۱/ ۲۳۴) نے بھی روایت کیا ہے۔ اور یہ صحیح حدیث ہے اس کو ترمذی، ابن خزیمۃ، ابن حبان، حاکم ذہبی، نووی نے "المجموع" (۸/ ۳۹۹) میں اور البانی نے "ارواء الغلیل" (۱۱۴۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

۴۵۲: اس حدیث کی تخریج ابھی نمبر ۴۵۰ ہی میں گزری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا جانور جس کے کان لمبائی میں چیرے ہوئے ہوں یا جس کے کان میں گول سوراخ ہوں۔

جب کہ سنن اربعہ و دارمی اور مسند احمد میں حضرت علیؓ سے ہی مروی ہے:

نھیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم ان نضحی باعضب القرن والاذن[۴۵۳]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسے جانور کی قربانی دینے سے منع فرمایا جس کا آدھا یا آدھے سے زیادہ سینگ ٹوٹا ہوا ہو اور کان ہوا ہو۔

خارش زدہ اور بعض کٹا جانور طبرانی اوسط میں حضرت ابو مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے:

لا یجوز من البدن، العوراء ولا العجفاء ولا الجرباء ولا المصطلمۃ اطباءۃ[۴۵۴]

اونٹوں (وغیرہ) میں سے ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں جو کانا، کمزور لاغر ہو، خارش زدہ ہو یا جس کا تھن کٹا ہوا ہو۔

متفق علیہ اور مختلف فیہ عیوب مذکورہ بالا تمام عیوب و نقائص سے قربانی کے جانوروں کا بچا ہوا ہونا ضروری ہے۔

ان میں سے اندھاپن، کاناپن، لنگڑاپن، بیماری اور اس قدر لاغری کہ اس میں چربی ہی نہ رہی ہو ان کے بارے میں بقول امام نوویؒ پوری اُمت کا اجماع و اتفاق ہے کہ ان کی قربانی دینا جائز نہیں اور دوسرے عیوب کے بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض جواز اور بعض عدمِ جواز کے قائل ہیں۔ (للتفصیل الفتح الربانی و شرحہ ۱۳/۲۸ الرماۃ ۳/ ۳۵۹، ۳۶۱)

۴۵۳: اس کے لیے بھی نمبر ۴۵۰ ہی دیکھیں۔

۴۵۴: اس حدیث کے بارے میں حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں علی بن عاصم بن صہیب ہے اور اس میں کمزوری ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے" مجمع الزوائد" (۴/ ۲۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصی جانور کا حکم؟ کسی جانور کا خصی ہونا قربانی کے لیے عیب و نقص شمار نہیں کیا گیا بلکہ کئی ایک احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ نے خصی جانور کی قربانی دی جیسا کہ ابن ماجہ، مسند احمد، مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ضحى اشترى كبشين عظيمين سمينين اقرنين املحين موجوئين ۴۵۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کرنا چاہتے تو دو ایسے مینڈھے خریدتے جو بڑے قد آور، موٹے تازے، سینگوں والے، سیاہ و سفید رنگ کے اور خصی ہوتے۔

اس حدیث کی سند کے بارے میں امام حاکم نے سکوت اختیار کیا ہے اور علامہ ذہبی نے بھی کوئی جرح نہیں کی البتہ امام شوکانی نے اس پر کلام کیا ہے۔ [نیل الاوطار ۳/۵/۱۱۹ الفتح الربانی کی شرح بلوغ الامانی ۱۳/۸۳]

مسند احمد، مستدرک حاکم، سنن بیہقی میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد میں حضرت عائشہ و ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی جانور کی قربانی دی۔ ۴۵۶

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو شیخ البانی نے ارواء الغلیل میں صحیح قرار دیا ہے البتہ لفظ موجوئین کو شاذ یا منکر کہا ہے۔ [الارواء ۴/۳۶۰]

انہی احادیث کی بناء پر جمہور اہل علم بشمول آئمہ اربعہ کے نزدیک خصی جانور کی قربانی جائز ہے۔

حاملہ جانور کا حکم؟ خصی جانور کی طرح ہی حاملہ جانور کی قربانی بھی جائز ہے کیونکہ اس کی قربانی کے ممنوع ہونے کی کوئی صریح دلیل نہیں ملتی۔ اور ابوداؤد و ترمذی میں ارشاد نبوی ہے:

۴۵۵: اس حدیث کی تخریج ۴۴۵، ۴۴۶ میں دیکھیں

۴۵۶: دیکھیں ۴۴۵، ۴۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماسکت عنه فهو عفو [۴۵۷]

جس کا حکم بیان کرنے سے سکوت اختیار کیا گیا ہو وہ معاف ہے۔

اس حدیث کی رو سے حاملہ جانور کی قربانی جائز ہوگی ۔ اور حاملہ جانور کو قربانی کی نیت سے خرید لینے کے بعد قربانی سے پہلے ہی وہ اگر شیر دار ہوجائے تو قربانی کے دن ماں اور بچہ دونوں کو ہی ذبح کردیا جائے ۔ اور یہ ایک ہی قربانی شمار ہوگی، دو نہیں۔ اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص الحبیر (۴/۴/۱۴۶ طبع جامعہ سلفیہ) میں بیہقی اور علل ابن ابی حاتم کے حوالہ سے بعض آثار بھی ذکر کیے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جو ایک اونٹنی اور اس کا بچہ لیے جا رہا تھا تو انھوں نے اس سے مخاطب ہوکر فرمایا:

لا تشرب من لبنها الا ما فضل عن ولدها [۴۵۸]

اس کا دودھ مت پیو سوائے اس کے جو اس کے بچے سے فاضل بچ جائے

اور مغیرہ بن حذف العبسی سے مروی ہے کہ ہم رحبہ کے مقام پر حضرت علیؓ کے ساتھ تھے کہ ہمدان سے ایک آدمی آیا جو ایک گائے اور اس کا بچہ لیے جا رہا تھا۔ اس نے کہا: میں نے یہ گائے قربانی کے لیے خریدی تھی اور بعد میں یہ شیر دار ہوگئی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اس کا دودھ مت پیو سوائے اس کے کہ جو اس کے بچے سے زائد بچ جائے اور ساتھ ہی فرمادیا:

فاذا کان یوم النحر فانحرها هي و ولدها
عن سبعة ... [۴۵۹]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اسے ابن ابی حاتم نے العلل میں ذکر کیا ہے اور البزند سے

۴۵۷: ابوداود (۳۸۰۰) "الاطعمة" میں یہ ابن عباسؓ کا قول ہے اور ترمذی (۱۷۲۶) "اللباس" میں سلمانؓ مرفوع حدیث ہے ابن عباس کے قول کی سند صحیح ہے اور حدیث سلمان کی سند ضعیف ہے مگر اس پر حدیث ابوالدرداء شاہد ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے اور یہ حدیث "مسند بزار" وغیرہ میں ہے ۴۵۸: انظر التلخیص للحافظ ابن حجر ۲/۴/۱۴۶ (مؤلف)

۴۵۹: انظر التلخیص للحافظ ۲/۴/۱۴۶ (مؤلف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (التلخیص ۲/۴/۱۴۶) اور حاملہ جانور کی قربانی کے وقت اس کے پیٹ سے نکلنے والے بچے کی بھی ساتھ ہی قربانی کردے کیوں کہ زندہ یا مُردہ نکلنے کی دونوں ہی صورتوں میں مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلنے والا بچّہ حلال ہے اور ماوردی کے بقول اس کے حلال ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ حیاۃ الحیوان (۱/۱۶) اور اعلام الموقعین (۲/۱/۳۷) میں مذکور ہے۔

احناف کے نزدیک بھی حاملہ (گابھن) جانور کی قربانی جائز ہے تاہم مکروہ ہے اور ان کے نزدیک، بچہ زندہ نکلے تو حلال ہے اور اگر مُردہ نکلے تو پھر حلال نہیں ہے جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے عزیز الفتاویٰ (۱/۱۹۷) میں مذکور ہے۔ [ماخوذ از ہفت روزہ الاعتصام، عیدالاضحیٰ نمبر ۱۹۸۶ء]

مجدد ملت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بھی حاملہ جانور کی قربانی کو جائز قرار دیا ہے اور اس کے پیٹ سے نکلنے والے بچے کے بارے میں فقہی مذاہب کی تفصیل بھی ذکر کی ہے۔ [مجموع الفتاویٰ ۲۶/۳۰۷]

جانور خریدنے کے بعد رونما ہونے والے عیب

کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ خریدتے وقت تو جانور ہر قسم کے عیب سے پاک تھا لیکن قربانی کا وقت آنے سے پہلے ہی اس کا سینگ ٹوٹ گیا یا کوئی اور عیب پیدا ہو گیا۔ ایسے جانور کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اس سلسلہ میں ابن ماجہ، مسند احمد اور بیہقی میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے قربانی کے لیے ایک دُنبہ خریدا جس پر بعد میں ایک بھیڑیئے نے حملہ کیا اور اس کی چکتی (چکی) کاٹ ڈالی۔ اس دُنبے کے بارے میں انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا گیا:

ضَحِّ بِہٖ [۴۲۶۰] اس کی قربانی کر لو۔

بعض اہلِ علم نے اس واقعہ کے پیشِ نظر جانور کی تعیین کے بعد اس کے عیب دار ہو جانے

۴۲۶۰: ابن ماجہ (۳۱۴۶) احمد (۳/۳۲، ۷۸، ۸۶) بیہقی (۹/۲۸۹) اس طرح اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کو طحاوی (۴/۱۷۰) طیالسی (۲۲۹/۱) اور ابن حبان نے بھی "الثقات" (۳۶۶/۵) میں روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند جابر جعفی کی وجہ سے ضعیف ہے بلکہ بعض آئمہ نے جابر کو کذاب کہا ہے۔ مسند احمد (۴۳/۳) مسند ابو یعلی (۱۰۱۵) اور "المنتخب من المسند" لعبد بن حمید (۸۹۹) میں اس حدیث کی ایک دوسری سند بھی ہے مگر یہ سند بھی حجاج بن أرطاۃ اور عطیۃ العوفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ بیہقی (۲۸۹/۹) نے بسند صحیح ابوحصین (عثمان بن عاصم) سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن الزبیرؓ نے قربانی کے کچھ جانور دیکھے جن میں ایک اونٹنی کانی تھی تو انھوں نے فرمایا کہ اگر یہ خریدنے کے بعد کانی ہوئی ہے تو اسے رہنے دو اور اگر خریدنے سے پہلے کانی تھی تو اس کو بدل دو۔

اس طرح مصنف عبدالرزاق (۸۱۶۱) میں بسند صحیح امام زہری علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ قربانی کا جانور خریدنے کے بعد بیمار ہو جائے یا اس کو کوئی مرض لاحق ہو جائے تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۴۶۱: التاریخ الکبیر (۲/ ۲۳۰) ابوداؤد (۱۷۵۶) بیہقی (۲۴۱/۵، ۲۴۲) علامہ شوکانی نے اس حدیث کو ابن خزیمۃ اور ابن حبان کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں جہم بن الجارود ہے علامہ ذہبی "میزان" میں کہتے ہیں "فیہ جہالۃ" یعنی یہ مجہول ہے اور حافظ ابن حجر نے "تہذیب التھذیب" میں کہا ہے کہ ابن خزیمۃ نے اس حدیث کو اپنی "صحیح" میں روایت کیا ہے اور اس سے حجت لینے کے بارے میں توقف کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے نام میں بھی اختلاف ہے الخ۔

۴۶۲: اس حدیث کی تخریج ۴۵۱ میں دیکھیں۔

۴۶۳: اس حدیث کی تخریج ۴۵۴ میں ملاحظہ کریں۔ ۴۶۴: مسلم ۱۱۷/۱۳، ابوداؤد (۲۷۹۷) نسائی (۲۱۸/۷) ابن ماجہ ۳۱۴۱ احمد ۳/ ۳۱۲، ۳۲۷ اسے ابن الجارود ۹۰۴، ابن خزیمۃ ۲۹۱۸ بیہقی ۲۲۹/۵، ۳۳۱ (۹/ ۲۶۹) اور ابو یعلی (۲۳۲۳، ۲۳۲۴) نے بھی روایت کیا ہے۔ بعض محققین نے اس حدیث کو اس بنا پر ضعیف کہا ہے کہ اس میں ایک راوی ابوالزبیر ہیں اور یہ مدلس ہیں اور انھوں نے اس کو روایت کرتے ہوئے جابر سے تحدیث یا سماع کی صراحت نہیں کی ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ "صحیح ابوعوانۃ" ۲۲۷/۵ میں۔ جیسا کہ تنبیہ المسلم إلی تعدی الألبانی علی صحیح مسلم کے مؤلف نے ذکر کیا ہے لاحظہ (ص ۵۴، ۸۶) ابوالزبیر نے جابر سے سماع کی صراحت کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نسل میں بھی اس کی قربانی جائز قرار دی ہے جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی، امام شوکانی اور امیر صنعانی رحمہم اللہ جیسے اساطین علم و تحقیق کے نزدیک اس واقعہ پر مشتمل روایت سخت ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے۔

الغرض اگر کوئی شخص صاحب حیثیت ہو تو اس کے لیے ایسا جانور بیچ کر اسے بدل لینا ہی افضل اور بہتر ہے۔ ہاں اگر کسی کی مالی حیثیت کمزور ہو اور وہ تبدیلی کے نقصان کو برداشت نہ کر سکتا ہو تو اس کے لیے اسی جانور کی قربانی کی گنجائش نکل سکتی ہے (الاعتصام عید الاضحیٰ نمبر ۱۹۸۶ء)

جانور کو بدلنا

امام بخاری کی تاریخ، سنن ابی داؤد، صحیح ابن حبان و ابن خزیمہ اور مسند احمد میں روایت ہے جس میں صحابی چاہتا ہے کہ اپنا قربانی کا جانور بیچ کر اس کی قیمت سے کوئی دوسرا جانور (اونٹ) خرید لوں تو اسے حکم ہوا:

لا، انحرها ایاها

نہیں، اسی کو ذبح کرو۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی جانور قربانی کے لیے متعین کر لیا جائے تو پھر اسے بدلنا جائز نہیں۔ امام شوکانی نے یہی موقف اختیار کیا ہے (نیل الاوطار ۳/۵/۱۴۲ طبع مصر) البتہ المغنی لابن قدامہ (۱۱/۱۱۱) الانصاف (۴/۸۹) اور المحلی لابن حزم (۷/۳۶۴) میں لکھا ہے کہ اگر متعین کردہ جانور سے اچھا جانور لے کر قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو تبدیل کرنا جائز ہے امام احمد، مالک، ابو حنیفہ، محمد، عطاء، مجاہد اور عکرمہ رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔

علامہ ابن حزم نے اس سلسلہ میں بڑی عمدہ بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر یہ نذر مانی ہوئی ہو کہ فلاں جانور کی قربانی ہی دوں گا تو اس نذر کو پورا کرنا ضروری ہے، اور عام تعیین کی شکل میں متعینہ جانور کو اس کی بنسبت افضل جانور سے بدلنے کی ممانعت نہیں ہے۔ (حوالۂ بالا)

قربانی والے جانوروں کی عمریں اور دانت

قربانی والے جانوروں کی عمروں کے سلسلہ میں سنن اربعہ مسند احمد موطا امام مالک صحیح ابن حبان اور بیہقی میں مذکور حضرت براء بن عازبؓ سے مروی حدیث میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جملہ یہ بھی ہے:

العجفاء التی لا تنقی [۴۶۲] ایسا جانور (جائز نہیں) جو اس قدر لاغر و کمزور ہو کہ اس کے جسم پر چربی اور ہڈی میں گودا نہ رہا ہو۔

اور طبرانی کی روایت میں (ولا العجفاء) [۴۶۳] کے الفاظ ہیں کہ وہ جانور ضعیف وکمزور نہ ہو، ان تینوں روایات کے مذکورہ کلمات کا مجموعی مفہوم یہ بنتا ہے کہ وہ جانور قربانی کے لیے جائز نہیں جو بہت کمزور اور چربی وگودے سے خالی ہو۔ اور یہ دو ہی طرح سے ہو سکتا ہے ایک تو مسلسل بیماری سے اور دوسرے انتہائی بڑھاپے سے۔ لہٰذا اگر کوئی جانور بیمار تو نہ ہو اور نہ ہی دوسرے عیوب اس میں پائے جائیں مگر وہ انتہائی بوڑھا ہو چکا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز نہیں ہے۔

ایسے ہی وہ جانور بھی قربانی کے لیے جائز نہیں جو ابھی بہت کم سن ہو بلکہ ضروری ہے کہ وہ سامنے والے دودھ کے دو دانت نکال چکا ہو۔ جسے عام طور پر "دو دانتا" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ صحیح مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

لا تذبحوا الا مسنة۔ الا ان تعسر علیکم، فتذبحوا جذعة من الضان [۴۶۴]

صرف دو دانتے جانور کی ہی قربانی دو، سوائے اس کے کہ دو دانتے جانور کا حصول کسی وجہ سے مشکل ہو جائے، تب بھیڑ کا جذعہ (یعنی کھیرا یا کیرا جنیدا جو ابھی دو دانتا نہ ہوا ہو) وہ بھی قربانی کیا جا سکتا ہے۔

مُسنّہ یا دو دانتا

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ قربانی کے جانور میں جہاں زیادہ سے زیادہ عمر کے لیے سال معیار نہیں بلکہ انتہائی درجہ کا بڑھاپا معیار ہے کہ جس کی بدولت اس کے جسم پر چربی اور ہڈی میں گودا نہ رہا ہو اسی طرح ہی کم از کم عمر کے لیے بھی سال معیار نہیں بلکہ اصل معیار اس کا دو دانتا ہونا ہے چاہے وہ عمر کے کسی بھی سال میں ہو جائے۔

عربی لغت کی کتابوں مثلاً لسان العرب لابن منظور، تاج العروس للزبیدی، الصحاح للجوہری اور المصباح المنیر للفیومی وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے جدید دور کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروحِ حدیث اور کُتبِ فقہ میں لکھا گیا ہے کہ اونٹ چھٹے سال میں جا کر دو دانتا ہوتا ہے۔ گائے اور بکری عام ممالک میں ۲ دو سال مکمل کر کے تیسرے ۳ سال میں داخل ہوں تو دو ۲ دانتے ہوتے ہیں جبکہ برصغیر پاک و ہند وغیرہ کی آب و ہوا کا اپنا ایک اثر ہے۔ وہاں یہ جانور عموماً دوسرے سال میں ہی دو ۲ دانتے ہو جاتے ہیں۔

غرض اصل معیار اس کا مُسِنّہ (دو ۲ دانتا) ہو جانا ہے وہ جب بھی ہو جائے اور یہ علامت بھی ایسی ہے کہ جس میں کسی مسلکی اور فقہی اختلاف کی گنجائش ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ یہ شرط صرف اونٹ گائے اور بکری کے لیے ہے جب کہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک دُنبہ اور چھترا (مینڈھا) دو دانتا ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ جذعہ (کھیرا) بھی قربانی لگ جاتا ہے۔

جذعہ یا کھیرا اب رہا یہ مسئلہ کہ چھترے یا دُنبے میں سے ہر ایک کے جذعہ ہونے کی شکل میں اس کی کتنی عمر ہونا ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں عون المعبود شرح ابی داؤد (۲/۵۳) النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الاثیر (۱/۱۷۷) مشارق الانوار علی صحاح المختار للقاضی عیاض (۱/۱۷۹) میں لکھا ہے کہ دُنبے یا چھترے میں سے "جذعہ" وہ ہوتا ہے جو اپنی عمر کا ایک سال مکمل کر چکا ہو اور دوسرے سال میں داخل ہو جائے۔

علمائے احناف نے بھی اس بات کو تسلیم کر بلحاظ لغت یہی صحیح ہے کہ "جذعہ" ایک سال کی عمر والے جانور کو ہی کہتے ہیں۔ یہ بات معروف حنفی عالم مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بذل المجہود شرح ابی داؤد (۴/۱۷) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفی نے التعلیق الممجد علی موطا امام محمد (ص۲۸۲) میں لکھا ہے کہ "جذعہ" اہلِ لغت کے نزدیک وہ ہے جو ایک سال مکمل کر چکا ہو۔ البتہ فقہاء کی اصطلاح میں چھ ماہ کے دُنبے یا چھترے کو بھی "جذعہ" کہا جاتا ہے اور احناف کے نزدیک اسے ہی ترجیح حاصل ہے (للتفصیل نیل الاوطار ۳/۵/۱۱۳۔ ۱۱۵ فتح الباری ۱۰/۹۔ ۱۸، الفتح الربانی ۱۳/۱۷۔ ۷۶ المرعاۃ ۳/۳۵۲، ۳۵۳، الاعتصام عیدالاضحی نمبر ۱۹۸۶ء مقالہ مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف محشی نسائی شریف)

مذکورہ لغوی و فقہی تصریحات کے خلاصہ سے معلوم ہوا کہ زیادہ قرینِ احتیاط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی ہے کہ بھیڑ، مینڈھا یا دُنبہ ایک سال سے کم عمر کا ہو تو قربانی نہیں دیا جا سکتا۔
البتہ احناف کے نزدیک چھ ماہ کا بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ خوب موٹا تازہ ہو۔
قاضی عیاض رح نے لکھا ہے کہ (یہ معاملہ تو دُنبے اور چھترے کا ہے ورنہ) اس بات پر پوری اُمت اسلامیہ کا اجماع ہے کہ بکری کا جذعہ قربانی دینا جائز نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دُو دانتا ہو [شرح الفتح الربانی ۱۳/۷۵]
بعض صحابہ شلاً حضرت عقبہ بن عامر اور زید بن خالد جہنی رض کو بعض مخصوص حالات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بکری کا جذعہ قربانی دینے کی اجازت بخشی تھی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ احمد عبدالرحمٰن البنا کی تصریح کے مطابق وہ شروع اسلام کا واقعہ ہے دوسرے ان واقعات میں صحیح بخاری، مسند احمد اور سنن بیہقی میں صحیح سند کے ساتھ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا تھا: ۴۶۵

ضحِّ بہ انت، ولا رخصۃ لاحد فیھا بعدک

تم ذبح کرلو، لیکن تمہارے بعد اس کی کسی دوسرے کو اجازت نہیں ہے۔
ان الفاظِ حدیث کے پیشِ نظر مذکورہ واقعات عموم کی دلیل نہیں بن سکتے۔

کسی فوت شدہ کی طرف سے قربانی؟

مسائل قربانی کے ضمن میں ہی ایک بات یہ بھی آتی ہے کہ اگر کسی کے والدین فوت ہو چکے ہوں یا وہ کسی دوسرے فوت شدہ عزیز کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟
اس مسئلہ میں اہلِ علم کی دو رائے ہیں۔ ایک فریق کا کہنا ہے کہ فوت شدگان کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے۔ ان کا استدلال ایک تو ان احادیث سے ہے۔ جو صحیح مسلم ابوداؤد و ترمذی دارقطنی و بیہقی اور مسند احمد میں مذکور ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُو مینڈھے قربانی کے لیے ذبح کیے۔ ایک اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے اور دوسرا اپنی اُمت کے لوگوں کی طرف سے ۴۶۶ الارواء ۴/۳۴۹-۳۵۴

---

۴۶۵ بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی ۱۳/۷۳، ۷۶ ۴۶۶ انظار ارواء الغلیل ۴/۳۴۹، ۳۵۴ (مؤلف) (مؤلف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور طریقۂ استدلال یہ ہے کہ امت کے لوگوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کہ فوت ہو چکے ہیں لہٰذا فوت شدگان کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہوا لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے لہٰذا آپؐ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی دینا فوت شدگان کی طرف سے قربانی کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا [بحوالہ ارواء الغلیل ۴/۳۵۴]

فوت شدگان کی طرف سے قربانی کے جواز کی دوسری دلیل حضرت علیؓ کا عمل ہے چنانچہ ابوداؤد ترمذی میں حضرت حنشؒ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو دو مینڈھے قربانی کرتے دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ ، فانا اضحی عنہ ۴۶۷

مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپؐ کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں لہٰذا میں آپؐ کی طرف سے بھی ایک قربانی کرتا ہوں۔

اس روایت سے یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ جب حضرت علیؓ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کی طرف سے اور وہ بھی آپؐ کے حکم سے تھا تو ہر کسی کے لیے یہ جائز ہوئی۔

اس روایت سے استدلال درست تب ہوتا جب یہ صحیح ہوتی جبکہ اسے خود امام ترمذی، حافظ ابن حجر امام ذہبی [بحوالہ تحقیق المشکوٰۃ للالبانی ۱/۴۶۰] امام منذری امام ابن حبان علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری علامہ احمد عبدالرحمٰن البنا اور علامہ عبیداللہ رحمانی نے [بحوالہ الفتح الربانی ۱۳/۱۰۹، ۱۱۲، المرعاۃ ۳/۳۵۹] اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

۴۶۷: ابوداؤد (۲۷۹۰) ترمذی (۱۴۹۵) اور اسی طرح اس کو حاکم (۴/۲۲۹، ۲۳۰) اور بیہقی (۹/ ۲۸۸) نے بھی روایت کیا ہے۔ اور یہ ابوالحسناء کی وجہ سے ضعیف ہے اس کو حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں مجہول کہا ہے اور علامہ ذہبی نے "میزان" میں کہا ہے "لا یعرف" یعنی معلوم نہیں کہ یہ کون ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ترمذیؒ نے اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بعض اہل جواز کے اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔

امام ابن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ فوت شدگان کی طرف سے قربانی نہ دی جائے بلکہ ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے اور اگر قربانی دی جائے تو پھر اس کا گوشت خود نہ کھایا جائے بلکہ سارے کا سارا ہی تقسیم کر دیا جائے۔ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے لکھا ہے کہ مجھے کوئی ایسی مرفوع اور صحیح حدیث نہیں ملی جو فوت شدگان کی طرف سے قربانی کے جواز پہ دلالت کرتی ہو اور حضرت علیؓ والی حدیث ضعیف ہے اور اگر کوئی شخص کسی فوت شدہ کی طرف سے قربانی کرے تو احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی قربانی کا سارا گوشت تقسیم کر دے (حوالہ بالا)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فوت شدگان کی طرف سے قربانی کے جواز کے قائل ہیں (مجموع الفتاوی ۲۶ / ۳۰۶)

ایک وضاحت یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جو شخص اپنے کسی فوت شدہ عزیز کی طرف سے قربانی دے اُسے دو جانور خریدنے چاہئیں کیونکہ ایسی قربانی کے جواز پر جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے ان کے مخصوص اور ضعیف ہونے سے قطع نظر، ان میں دو ہی جانوروں کا ذکر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جانور اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ذبح کیا اور دوسرا اپنی اُمت کے افراد کی طرف سے۔ اور حضرت علیؓ نے ایک اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے اور دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔

بعض لوگ صرف ایک ہی دُنبہ یا چھترا خریدتے ہیں اور اُسے اپنے فوت شدہ والدین یا دیگر اقرباء کی طرف سے قربانی کر دیتے ہیں جبکہ یہ انداز صحیح نہیں کیونکہ اس طرح مذکورہ احادیث کی رو سے اس فوت شدہ کی طرف سے تو قربانی ہو گئی مگر خود وہ شخص اور اس کے گھر والے قربانی جیسی سنتِ مؤکدہ اور احناف کے نزدیک واجب کے تارک ہو گئے۔ لہٰذا اگر کسی فوت شدہ کی طرف سے قربانی کرنا ہو تو اس کا صحیح طریقہ ہے کہ ایک جانور اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ذبح کرے اور دوسرا فوت شدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے خالی ہو۔ اور پھر فوت شدہ کی طرف سے کی گئی قربانی کا سارا گوشت تقسیم کر دینے میں ہی احتیاط ہے۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم

اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کیے گئے جانور کے گوشت کے بارے میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ خود کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔ اب رہی یہ بات کہ کتنا خود کھائیں؟ اور کتنا تقسیم کریں اس کی کوئی حد کسی نصِ صریح سے تو ثابت نہیں البتہ بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ گوشت کے تین حصے کر لئے جائیں، ایک اپنے لیے دوسرا احباب و متعلقین کے لیے اور تیسرا فقراء و مساکین کے لیے۔ چنانچہ المغنی لابن قدامہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بھی مذکور ہے:

وَیُطعم اهلِ بیتہ الثلث، و یطعم فقراء جیرانہ الثلث، و یتصدّق علی السؤال بالثلث ۴۶۸ ایک تہائی اپنے

ایک تہائی اپنے اہلِ خانہ کو کھلائے ایک تہائی پڑوسی مساکین و فقراء کو کھلائے اور ایک تہائی عام سائلین پر صدقہ کر دے۔

امام ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ اسے حافظ ابو موسیٰ اصفہانی نے "الوظائف" میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے (المغنی ۹/ ۴۴۸) لیکن شیخ البانی نے ارواء الغلیل میں لکھا ہے کہ اسے حسن کہا گیا ہے اگرچہ مجھے یہ ایسی لگتی نہیں اور اس کی سند نہ ملنے کی وجہ سے حتمًا کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا اور حسن کہنے والوں نے معلوم نہیں اس سے حسن المعنیٰ مراد لیا ہے یا حسن السند اور حسن المعنیٰ ہی اقرب ہے (الارواء ۴/ ۳۷۴) حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمرؓ کا اس معاملہ میں کوئی مخالف بھی نہیں تھا جو کہ اجماع پر دلالت کرتا ہے۔ اور قرآن کریم سے بھی اسی تین حصے کرنے والی بات کی تائید ہوتی ہے چنانچہ سورۃ حج کی آیت ۳۶ میں ارشادِ الٰہی ہے:

---

۴۶۰ : انظر المغنی لابن قدامہ ۹/ ۴۴۸ (مؤلف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَكُلُوا مِنْهَا، وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج: ۳۶)

قربانی کے گوشت سے خود کھاؤ اور خوددار محتاجوں کو کھلاؤ اور سوالی کو بھی کھلاؤ۔

امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور امام ابن قدامہ نے مغنی میں اسی آیت سے استدلال کیا ہے اور اسی تقسیم کو ترجیح دی ہے (المغنی ۹/۴۴۸-۴۴۹، تفسیر ابن کثیر ۳/۴۷۷-۴۷۸ اردو)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کی رائے بھی یہی ہے (مجموع الفتاویٰ ۲۶/۳۰۹)

غیر مسلم کیلئے قربانی کا گوشت

بعض اہلِ علم کے نزدیک قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دیا جا سکتا ہے کیوں کہ سورۂ حج کی آیت میں وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ میں عام حکم ہے جو غیر مسلموں کو بھی شامل ہے اور ممانعت کی کوئی صریح دلیل نہیں ہے۔ مولانا حافظ صلاح الدین صاحب یوسف نے بھی اپنے ایک مقالے میں اس رائے کا اظہار کیا ہے۔ (الاعتصام عید الاضحیٰ نمبر ۸۶ء)

گوشت کی مدت

مذکورہ بالا مستحب تقسیم کے مطابق اپنے حصے میں جو تبرک حصہ آئے اس میں سے عید کے دن ایامِ تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳، ذوالحجہ) میں اور بعد تک بھی کھایا اور رکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ میں دو ایک نہیں بلکہ متعدد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ شروع اسلام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غرباء و مساکین کی کثرت اور قربانی کرنے والوں کی قلت کے پیشِ نظر قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ عرصہ تک کھانے اور رکھنے سے منع فرمادیا تھا تاکہ فقراء کو زیادہ سے زیادہ گوشت پہنچ سکے مگر بعد میں جب مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے فراخی و کشائش فرمادی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا:

كلوا وادّخروا وتصدّقوا (۶۹)

خود کھاؤ، ذخیرہ کرلو اور صدقہ کردو۔

لہٰذا آج جن علاقوں میں باحیثیت لوگوں کی کثرت ہو وہاں تو جتنے دن چاہیں قربانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۶۹ : ملاحظہ ہو موطأ مالک (۲/۲۸۴-۲۸۵) بخاری (۱۰/۲۴) مسلم (۱۳/۱۳۰-۱۳۵) ابوداؤد (۲۸۱۲، ۲۸۱۳) ترمذی (۱۵۱۰) نسائی (۷/۲۳۳، ۲۳۶) ابن ماجہ (۳۱۵۹، ۳۱۶۰) دارمی (۲/۷۹) بیہقی (۹/۲۹۱) مسند طیالسی (۱/۲۳۰-۲۳۱) مسند احمد (۱/۱۴۵، ۵/۷۵، ۷۶، ۳۵۰، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۹، ۶/۵۱، ۱۲۷، ۱۲۸، ۲۰۹) اور مسند ابو یعلی (۲۷۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا گوشت کھائیں لیکن جہاں فقراء و غرباء زیادہ ہوں جو قربانی نہ کر سکتے ہوں وہاں قربانی کرنے والوں کو گوشت کا ذخیرہ کرنے کی بجائے یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ قربانی کا گوشت زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے۔

آغازِ اسلام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے اور اسے جمع رکھنے کی ممانعت اور بعد میں خوشحالی ہو جانے کے پیشِ نظر اس کی اجازت دے دینے کی ان دونوں صورتوں اور حالتوں کو پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ کسی طرح بھی روا نہیں رہتا کہ فقراء و مساکین کے گھروں میں تو صرف عید کے دن ہی چار بوٹیاں پکیں اور پھر فاقہ مستی مگر امیر لوگ اپنی قربانی کے گوشت سے فریزر بھر لیں اور مہینوں کھاتے رہیں۔ یہ انداز مزاجِ اسلام اور منشائے نبوت کے منافی ہے۔

قرض لیکر قربانی کرنا

حج اور عید الاضحیٰ کے موقع پر منیٰ میں موجود حجاج اپنے اپنے گھروں میں مقیم تمام مسلمانوں کے لیے قربانی شعائرِ دینیہ میں سے ایک اہم شعار اور عبادت ہے۔ اس کی اہمیت و فضیلت میں کوئی کلام نہیں اور اس کے سال میں صرف ایک ہی مرتبہ ہونے کی وجہ سے اہلِ علم نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر کسی کے پاس اپنا ذاتی پیسہ نہ بھی ہو۔ البتہ اس کے کاروبار یا ملازمت سے اُسے بعد میں پیسے مہیا ہو جانے کی غالب توقع ہو تو وہ قرض لے کر بھی قربانی کا جانور قربانی کر سکتا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرض لے کر قربانی دینا ایک مستحسن فعل ہے اگرچہ یہ واجب و ضروری نہیں ہے۔ [مجموع الفتاوی ۲۶/۳۰۵] اور اگر کسی پر پہلے سے کوئی قرض واجب الادا ہے اور اسے وہ حسبِ وعدہ بروقت ادا کر سکنے کی بھی بخوبی توقع رکھتا ہے تو ایسا شخص بالاولیٰ قربانی کر سکتا ہے۔ اور وہ لوگ جو کسی کاروباری قرض (نفع آور) کے بہانے قربانی ترک کر دیتے ہیں کہ جی! ہم تو پہلے ہی مقروض ہیں ان کا یہ عذر بجا نہیں ہے۔

قربانی کی شرعی حیثیت کو مشتبہ و مشکوک بنانے کی ناکام و بدترین سازش

قرآنِ کریم اور حدیث شریف سے قربانی کے ثابت شدہ اور مشروع عمل ہونے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی مسلسل عمل، تعامل صحابہ و تابعین، آئمہ اربعہ بلکہ تمام مکاتبِ فکر کے آئمہ و فقہاء اور محدثین کی تصریحات کے پیشِ نظر خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر پہلی سب اُمتوں اور اُمت اسلامیہ کے تمام افراد حسبِ استطاعت گھر گھر قربانی کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مگر شیطان لعین جو اپنی جگہ مصروفِ شیطانیت ہے اس نے نہ صرف غیر مسلم لوگوں کے ذریعہ بلکہ بعض بزعمِ خود مسلمانوں یعنی منکرین حدیث یا پرویزی نظریات کے حامل لوگوں اور مغرب زدہ و عقل پرست شاطر دل کو بھی بہکایا تو وہ قربانی کے خلاف طرح طرح کا پروپیگنڈا کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ایک نے کہا کہ قربانی تو صرف منیٰ میں موجود حجاج کے لیے ہی ضروری ہے، گھر گھر قربانی کا کوئی جواز نہیں، اس طرح قربانی کی شرعی حیثیت کو مشکوک بنانے کی نامسعود کوشش کی گئی اور پھر اس بات کو مزید ہوا دینے کے لیے کسی بقلم خود "رحم دل" نے یہ ہوّا کھڑا کر دیا کہ گھر گھر قربانی کرنا جانوروں پر ایک طرح کا ظلم، بے رحمی اور سنگدلی ہے۔ اور پھر ملتِ اسلامیہ کے افراد کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے کے لیے بعض مادہ پرستوں اور دولت کے پجاریوں نے یہ دہائی دینا شروع کر دی کہ ہر سال ہر گھر میں قربانی "ضیاعِ اموال" ہے۔

قربانی جیسے شعار اسلام کے خلاف اس قسم کے اُلٹے سیدھے اعتراضات اُچھال کر اپنے گھٹیا ذہنی معیار کا ثبوت بہم پہنچا دیا جاتا ہے کیونکہ کسی بھی عقلِ سلیم کے مالک مسلمان کے نزدیک ایسے بے سروپا اعتراضات میں کوئی جان نہیں اور نہ ہی کوئی وزن ہے بلکہ یہ اعتراضات خود معترضین سے عقلی دیوالیہ پن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ:

قربانی اور تعامل اُمت

قربانی صرف حجاج بیت اللہ پر ہی ضروری نہیں بلکہ ہر سال، ہر گھر والوں اور خصوصاً اصحابِ استطاعت مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔ جس کی تفصیل ذکر کی جا چکی جسے دہرانے کی ضرورت نہیں صرف سورۂ حج کی آیت ۳۴ (وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا) کا ترجمہ و تفسیر اور خصوصاً تفسیر کبیر امام رازی (۲۳۲/۶) تفسیر ابن کثیر (۲۲۱/۳) تفسیر فتح القدیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شوکانی (۳/۵۲/۴۵۲) مختصر تفسیر موضح القرآن از شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور حجۃ البالغہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱/۹۹) ملاحظہ فرمائیں۔

ایسے ہی سورۃ الانعام کی آیت: ۱۶۲ (قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي) کا ترجمہ و تفسیر اور بطورِ خاص تفسیر ابن کثیر (۲/۱۹۸) اور فتح القدیر امام شوکانی (۲/۱۸۵) کا مطالعہ کیا جائے! اسی طرح سورۃ کوثر کی دوسری آیت (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) کا ترجمہ اور لفظ "نحر" کے ضمن میں قدیم وجدید مفسرین بالخصوص امام رازی، امام ابن کثیر، امام قرطبی امام شوکانی علامہ آلوسی، شیخ احمد مراغی اور والا جاہ نواب صدیق حسن خان کی تصریحات پڑھنے سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قربانی کا تعلق صرف منیٰ میں موجود حجاج کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے تمام افراد کو اس کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اور یہ صرف اسلامیہ پر ہی نہیں بلکہ پہلی امتوں پر بھی فرض رہی ہے۔

مذکورہ قرآنی آیات اور تفسیری اشارات کے علاوہ قربانی کے بارے میں مفصل احکام صحابہ کرام میں قربانی کا عام رواج ہونے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سالہ عملِ مبارک کے بارے میں کم و بیش انیس [19] صحابہ کرام سے کثیر تعداد میں احادیث مروی ہیں!

اور کوئی ایک بھی صحیح تو کیا ضعیف سے ضعیف روایت بھی ایسی نہیں ملتی جس سے پتہ چل سکے کہ قربانی اسلامی شعار اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں یا یہ بتائے کہ قربانی صرف منیٰ میں ہے۔ باہر کے مسلمانوں پر نہیں۔ پھر عہد نبوی اور دورِ صحابہ و تابعین کے بعد اسلامی مکاتبِ فکر کے تمام آئمہ و فقہاء بھی قربانی کی مشروعیت پر متفق ہیں مؤلفین صحاح و سنن اور مسانید و معاجم نے اپنی کتب میں اور مذاہب اربعہ کے فقہاء نے اپنی کتب میں "مناسک الحج" کے ضمن میں "باب الھدی" قائم کیا ہے۔ اور دوسری عام قربانیوں کے لیے "اضاحی" "ضحایا" یا "اضحیۃ" کے تحت احادیث و آثار جمع فرمائے اور احکام بیان کئے ہیں۔

ڈیڑھ ہزار سال سے قربانی کے مشروع و مسنون عمل ہونے پر تمام فقہاء اسلام کا اتفاق و اجماع ہے اور اُمتِ اسلامیہ کا عملی تواتر اس پر مستزاد ہے۔ لہٰذا قربانی کی شرعی حیثیت کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش کرنے والے منکرینِ حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و سنّت ، پرویزی نظریات کے حاملین اور پرویز کی معنوی اولاد کے مسموم پروپیگنڈے میں ہرگز نہیں آنا چاہیئے۔

منکرینِ حدیث کے ایک چیمپئن ، پرویزی نظریات کے پرچارک طلوع اسلام لاہور کے ممبر پروفیسر رفیع اللہ شہاب کے قربانی کے خلاف لکھے گئے ایک مضمون کا تعاقب مولانا محمد عبید اللہ خان عفیف نے "قربانی کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے کیا جو پہلے ماہنامہ "ترجمان الحدیث" لاہور (جون جولائی اگست ۱۹۸۵ء) میں بالاقساط شائع ہوا۔ پھر اس تحقیقی مقالے کی علمی و دینی افادیت کے پیشِ نظر "ہفت روزہ الاعتصام" لاہور نے اپنے "عیدالاضحیٰ نمبر ۱۹۸۶ء" میں دوبارہ شائع کیا تھا۔ قربانی کے بارے میں پرویزیوں کی مساعی ناشکور کے رد کے لیے وہ مقالہ انتہائی مفید ہے۔

قربانی پر بے رحمی کے واویلہ کا جائزہ

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے جذبۂ فنائیت و فدائیت کی یادگار اور تمام اسلامی مکاتبِ فکر کے نزدیک متفق علیہ سنّت "عیدالاضحیٰ کی قربانی" پر مخالفین اسلام بے رحمی و سنگدلی کا جو اعتراض کرتے ہیں وہ بھی محض لغو اور باطل ہے۔

نبیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خود خالقِ کائنات نے "رحمۃ للعالمین" کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ آپؐ کی کوئی سنّت بے رحمی و سنگدلی کا مظہر کیسے ہوسکتی ہے؟ کتبِ حدیث و سیرت کھول کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں تک کے ساتھ بھی رحم و کرم فرماتے اور لطف و محبت کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ جن کی چند مثالیں "مسائل ذبح و نحر" کے ضمن میں ذکر کی جاچکی ہیں مزید یہ کہ ابوداؤد و مسند احمد، مسند ابی یعلیٰ اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایک اونٹ بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپؐ نے [illegible] پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ پرسکون ہوگیا۔ پھر آپؐ نے اس کے مالک کا پتہ کروا کرا سے فرمایا:

افلا تتقی اللہ فی ھذہ البھیمۃ التی ملّکک اللہ ایاھا، فانّہ شکا الیّ انّک تجیعہ و تدئبہ۔ ۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تم اس جانور سے بدسلوکی کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتے ہو جس نے تمہیں اس کا مالک بنایا ہے۔ اس نے میرے سامنے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے اور کام زیادہ لیتے ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ مذکورہ کتب کے علاوہ دلائل النبوۃ بیہقی جلد دوم میں بھی مذکور ہے۔ مسند احمد مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں ہے کہ سواری والے جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ارکبوا ھذہ الدواب سالمۃ وایتدعوھا سالمۃ ولا تتخذوھا کراسی [۱-۴۷]

ان جانوروں پر صحیح و سالم ہونے کی شکل میں سواری کرو اور جب ضرورت نہ ہو تو انھیں صحیح و سالم ہی فارغ چھوڑ دو۔ اور انھیں (بلاضرورت ہی) اپنے لیے کرسی نہ بنالو۔

اور ابوداؤد و بیہقی میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

ایاکم ان تتخذوا ظھور دوابکم منابر [۲-۴۷]

خبردار! اپنے سواری والے جانوروں کی پشتوں کو بلاضرورت اپنے لیے منبر نہ بنالو۔

۴۷: ابوداؤد (۲۵۴۹) "الجہاد" مسند احمد (۱/۲۰۴، ۲۰۵) مسند ابو یعلیٰ (۶۷۸۷) اور "مستدرک حاکم" (۲/۹۹-۱۰۰) اس کو ابن ابی شیبہ (۶/۳۲۲ - دار التاج) ابو عوانۃ (۱/۱۹۷) اور ابن عساکر نے بھی "تاریخ دمشق" (۱۸، ق۱، تراجم حرف العین. عبداللہ بن جابر - عبداللہ بن زید) میں روایت کیا ہے یہ عبداللہ بن جعفرؓ سے مروی ہے اور صحیح حدیث ہے [۱-۴۷]: مسند احمد (۳/۴۴۰، ۴/۲۳۴) "مستدرک حاکم" (۱/۴۴۴، ۲/۱۰۰) اور "سنن بیہقی" (۵/۲۵۵)، الکوداری (۲/۲۸۶) "الاستذان" ابن خزیمۃ (۲۵۴۴) ابن حبان (۲۰۰۲) اور طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۲۰/۱۹۳) میں معاذ بن انس سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے ابن خزیمۃ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے [۲-۴۷]. ابوداؤد (۲۵۶۷) اور بیہقی نے اس کو "سنن" (۵/۲۵۵) اور "الآداب" (۷۹۵) میں بھی روایت کیا ہے یہ حدیث ابوہریرہؓ سے ہے اور صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابوداؤد و ابن خذیمہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پشت اور پیٹ (کمزوری و مشقت کی وجہ سے) باہم ملے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا:

اتقوا اللہ فی ھذہ البھائم المعجمہ [۴۷۳]

ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔

ایسے ہی مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح کسی کام سے نکلے تو دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر کسی نے اونٹ بٹھایا ہوا ہے اور پھر اسی دن شام کو بھی دیکھا کہ وہ اونٹ اُسی جگہ موجود ہے تو استفسار فرمایا کہ اس کا مالک کون ہے؟ مگر وہ نہ ملا تو (بلا وجہ کسی جانور کو باندھ کر بٹھا رکھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

اتقوا اللہ فی ھذہ البھائم [۴۷۴] ان جانوروں کے معاملہ میں خوفِ الٰہی سے کام لیا کرو۔

سبحان اللہ! یہ تھی شانِ رحمۃ للعالمین۔

الادب المفرد امام بخاری، سنن ابی داؤد اور مستدرک حاکم میں ہے کہ ایک سفر کے دوران کسی صحابی نے چڑیا کے گھونسلے سے اس کے دو بچے اٹھا لیے چڑیا نے سروں پر آکر پھڑ پھڑانا شروع کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب واقعہ کی خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

من فجع ھذہ بولدھا ردوا ولدھا الیھا [۴۷۵]

اس کے بچے اُٹھا کر اسے کس نے تکلیف پہنچائی ہے۔ اِس کے بچے فوراً اسے واپس لوٹا دو۔

www.KitaboSunnat.com

۴۷۳: ابوداؤد (۲۵۴۸) "الجہاد" ابن خزیمۃ (۲۵۴۵) عن سھل بن الحنظلیۃؓ واسنادہ حسن

۴۷۴: احمد (۱۸۱/۴) ابن حبان (۸۴۴، ۸۴۵) عن سھل بن الحنظلیۃؓ وصححہ ابن حبان۔

۴۷۵: الأدب المفرد (۳۸۴) ابوداؤد (۲۶۷۵) "الجہاد" باب فی کراھیۃ حرق العدو بالنار" ذنی الأدب" (۵۲۶۸) باب فی قتل الذر" اور مستدرک (۲۳۹/۴) اس حدیث کو امام حاکم، ذہبی ...لوذی نے "ریاض الصالحین" (۱۶۱۰) میں صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوداؤد میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹیوں کا ایک گھر جلا ہوا دیکھا تو ارشاد فرمایا: انّہ لا ینبغی ان یعذّب بالنّار الّا ربّ النّار [۴۷۶]
آگ کے خالق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو لائق نہیں کہ کسی کو آگ کے ساتھ عذاب دے۔

یہ واقعات تو حلال جانوروں سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ صحیح بخاری، الادب المفرد، صحیح مسلم اور مسند احمد میں ہے کہ آپ نے ایک عورت کو عذابِ جہنم کی خبر دی جس نے بلّی کو باندھے رکھا اور کھانے پینے کے لیے کچھ نہ دیا یہاں تک کہ وہ بھوکی پیاسی ہی مرگئی [۴۷۷]
اس واقعہ میں عذابِ جہنم کی خبر دینے میں بھی آپ کی شانِ رحمت نمایاں ہے تاکہ لوگ ایسا کرنے سے باز رہیں اور مبتلائے عذاب نہ ہوں۔

ایسے ہی صحیح بخاری، الادب المفرد، صحیح مسلم سنن ابی داؤد اور مسند احمد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی راہ گیر مسافر کو پیاس نے ستایا تو وہ ایک کنویں میں اترا، پانی پی کر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے پیاس کی شدت سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے اس کے دل میں رحم آیا اور اس نے کنویں سے پانی نکال کر کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اس کی مغفرت فرمادی آپ نے یہ واقعہ بیان کر چکنے کے بعد فرمایا:

فی کلّ ذاتِ کبدٍ رطبۃٍ اجرٌ [۴۷۸] ہر جاندار پر ترس کھانا باعثِ اجر ہے

۴۷۶: یہ ص ۴۷۵ میں گزرنے والی حدیث ہی کا ٹکڑا ہے۔ ۴۷۷: یہ ابن عمر اور ابوھریرہ سے مروی ہے (۱) حدیث ابن عمر کو بخاری نے "صحیح بخاری" (۲۳۶۵) "المساقاۃ" اور "الأدب المفرد" (۳۸۱) میں مسلم (۱۴/۲۴۰، ۱۶/۱۷۲) کتاب "قتل الحیات ونحوھا والبر والصلۃ" دارمی (۲/۲۳۱) "الرقاق" ابن حبان (۵۴۶ تحقیق الشیخ شعیب) عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" (۷۸۹) میں اور بیہقی نے "الأداب" (۴۵۹) میں روایت کیا ہے۔ (۲). حدیث ابوھریرہ کو مسلم ابن، ابن ماجہ ۴۲۵۶ "الزھد" احمد (۲/۲۶۹، ۲۸۶، ۳۱۷، ۴۲۴، ۴۵۷، ۴۶۷، ۴۷۹، ۵۰۱، ۵۰۷) ابویعلی (۵۹۳۵، ۵۹۶۴، ۶۰۴۴، ۶۱۵۲) اور بیہقی نے "الأداب" (۱۰۳۳) میں روایت کیا ہے ۴۷۸: صحیح بخاری ۲۳۶۳ "المساقاۃ"، "الأدب المفرد" (۳۸۰) صحیح مسلم ۱۴/۲۴۱، ۲۴۲ "قتل الحیات وغیرھا" ابوداؤد (۲۵۵۰) "الجہاد" احمد ۲/۳۷۵، ۵۱۷ اسی طرح اسکو مالک ۲/۹۲۹ "صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" باب "جامع ماجاء فی الطعام والشراب" اور ابن حبان (۵۴۴ تحقیق شعیب) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ بخاری و مسلم اور مسند احمد میں تو یہاں تک مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے ایک ایسے کتے کو کنویں کے کنارے دیکھا جسے قریب تھا کہ پیاس کی شدت موت کی نیند سُلا دے۔ اس نے اس پر ترس کھا کر پانی نکال کر اسے پلایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فغفر لها به[۴۷۹] اللہ نے اس عورت کو اسی نیکی کے عوض بخش دیا۔

کیا ان ارشادات و تعلیمات سے کہیں بے رحمی کا شائبہ بھی نظر آتا ہے؟!

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ حضرت عمر فاروق، ابن عمر ابو درداء رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بھی کئی ایسے واقعات طبقات ابن سعد، سنن بیہقی، مسند احمد اور کتاب الزہد امام احمد میں مذکور ہیں۔ (للتفصیل سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۱/ ۳۵-۳۸)

کیا ایسے نبی یا اس کے پیروکاروں سے جانوروں کے ساتھ بے رحمی اور وہ بھی سالانہ اور مقررہ ایام میں، اس بات کا تو تصور کرنا بھی غلط ہے۔ دراصل اعتراض کرنے والے لوگ خالق و مخلوق اور عابد و معبود کے باہمی تعلق کی حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں وہ عبودیت و بندگی کے اس ذوق کو کیا سمجھیں کہ جان آفرین کے ارشاد کی تعمیل میں تو اپنے اکلوتے اور چہیتے بیٹے کی گردن پر بھی چھری چلائی جا سکتی ہے۔ اس کے مقابلے میں یہ جانور چیز ہی کیا ہیں۔

اور پھر بے رحمی کا یہ اعتراض صرف قربانی پر ہی کیوں کیا جاتا ہے جب کہ یہی اعتراض کرنے والے اپنی شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات میں سیکڑوں بکرے اور ہزاروں مرغ ذبح کرتے ہیں اور موجودہ سائنس بتاتی ہے کہ ایک مربع انچ فضا اور ایک گلاس پانی میں دس کروڑ جاندار (جراثیم) ہوتے ہیں۔ اپنے نہانے کے لیے پانی گرم کرتے ہوئے کبھی

۴۷۹: بخاری (۳۳۲۱) "بدء الخلق باب إذا وقع الذباب..." (۳۴۶۷) احادیث الانبیاء (آخری باب) مسلم (۲/ ۱۴/ ۲۴۲) احمد (۲/ ۵۰۷، ۵۱۰) اور امام طبرانی الکبیر ابن حبان (۳۸۶ تحقیق شعیب) اور ابو یعلی (۶۰۳۵) نے بھی روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کروڑوں جانوں کے تلف ہونے کا سوچا ہے؟ اور جو سائنس دان نباتات میں حیات (زندگی) کے قائل ہیں ان کے لحاظ سے تو گھاس پھوس اور درختوں کا کاٹنا بھی ظلم و بے رحمی شمار ہونا چاہیے۔ ایسی کتنی ہی دیگر مثالیں بھی پیش کی جا سکتی ہیں۔ قربانی پر بے رحمی کا اعتراض کرنے والے لوگ کیا ان باتوں کا کوئی جواب رکھتے ہیں؟ اگر ہے تو وہی ہماری طرف سے بھی سمجھ لیں۔

اور قربانی اگر خدانخواستہ بے رحمی بھی ہو تب بھی ایسے لوگوں کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ ع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

(للتفصیل: تجلیاتِ رمضان از مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹیؒ ص۱۵۳ تا ص۱۶۵ طبع ۱۹۷۷ء ماہنامہ آثار، مئو ناتھ بھنجن، یوپی، انڈیا جلد دوم شمارہ ۹ ستمبر ۱۹۸۴ء مقالہ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری۔)

مویشیوں کی قِلّت کا بہانہ

قربانی کے بارے میں منکرین حدیث اور بعض اباحت پسند حلقے یہ دریدہ دہنی بھی کرتے ہیں کہ یہ معاشی واقتصادی اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ اور بعض حضرات جانوروں کی قلت کا رونا بھی روتے ہیں۔

ان کے اس اعتراض کو صحیح تسلیم کر لینے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کریں کہ اسلام کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ "دینِ کامل" ہے بلکہ یہ ہماری معاشیات کے لیے مُضر اور اقتصادیات کے لیے نقصان دہ ہے جو کہ دینِ اسلام کی نسبت انتہائی غیر ذمہ دارانہ بلکہ جاہلانہ و کورانہ نظریہ ہے۔ کیونکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ دینِ اسلام ایک مکمل اور عالمگیر و ہمہ گیر دین ہے اور اگر اس کے معاشی و اقتصادی مبادیات اور اصولوں پر عمل کیا جائے تو آج بھی دنیا کی گرتی ہوئی معاشی حالت کو سہارا مل سکتا ہے۔

اور پھر جانوروں کی قلت کا بہانہ تو صرف قربانی نہ کرنے کی بڑی ہی بودی دلیل ہے جسے "عذرِ لنگ را بہانہ بسیار" کا مصداق ہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزاروں سالوں سے یہ عمل پیہم اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر اس سے قلّت رونما ہونا ہوتی تو کب کی ہو چکی ہوتی۔ مگر ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

ایام قربانی میں ذبح ہونے والے جانوروں کے مبالغہ آمیز اعداد و شمار دیتے ہوئے یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ مسلم ممالک میں ان تین چار دنوں میں عام طور پر مذبح خانے تقریباً بند رہتے ہیں اور عید سے کئی دن قبل اور پھر بعد میں بھی ذبیحہ کی رفتار خاصی کم رہتی ہے۔ اگر اس طرح رونما ہونے والی جانوروں کی بچت کو کل میزان سے منہا کر لیا جائے تو پھر قربانی کئے جانے والے جانوروں کی تعداد خاصی حوصلہ افزا ہو جائے گی۔ اور اس کے اعداد و شمار ہوشربا نظر نہیں آئیں گے۔

مویشیوں کی قلّت کو دُور کرنے کے لیے ان کی افزائش نسل کی چارہ سازی مویشی فارموں کا قیام، مویشی پالنے والوں کی حوصلہ افزائی، چراگاہوں کی فراوانی اور سبزیات کی ترقی جیسے اقدامات کی فکر کرنا چاہیئے۔ اور ذبیحہ پر ناسب ہفتہ وار پابندی عائد کی جائے تو یقیناً قلّت کی شکایت دُور ہو سکتی ہے اور اگر بفرض محال پھر بھی قلّت دور نہ ہو تو پھر مولانا مودودیؒ کے بقول "ہفتہ میں پورے سات دن گوشت کا ناغہ ہونے لگے تو یہ امر اس سے بدرجہ بہتر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنّت کو ہی مستقل طور پر ختم کر دیا جائے گا"۔ (بحوالہ ہفتہ روزہ اہل حدیث لاہور جلد ۱۷، شمارہ ۳۳، ۳۴ بابت اگست ۱۹۸۶ء مقالہ مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوریؒ)

ضیاعِ اموال کا رونا

اس بات کا بھی خیال رہے کہ مغرب زدہ عقل پرستوں کی طرف سے جو وقتاً فوقتاً ایک شور سننے میں آتا ہے کہ ان قربانیوں سے ہر سال کروڑوں روپے ضائع ہو جاتے ہیں اگر وہ رقمیں بچا لی جائیں اور کسی قومی یا سماجی ادارے کو دے دیں تو ہزاروں کام بن سکتے ہیں، اتنے لوگوں کے گھر آباد ہو سکتے ہیں، اتنی غریب لڑکیوں کے ہاتھ پیلے ہو سکتے ہیں، یہ ہو سکتا ہے اور وہ ہو سکتا ہے، اور پھر اپنی اس کج فکری و بدحواسی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پلندے کو تحقیق و ریسرچ کا نام دے لیتے ہیں، اس سطحی اور باغیانہ فکر کو ادیبانہ اسلوب میں پیش کر کے عوام الناس کو بہکانے کی سعی نامشکور کرتے ہیں۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ مسلمان ایمان و ایقان کی جس دولت سے مالامال ہوتا ہے اس کے سامنے ان غلامانِ عقل کی ساری کوششیں بادر ہوا ثابت ہو رہی ہیں البتہ ان کے اس انوکھے "اندازِ تحقیق" سے اسلام دشمن قوتوں کو اسلام کے خلاف کیچڑ اچھالنے کا موقع ضرور ملتا رہتا ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جس چیز کو یہ لوگ تحقیق و ریسرچ کا نام دیتے ہیں وہ تحقیق و ریسرچ نہیں بلکہ محض ان کی "عقلی عیاشی" ہے۔

دین کے صدیوں سے متفقہ مسائل میں عقلی اڑنگے لگانے والے یہ لوگ، قرآن و سنت کی صریح نصوص کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قربانی جیسے مقدس شعارِ دین سے لوگوں کو بدگمان کرنے والے یہ شاطر، حُبِّ رسولؐ کے تحت مسلمانوں کی قربانیوں کو دیکھ کر تو بڑا بُرا مُنہ بنتے ہیں مگر اپنے آپ کو دانشمند و دانشور کہلوانے والے حضرات اتنی بھی عقل نہیں رکھتے کہ ہر جگہ پیسے سے کام نہیں چلتا اور نہ ہی ہر عمل پیسہ کام دیتا ہے بلکہ کچھ امور جسمانی عبادت ہوتے ہیں اور کچھ مالی اور قربانی وہ عبادت ہے جو صرف جانوروں کا خون بہانے سے ہی پوری ہو سکتی ہے۔ قربانی کے دن مالی صدقہ بھی خون بہانے کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیوں کہ ترمذی و ابن ماجہ میں ہے کہ قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو کوئی عمل اتنا محبوب نہیں جتنا قربانی کے جانوروں کا خون بہانا محبوب ہے[۴۸۰]

اور دارقطنی کی ایک روایت میں ہے کہ عید کے دن کسی بھی نیک کام پر چاندی خرچ کرنا بھی اتنا افضل نہیں جتنا کہ قربانی کے جانوروں کا خون بہانا ہے[۴۸۱]

قربانی کے جانور کی قیمت صدقہ کر دینا جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے کیونکہ اس دور میں بھی غریب لوگ

---

۴۸۰ : اس حدیث کی تخریج ص۴۰۰ میں دیکھیں

۴۸۱ : یہ حدیث سخت ضعیف ہے اور اس کی تخریج ص۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود تھے۔

اور قربانی کی بجائے نقد رقم صدقہ کرنا اس لیے بھی روا نہیں کہ اس طرح نبیؐ کی ایک سنت ترک کرنا لازم آتا ہے جو کہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

[الشرح الکبیر علی ھا المغنی ۳/ ۵۸۲]

فقہ حنفی کی کتب درمختار (۶/۳ ۲۱) ردّ المختار (ایضاً) اور فتاوی عالمگیری (۵/ ۲۹۱) میں صراحتیں موجود ہیں کہ قربانی کا رکن خون بہانا ہے۔ اور جانور کی قیمت صدقہ کر دینا دُرکنار اگر اس جانور کو ذبح کرنے کی بجائے زندہ ہی صدقہ کر دیا جائے تو قربانی کے طور پر جائز نہیں ہے۔ اور اسی قسم کی تصریحات بدائع الصنائع (۵/ ۶۶) للعلامہ کاسانی اور المبسوط للسرخسی (۱۲/ ۱۳) میں بھی موجود ہیں۔

فتاوی ہندیہ (عالمگیری ۴/ ۵۱) میں تو بڑے واضح الفاظ میں لکھا ہے:

شراء الاضحیۃ بعشرۃ دراھم خیر من التصدق بالف درھم۔ دس درہم کا جانور خرید کر قربانی دینا، ہزار درہم نقد صدقہ کرنے سے بہتر و افضل ہے (للتفصیل الاعتصام عید نمبر ۸۶ء ص ۳۶ ،۳۷ و عید نمبر ۸۷ء ص ۱۲ ،۱۴ مقالہ سید محمد داؤد غزنویؒ)

آگے آگے دیکھیے.....

غریبوں کے غم میں گھلنے کا تصنع کرنے والوں کو یہ امور سامنے رکھ کر کوئی اقدام کرنا چاہیئے اور مسلمانوں کو قربانی کی بجائے نقد رقم صدقہ کر کے "ترک سنت" کا مشورہ دینے کی بجائے کوئی اور اسکیم زیر عمل لانے کی سوچنی چاہیئے کیونکہ قومی و سماجی اداروں کو چلانے غریبوں کا پیٹ پالنے اور غریب لڑکیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کے بہانے، مشروع اعمال کو بیچ کھانے اور ان کی قیمتیں لگانے کا یہ سلسلہ جاری ہو گیا اور کچھ بھی کا یہی عالم رہا اور قربانی جیسی عبادت کو "ضیاع اموال" کا باعث قرار دیا جانے لگا تو پھر کوئی عبادت بھی ایسے لوگوں سے نہیں بچ پائے گی مثلاً کل کلاں کو یہ کچھ فکر لوگ، یہ سوچنا بھی شروع کر دیں گے کہ ہر دن میں مسلمان پانچ مرتبہ نماز پڑھتے ہیں اور ہر نماز پہ اتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ اگر ایک بستی یا شہر کے لوگ اتنا وقت کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صنعت کاری میں لگائیں تو اتنا معاشی فائدہ ہوگا۔

پھر حج پر نظر پڑ جائے گی کہ محض ایک گھر کو دیکھنے کے لیے کروڑوں روپے ہر سال ضائع ہوتے ہیں اگر وہ رقمیں فلاں فلاں اداروں کو مل جائیں تو کیا خوب ترقی ہوگی اسی طرح تلاوتِ قرآن اور خطباتِ جمعہ جیسی عبادات ہی نہیں بلکہ معمولاتِ زندگی اور لوازماتِ حیات مثلاً شادی بیاہ، سکل و شرب، خرید و فروخت حتیٰ کہ سونے کے اوقات میں بھی کانٹ چھانٹ کرنی پڑے گی اور یہی نہیں بلکہ دیگر انسانی ضروریات پر بھی ریسرچ شروع ہو جائے گی [ہفت روزہ الاسلام لاہور شمارہ ۲۶ر نومبر ۱۹۸۶ء قربانی کا معاشی پہلو، از مولانا عبدالاعلیٰ رحمانی]۔

اندازہ فرمائیں کہ اگر یہ سلسلہ شروع ہو جائے تو منکرینِ حدیث پرویزیوں اور دوسرے مادہ پرستوں کی گھٹیا سوچ کیا کیا رنگ نہیں دکھلائے گی۔

قربانیوں کا معاشی پہلو

عقلِ بیمار کے مالک، ان لوگوں کا یہ واویلا بھی سراسر غلط اور خلافِ واقعہ ہے کہ قربانیوں پر خرچ ہونے والے اموال ضائع ہو جاتے ہیں۔ بلکہ حقیقت اس کے سراسر برعکس ہے کیونکہ انفرادی و اجتماعی قربانیوں میں بہت سے معاشی، معاشرتی اور قومی و ملی فوائد بھی موجود ہیں اگرچہ احیائے سنت کے اجر و ثواب اور رضائے الٰہی کے حصول کے مقابلہ میں ان فوائد کی ہمارے نزدیک کوئی وقعت نہیں ہے لیکن محض اِن عقل پرستوں کے الزامی جواب کی خاطر ہم قربانیوں کے مالی و مادی فوائد کا پہلو بھی واضح کئے دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ قربانی کے ذریعہ کس طرح سے مالی فوائد قوم و ملک کو واپس لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے کتابِ الٰہی قرآن کریم شاہد عدل ہے۔ سورۂ حج کی آیت ۲۸ کے الفاظ [لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ] قابلِ توجہ ہیں جن میں حج کے فوائد کو مَنَافِعَ جمع کے صیغے سے ذکر فرمایا ہے۔ اور اسی آیت میں قربانی کے جانوروں کا ذکر بھی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ قربانیاں بھی فوائد اور منفعتوں سے خالی نہیں۔ اور اسی آیت میں ارشادِ الٰہی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (الحج: ۲۸)
کہ (قربانیوں کا گوشت) خود بھی کھائیں اور تنگدست محتاج
کو بھی کھلائیں۔

اور آیت ۳۶ میں پہلے تو فرمایا:
لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ (الحج: ۳۶) تمہارے لیے ان
(قربانی کے جانوروں) میں بھلائی ہے۔

اور پھر فرمایا:
فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج: ۳۶)
ان میں سے خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت کئے
بیٹھے ہیں اور ان کو بھی جو اپنی حاجت پیش کریں۔

ان آیات میں جن منفعتوں اور بھلائیوں کا ذکر ہے ان میں سے سب سے پہلے غریبوں مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کے ساتھ مواسات و ہمدردی کا پہلو آتا ہے کہ ان قربانیوں کی بدولت ان لوگوں کو بھی اللہ کی نعمت "گوشت" کھانے کا موقع میسر آجاتا ہے جنھیں سال بھر خرید کر گوشت کھانے کی ہمت نہیں ہوتی۔ ان قربانیوں کی برکت سے نہیں معلوم ان میں سے کتنے لوگوں کو سال بہ سال صرف عید الاضحیٰ کی قربانیوں کا گوشت ہی کھانے کو ملتا ہو۔ اور یہ ان پر کوئی احسان بھی نہیں بلکہ بحکم الٰہی انھیں گوشت دینا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (أَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ) اور (أَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ) فرما کر ان غمگساریوں کو واجب قرار دے دیا ہے۔ مگر غریبوں کی ہمدردی کے بلند بانگ دعوے کرنے والوں کی اس طرف نظر ہی نہیں جاتی کہ آخر یہ گوشت جاتا کہاں ہے؟ وہ غریبوں میں ہی تو بٹتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کی ذات تو اس سے بے نیاز ہے۔ اس نے تو سورۂ حج کی آیت ۳۷ میں قربانی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمادیا ہے کہ مجھے تمہارے دلوں کا تقویٰ اور پرہیزگاری مطلوب ہے۔ رہا گوشت، تو اس سے مجھے کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض نہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج: ۳۷)

اللہ کو ان قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اُسے تو صرف تمہارے دلوں کا تقویٰ و پرہیزگاری ہی پہنچتی ہے۔

تو گویا قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کے حضور تقویٰ و پرہیزگاری کا نذرانہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کے بندوں میں سے غریبوں مسکینوں کے ساتھ مواسات و ہمدردی کا ذریعہ بھی ہے۔ اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ) ان قربانیوں میں تمہارے لیے بھلائی عقلِ بیمار کو تو یہ بھلائیاں شاید نظر نہ آسکیں لیکن اگر تھوڑا سا عقلِ سلیم سے کام لیا جائے تو وہ بھلائیاں بڑی واضح اور ایک کھلی ہوئی حقیقت ہیں۔ مثلاً

قربانی کے مادّی فوائد

دنیا میں لاکھوں کروڑوں ایسے افراد ہیں جن کا ذریعہ معاش ہی یہی ہے کہ وہ اونٹوں گایوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ پالیں اور معمولی قیمت پر خرید کر، مفت کی گھاس پھوس کے ساتھ پال کر، اور معمولی قیمت کا چارہ دانہ ڈال کر عیدِ قربان کے موقع پر اچھے داموں فروخت کریں۔ کبھی یہ بھی اندازہ کیا ہے کہ کتنوں کا گزر بسر اسی پر منحصر ہے۔

اِن کے بعد اُن لوگوں کی باری آجاتی ہے جو ان سے مال خرید کر بازاروں اور منڈیوں میں لاکر بیچتے ہیں۔ وہ الگ منافع کماتے ہیں۔ جو ہزاروں خاندانوں کی دال روٹی مہیا کرتے ہیں۔

پھر اَن گنت لوگ وہ ہیں جو ایامِ قربانی میں جانوروں کو ذبح کرنے اور ان کا گوشت بنانے کی اُجرت وصول کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی معروف ہے کہ ان ایام میں اس کام کی اجرت بھی معقول اور عام حالات کی نسبت زیادہ ہوتی اس طرح کتنوں کا بھلا ہوا اور ہفتہ دس دن کی ہی نہیں بلکہ مہینوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈی کما گئے۔ اور جہاں لاکھوں غریب خاندان کم از کم تین دن کے لیے گوشت جیسی عمدہ غذا سے بہرہ مند ہوتے ہیں وہیں قربانیوں کی کھالوں سے اپنی بیسیوں ضرورتیں پوری کرتی ہیں کیونکہ وہ کھالیں بھی تو غریبوں مسکینوں کو ہی دی جاتی ہیں جنھیں بیچ کر ان کی قیمت اپنے کام میں لاتے ہیں۔ اور کھالوں کے ان انفرادی فوائد کے علاوہ ہزاروں یتیم خانے، دینی مدارس اور رفاعی ادارے ایسے ہیں کہ جن کا سالانہ بجٹ انہی کھالوں کی بدولت مستحکم ہوتا ہے۔

پھر ہزاروں خاندان ایسے ہیں جن کا ذریعۂ روزگار چمڑے کی رنگائی ہے۔ ذرا ان سے پوچھ کر دیکھیں کہ ان کی معیشت میں قربانی کی کتنی اہمیت ہے اور ان کی اقتصادی پوزیشن کے استحکام میں قربانی کو کتنا دخل ہے؟ اس طرح افرادِ معاشرہ میں سے کتنے لوگ وہ بھی ہیں جو ہڈی وغیرہ کا کاروبار کرتے ہیں اور سرکاری شعبۂ تجارت سے رابطہ کر کے دیکھیں تو پتہ چلے کہ قربانیوں کی کھالوں، ہڈیوں اور اون وغیرہ سے کس قدر زرِ مبادلہ حاصل ہوتا ہے اور اندرونِ ملک کتنی مصنوعات ہوتی ہیں جن کا تمام تر انحصار یہی چمڑا، ہڈی، سینگ اور انتڑیوں پر ہوتا ہے گو صرف قربانی کے جانوروں سے ہی یہ حاصل نہیں ہوتیں لیکن ان میں قربانی کے جانوروں کا ایک معقول حصہ ضرور ہوتا ہے اور کھالوں کا کاروبار کرنے والے کاریگر اور تاجر کہتے ہیں کہ قربانی کی کھالوں جیسی عمدہ دوسری کوئی کھال نہیں ہوتی۔

الغرض سلسلہ بہ سلسلہ کتنی خلقِ خدا کو ان قربانیوں کا فائدہ پہنچتا ہے اور نیچے سے اوپر تک اشخاص، ادارے، ٹھیکیدار، کارخانہ دار اور قوم و ملک سبھی مستفید ہوتے ہیں اور قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے ان تمام فوائد کو (لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ) کے لفظی جملہ میں سمیٹ لیا ہے۔

اور یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ قربانی کو محض معاشی و مادی پہلو سے جانچنا ہی غلط ہے کیونکہ یہ اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا احیاء خلفاء صحابہ کا تعامل اور تواتر امت سے ثابت شدہ سنت ہے (یہ ترمیم و اضافہ از مقالۂ مولانا جھنڈانگری بحوالہ ماہنامہ آثار جلد دوم شمارہ ۹، مقالہ مولانا حافظ کمیرپوری بحوالہ ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۷ شمارہ ۳۳، ۳۴)

حجاج کی ہدی کے فوائد و مصارف

گھروں کی جانے والی انفرادی قربانیوں کے مالی و مادی فوائد تو آپ سے سامنے آچکے ہیں۔ اب رہا موسم حج کی ہدی یا حجاج کی منیٰ میں کی جانے والی قربانیوں کا سوال اور یہ نظریہ کہ وہاں تو گوشت اور چمڑا وغیرہ سب بیکار ہی چلا جاتا ہے۔ ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بہت پہلے کا حال تو معلوم نہیں کہ ان سے استفادہ کرنے کا منصوبہ کیسا ہوتا تھا لیکن شاہ سعود کے دور سے ہی حجاج کی قربانیوں کے چمڑے حکومت کی طرف سے مصر و سوڈان وغیرہ ممالک کی طرف بھیجے جانے لگے تھے اور وہاں سے انھیں نمک وغیرہ دینے اور رنگنے کے بعد امریکہ اور یورپی ممالک کو بھیج دیئے جاتے تھے اور شاہ فیصل کے دورِ حکومت میں اس غرض کے لیے جدّہ میں ایک عظیم الشان کارخانہ قائم ہوگیا۔ منیٰ سے قربانی کے ذبح شدہ جانوروں کو ٹرکوں کے ذریعہ باہر لایا جاتا اور ان کا چمڑا نکال کر جدّہ بھیج دیا جاتا۔ جہاں جدید آلات و وسائل پر مشتمل کارخانہ میں صاف کر کے پختہ کیا جاتا۔ پھر اسے ہر قسم کے خوبصورت پکے رنگوں سے رنگا جاتا۔ اس کارخانے میں سیکڑوں مصری اور دوسرے ممالک کے کاریگر اور عملہ کام کرتا ہے اور بیس پچیس قسم کے مردانے زنانے اور بچکانے جوتے، چپلیں اور سینڈلیں تیار ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ فوجی استعمال کی اشیاء کمر کی پیٹی، کارتوس دان وغیرہ اور عام استعمال کی اشیاء سوٹ کیس، بیگ، ہنی بیگ اور فائل بیگ وغیرہ تیار ہوتے ہیں۔

ہندوستان کے معروف تاریخی پرچے ماہنامہ "صدقِ جدید" لکھنؤ نے ۲۷ جنوری ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں ذکر کیا تھا کہ اسی طرح ہڈیوں کے بارے میں بھی تدابیر سوچی جا رہی ہیں۔ اور امید ظاہر کی تھی کہ چمڑے کی طرح ہی قربانی کی دوسری اشیاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوشت اور اون وغیرہ بھی جدید طریقوں سے کام آنے لگیں گی۔

"معمارِ قوم" بنگلور نے اپنی ۵ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کی اشاعت میں سعودی حکومت کے مکہ و مدینہ سے متعلقہ ترقیاتی منصوبوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ سعودی عرب میں جرمنی کی مدد سے ایک جدید منصوبے کی بنیاد رکھی گئی ہے جس کے تحت حجاج کی قربانیوں کے گوشت اور کھالوں سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کئے جائیں گے اور لکھا تھا کہ اس جدید ترقی پذیر منصوبے سے ایک بہت بڑے مسئلے کا حل نکل آیا ہے۔

جدّہ سے شائع ہونے والا ایک کثیر الاشاعت روزنامہ "المدینۃ" جو موسم حج میں اپنے عمومی عربی ایڈیشن کے علاوہ ایک اردو ایڈیشن بھی روزانہ شائع کرتا ہے۔ اس نے اپنی ۶ر ذو القعدہ ۱۴۰۳ھ کی اردو اشاعت میں مکہ مکرمہ کے میئر فواد محمد عمر کے حوالے سے لکھا تھا کہ اس سال حج کے دوران پہلی مرتبہ قربانی کے جانوروں کا گوشت اسلامی ترقیاتی بنک کے ذریعہ غریب اسلامی ممالک کو برآمد کیا جائے گا اور اس کا مقصد قربانی کے گوشت سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے اور اس غرض کے لیے مختلف ممالک کو باقاعدہ گوشت بھیجنے کا سلسلہ شروع ہے۔

اُسی اخبار المدینہ کی ۴ر ذو القعدہ ۱۴۰۴ھ کی اردو اشاعت میں یہ رپورٹ شائع کی گئی کہ سعودی ائیرلائینس اور پی۔ آئی۔ اے کے مابین ایک معاہدہ طے ہوا ہے جس کے تحت پی آئی اے کارگو کی بارہ پروازوں کے ذریعہ قربانی کا یخ بستہ یا فروزن گوشت افغان مہاجرین کے لیے پاکستان پہنچایا جائے گا۔

(بحوالہ ماہنامہ آثار جلد دوم شمارہ ۹ مقالہ مولانا جھنڈا نگری)

دبئی سے شائع ہونے والے پرچہ "الاصلاح" نے محرم ۱۴۰۶ھ بمطابق ستمبر ۱۹۸۵ء کی اشاعت نمبر ۹۲ میں اسلامی ترقیاتی بنک کے حوالہ سے لکھا تھا کہ اس نے اس سال قربانی کے تین لاکھ جانوروں کا فروزن گوشت، لورکینا، فاسو، مالی، موریطانیہ، چاڈ، بنگلہ دیش اردن اور یمن میں پہنچایا ہے۔

اسی طرح سعودی روزنامہ "الجزیرۃ" کی ۸ ار ستمبر ۱۹۸۶ء بمطابق ۱۴ر محرم ۱۴۰۷ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بروز جمعرات کی اشاعت نمبر ۵۱۰۲ میں بری، بحری اور ہوائی راستوں سے لاکھوں ٹن حلال گوشت مختلف ممالک میں پہنچائے جانے کی ملک وار تفصیل مذکور ہے اور جن ممالک کے نام ذکر ہوئے ہیں ان کے علاوہ مصر، سوڈان، سینیگال، زامبیا، جیبوتی، سومالیا اور پاکستان کے نام بھی اس گوشت سے استفادہ کرنے والے ممالک میں شامل ہیں۔

روزنامہ اخبار "المدینہ" نے اپنی ۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ کی اردو اشاعت میں اور ادارہ اوقاف دبئی کی طرف سے شائع ہونے والے عربی ماہنامہ "الضیاء" نے سعودی خبر رساں ایجنسی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس سال منیٰ میں جدید مذبح خانے کا اضافہ کیا گیا ہے جو پانچ ہزار مربع میٹر پر مشتمل ہے اور جس کی پوری عمارت ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ اس میں ذبح کرنے، کھالیں اُتارنے، گوشت کو صاف کرنے اور منجمد کرنے کے لیے دنیا کے جدید ترین آلات اور وسائل کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جس کا عملہ بارہ سو (۱۲۰۰) افراد پر مشتمل ہے۔ اس مذبح خانہ میں پہلے ہی سال ایک لاکھ بیس ہزار جانوروں کا گوشت منجمد کیا گیا جسے دوسرے ممالک میں پہنچایا گیا۔

اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس منصوبے کو وسعت دے کر منیٰ میں ہونے والی تمام تر قربانیوں کے تمام اجزاء کو کام میں لایا جانے لگے گا۔ ایک سعودی روزنامہ "الجزیرہ" نے اپنے شمارہ نمبر ۵۴۱۹ بابت جمعہ ۱۶ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ بمطابق ۱۴ اگست ۱۹۸۷ء کے ص۷ پر قربانیوں کے گوشت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سال کروڑوں کے بیشتر سے زیادہ اسلامی ممالک تک یہ گوشت پہنچایا جا رہا ہے۔

اسی طرح ایک سعودی روزنامے کی ہفتہ وار اشاعت بنام "الاربعاء" شمارہ نمبر (۴۲) اور اسلامک بنک دبئی کے علمی و اقتصادی میگزین ماہنامہ "الاقتصاد الاسلامی" شمارہ نمبر (۲۵) میں بھی بڑی طویل و مفید تجاویز اور منصوبوں کی رپورٹیں درج ہیں جن کے زیر عمل آجانے پر قربانیوں کی اون کا ایک بال بھی ضائع نہیں جائے گا اور توقع ہے کہ کھالیں، ہڈیوں اور گوشت وغیرہ سے مجموعی نفع بھی اتنا ہی ہو جائے گا جو کہ اصل جانور کی قیمت کے لگ بھگ ہوگا۔ اپنے بعض افادی پہلوؤں کی وجہ سے اصل قیمت سے بھی یہ فائدہ بڑھ جائے گا اور جب قربانی کے جانوروں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اون اور ہڈی وغیرہ سے صحیح استفادہ شروع ہوگیا اور گوشت سے عرقیات اور ماء اللحم کشید کیا جانے لگا تو بعید نہیں کہ کھڑے جانور کی بنسبت اس کی قربانی کی افادیت و مالیت بڑھ جائے۔

اس طرح عام ملکوں میں کی جانے والی اور منیٰ میں حجاج کی قربانیوں کے تمام فوائد کو پیشِ نظر رکھا جائے تو قربانی نہ کرنے بلکہ اس کی قیمت صدقہ کر دینے کی تجویز میں قطعاً کوئی معقولیت باقی نہیں رہ جاتی بلکہ وہ سنّت سے صریح بغاوت ہے۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ قربانی یا کسی بھی دوسری عبادت کو معاشی و مادی نقطۂ نظر سے جانچنا ہی غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ قربانی کی مشروعیّت کو مشکوک بنانے کی کوشش کرنے والوں کو راہ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

هذا آخر ما اردتُّ جمعه والحمد لله الّذی بنعمته تتمُّ الصالحات

وصلّی اللّٰه وسلّم علی نبیّنا محمد وآله وصحبه أجمعین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابو عدنان محمّد منیر قمر بن حاجی نواب الدین

اُم القیوین

متحدہ عرب امارات۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مصادر و مراجع تالیف"

ا

۱. قرآنِ کریم
۲. اردو تراجم قرآن (متعدد)
۳. اشرف الحواشی (فوائد سلیقہ) مولانا محمد عبدہ الفلاح ،
طبع و نشر شیخ محمد اشرف رح ، لاہور
۴. ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل تالیف علامہ محمد ناصر الدین البانی
طبع جامعہ الامام محمد بن مسعود الاسلامیۃ الریاض سعودیہ
۵. احیاء علوم الدین ، امام غزالی ، طبع عالم الکتب ، بیروت
۶. ارشاد السالک الی احکام المناسک (مترجم اردو) تالیف شیخ احمد بن حجر آل بوطامی
قاضی قطر۔ ترجمہ مولانا مختار احمد ندوی ، طبع الدار السلفیہ بمبئی .

ب

۷. بدائع الفوائد لابن القیم ، طبع دار الکتاب بیروت ، بذل المجہود شرح ابی داؤد تالیف مولانا خلیل احمد سہارنپوری .
حاشیہ مولانا محمد ذکریا سہارنپوری ، مطبوع علی نفقتہ سمو الشیخ خلیفہ بن زاید
آل نہیان ولی عہد امارت ابوظہبی .
۸. بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی (ترتیب و شرح مسند احمد) شیخ احمد عبدالرحمن
البنا . طبع دار الشہاب ، قاہرہ
۹. بلوغ المرام مع سبل السلام ، حافظ ابن حجر عسقلانی ، طبع بیروت .

ت

۱۰. تفسیر القرآن العظیم ۔ امام ابن کثیر ، طبع حلبی ، مصر .
۱۱. تفسیر ابنِ کثیر مترجم اردو ، طبع مکتبۂ تعمیرِ انسانیت ، لاہور .
۱۲. تیسیر العلی العزیز باختصار تفسیر ابن الکثیر ، علامہ محمد نسیب الرفاعی طبع بیروت .
۱۳. تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ، علامہ عبدالرحمن مبارکپوری ، طبع مدنی .
۱۴. الترغیب والترہیب ، امام منذری ، بتحقیق محمد محی الدین عبدالحمید طبع اولیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵: التلخیص الحبیر حافظ ابن حجر عسقلانی طبع جامعہ سلفیہ، فیصل آباد۔
۱۶: التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی، علامہ شمس الحق عظیم آبادی طبع دار المحاسن، قاہرہ۔
۱۷: تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنہ لسید سابق تالیف علامہ محمد ناصر الدین البانی، طبع دار الرایہ الریاض، سعودی عرب (۱۸) تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد، علامہ محمد ناصر الدین البانی۔ طبع جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، کویت (۱۹) التحقیق والایضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرۃ والزیارۃ علامہ عبدالعزیز ابن باز، طبع دار الافتاء، سیوال ایڈیشن (۲۰) تنبیہات علی ان حدۃ لیست میقاتاً۔ شیخ محمد بن عبداللہ ابن حمید (سابق رئیس امور حرمین شریفین و چیف جسٹس سپریم کونسل، سعودی عرب (۲۱) تعلیمات شاہ احمد رضا خان بریلوی تالیف مولانا محمد حنیف یزدانی، طبع مکتبہ نذیریہ۔ لاہور ج ۲۲: الجامع الصغیر، امام سیوطی، طبع بیروت ۲۳: الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی، طبع مصر ۲۴: جدید فقہی مسائل مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، طبع مجلس تحقیقات اسلامی حیدر آباد انڈیا ح ۲۵: الحجاب والسفور سماحۃ الشیخ ابن باز و معہ مجموعۃ رسائل لنخبۃ من العلماء بما فیہ "اللباب فی فرضیۃ النقاب" للشیخ زید الہنداوی تحقیق المکتب السلفی لتحقیق التراث طبع مکتبۃ السنۃ القاہرہ و دار ابن زیدون بیروت ۲۶: حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علامہ محمد ناصر الدین الالبانی۔ طبع المکتب الاسلامی، بیروت ۲۷: روح المعانی (تفسیر) علامہ آلوسی، طبع دار الاحیاء التراث، بیروت۔
ر: ۲۸: الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البھیۃ للشوکانی۔ تالیف علامہ نواب صدیق حسن خان والئ بھوپال، طبع دار المعرفہ۔ بیروت۔
ز: ۲۹: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ ابن القیم۔ بتحقیق شیخ ارناؤوط، طبع حکومتِ قطر۔
س: ۳۰: سنن ابی داؤد مع عون المعبود، طبع مدنی۔
۳۱: سنن ابی داؤد بتحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، طبع مکتبۃ الریاض الحدیثہ۔
۳۲: سنن الترمذی مع تحفۃ الاحوذی۔ طبع مدنی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۳: سنن الترمذی تحقیق عبدالرحمٰن محمد عثمان، طبع دارالکتب العلمیہ بیروت۔

۳۴: سنن ابن ماجہ بترقیم محمد فواد عبدالباقی، طبع دارالفکر، بیروت۔

۳۵: سنن الدارقطنی مع التعلیق المغنی، طبع دارالمحاسن، قاہرہ۔

۳۶: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، شیخ محمد ناصرالدین البانی طبع المکتب الاسلامی بیروت

۳۷: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، شیخ محمد ناصرالدین البانی۔
طبع المکتب الاسلامی بیروت

۳۸: سبل السلام شرح بلوغ المرام، علامہ یمانی امیر صنعانی، طبع بیروت۔

ش

۳۹: شرح صحیح مسلم، امام نووی، طبع دارالفکر، بیروت۔

۴۰: شرح السنۃ بغوی بتحقیق شیخ ارناؤوط، طبع اول المکتب الاسلامی، بیروت

۴۱۔ الشرح الصغیر للدردیر، طبع دارالمعارف، مصر، علی نفقۃ سمو الشیخ زاید بن سلطان آلِ نہیان صدر متحدہ عرب امارات۔

ص

۴۲: صحیح البخاری مع فتح الباری، طبع دارالافتاء سعودی عرب۔

۴۳: صحیح البخاری بتحقیق الدکتور بغا، طبع مؤسسۃ علوم القرآن، عجمان متحدہ امارات

۴۴: صحیح مسلم مع شرح النووی، طبع دارالفکر، بیروت۔

۴۵: صحیح مسلم بترقیم محمد فؤاد عبدالباقی، طبع داراحیاء التراث العربی۔ بیروت

۴۶: صحیح ابن خذیمہ بتحقیق ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی، طبع الریاض، سعودیہ

۴۷: صحیح الجامع الصغیر، علامہ محمد ناصرالدین البانی، طبع المکتب الاسلامی، بیروت

۴۸: صحیح الاذکار شیخ ابوعبیدہ عبدالعزیز الماجد، الوظیفی۔ بیروت

۴۹: صحیح الکلم الطیب لابن تیمیہ تالیف شیخ محمد ناصرالدین البانی، طبع المکتب الاسلامی

۵۰: صلوٰۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تالیف مولانا حکیم صادق سیالکوٹی، طبع اول بتخریج وتعلیق حافظ عبدالرؤف لمقیم الذید، شارجہ۔

غ

۵۱: غایۃ المرام بتخریج احادیث الحلال والحرام فی الاسلام للقرضاوی تالیف علامہ محمد ناصرالدین البانی، طبع المکتب الاسلامی، بیروت

ف

۵۲: فتح الباری شرح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر عسقلانی، طبع دارالافتاء سعودی عرب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۱ : الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) شیخ احمد عبد الرحمٰن البنّا. طبع دار الشہاب، قاہرہ
۵۲ : الفقہ علی المذاہب الأربعۃ، علامہ جزیری، طبع بیروت
۵۵ : الکلم الطیب، شیخ الاسلام ابن تیمیہ. بتحقیق علامہ محمد ناصر الدین البانی، طبع المکتب الاسلامی، بیروت
۵۶ : لسان العرب لابن المنظور الافریقی، طبع بیروت
۵۷ : مختصر صحیح بخاری، علامہ محمد ناصر الدین البانی، طبع المکتب الاسلامی، بیروت.
۵۸ : مختصر صحیح مسلم، امام منذری بتحقیق علامہ محمد ناصر الدین البانی، طبع حکومت کویت
۵۹ : منتقی الاخبار مع نیل الاوطار، المجد ابن تیمیہ، طبع بیروت.
۶۰ : مشکوٰۃ المصابیح خطیب تبریزی بتحقیق علامہ محمد ناصر الدین البانی.
طبع المکتب الاسلامی، بیروت
۶۱ : مشکوٰۃ المصابیح مع مرعاۃ المفاتیح، طبع مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل شیخوپورہ.
۶۲ : مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری،
طبع مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل، شیخوپورہ.
۶۳ : مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، علامہ ہیثمی، طبع موسسۃ المعارف، بیروت.
۶۴ : المحلّی لابن حزم بتحقیق احمد شاکر، طبع المکتب التجاری، بیروت.
۶۵ : مناسک الحج والعمرۃ والزیارۃ، محمد ناصر الدین البانی، طبع المکتب الاسلامی بیروت
۶۶ : مناسک الحج والعمرۃ از شیخ البانی. اردو ترجمہ از مولوی قاسم بھوجے، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، کویت.
۶۷ : مصنف ابن ابی شیبہ، طبع الدار السلفیہ، بمبئی.
۶۸ : المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، محمد فواد عبد الباقی، طبع بیروت.
۶۹ : المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث الشریف، ترتیب محمد فواد عبد الباقی.
تالیف مستشرقین لیدن (ڈنسنک وغیرہ) طبع لیدن
۷۰ : مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، طبع حکومت سعودی عرب
۷۱ : المغنی لابن قدامہ تحقیق پروفیسر محمد خلیل ہراس، مکتبہ مصر
۷۲ : المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار، تخریج احیاء علوم الدین للعراقی.
طبع عالم الکتب، بیروت.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۰۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، امام شوکانی، طبع مسعود طبع بیروت۔

"جرائد و مجلّات"

۱۔ ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور
۲۔ ہفت روزہ "الاسلام" لاہور
۳۔ ہفت روزہ "اہلحدیث" لاہور
۴۔ ہفت روزہ اشاعت "الاربعاء" مع روزنامہ "المدینہ" مدینہ منوّرہ
۵۔ ہفت روزہ "الاصلاح" دبئی
۶۔ پندرہ روزہ جریدہ "ترجمان" دہلی
۷۔ ماہنامہ "آثار" سونائتہ بھنجن، یوپی، انڈیا۔
۸۔ ماہنامہ "الاقتصاد الاسلامی" دبئی اسلامک بینک، دبئی
۹۔ ماہنامہ "الضیاء" اوقاف دبئی۔
۱۰۔ روزنامہ "الجزیرہ" الریاض، سعودی عرب۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فهرس مصادر ومراجع التخريج

١. الآداب للبيهقي تحقيق السعيد المندوه.
٢. الأحكام في أصول الأحكام لابن حزم تقديم الدكتور إحسان عباس.
٣. أخبار مكة للأزرقي تحقيق رشدي الصالح.
٤. أخبار مكة للفاكهي تحقيق عبد الملك بن عبد الله بن دهيش.
٥. أخلاق النبي صلى الله عليه وسلم لأبي الشيخ تحقيق الدكتور السيد الجبيلي
٦. الأدب المفرد للبخاري تحقيق يوسف كمال الحوت.
٧. الأربعون للبكري تحقيق محمد محفوظ.
٨. الأذكار للنووي. دار إحياء التراث العربي.
٩. الأربعون للنووي مع شرح ابن رجب.
١٠. إرواء الغليل للألباني.
١١. أسباب النزول للواحدي. دار الفكر.
١٢. الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر مع الاستيعاب
١٣. الأم للشافعي ١٤: الأوسط لابن المنذر تحقيق الدكتور أبي حماد صغير أحمد ١٥: الإيمان لابن منده تحقيق الدكتور علي بن محمد الفقيهي ١٦: الإيمان لأبي عبيد تحقيق الألباني ١٧: تاريخ بغداد للخطيب البغدادي ١٨: تاريخ جرجان للسهمي تحقيق الدكتور محمد عبد المعيد ١٩: تاريخ دمشق لابن عساكر عدة محققين ٢٠: التاريخ الكبير للبخاري ٢١: تاريخ واسط لأسلم بن سهل الواسطي المعروف بحشل تحقيق كوركيس عواد.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۲: تثبیت الإمامۃ وترتیب الخلافۃ لأبی نعیم تحقیق ابراہیم علی التھامی۔
۲۳: تحفۃ الأشراف بمعرفۃ الأطراف للمزی تحقیق عبد الصمد شرف الدین۔
۲۴: تحقیق ریاض الصالحین لشعیب الأرنؤوط۔
۲۵: تحقیق شرح السنۃ لہ ایضاً۔
۲۶: تحقیق المشکاۃ للألبانی
۲۷: الترغیب والترھیب للمنذری تحقیق مصطفیٰ عمارہ۔
۲۸: تعجیل المنفعۃ لإبن حجر ۲۹: تفسیر ابن جریر ۳۰: تفسیر ابن کثیر: دار المعرفۃ۔
۳۱: تقریب التھذیب لإبن حجر تحقیق عبد الوہاب عبد اللطیف
۳۲: التقیید والإیضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح للعراقی۔
۳۳: تلخیص الحبیر لإبن حجر تعلیق الیمانی
۳۴: تلخیص المستدرک للذھبی مع المستدرک
۳۵: التمھید لإبن عبد البر عدۃ محققین۔
۳۶: تنبیہ المسلم إلی تعدی الألبانی علی صحیح مسلم لمحمود سعید ممدوح
۳۷: تھذیب التھذیب لإبن حجر۔ دار الفکر
۳۸: تھذیب الکمال للمزی تحقیق الدکتور بشار عواد۔
۳۹: الثقات لإبن حبان ۴۰: الجرح والتعدیل لإبن ابی حاتم۔
۴۱: الحاوی للفتاوی للسیوطی۔
۴۲: حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم۔
۴۳: الدراری المضیۃ شرح الدرر البھیۃ للشوکانی۔
۴۴: الدرایۃ فی تخریج الھدایۃ لإبن حجر
۴۵: الدعاء للطبرانی تحقیق الدکتور محمد سعید البخاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۶: دلائل النبوة لأبی نعیم۔
۴۷: ذیل تاریخ بغداد لابن البخار عتر
۴۸: الرحلة فی طلب الحدیث للخطیب البغدادی تحقیق نور الدین
۴۹: الصالحین للنووی تحقیق شعیب۔
۵۰: الزھد الکبیر للبیہقی تحقیق عامر احمد حیدر۔
۵۱: زوائد الزھد لعبد اللہ بن احمد بن حنبل۔
۵۲: سبیل السلام تحقیق محمد عبد العزیز الخولی۔
۵۳: سلسلة الاحادیث الصحیحة للألبانی۔
۵۴: سنن ابن ماجه تحقیق فؤاد عبد الباقی۔
۵۵: سنن ابی داؤد تحقیق محمد محی الدین۔
۵۶: سنن البیہقی مع الجوھر النقی۔
۵۷: سنن الترمذی تحقیق احمد محمد شاکر۔
۵۸: سنن الدارقطنی مع التعلیق المغنی۔
۵۹: سنن الدارمی، دار الکتب العلمیة۔
۶۰: سنن سعید بن منصور، تحقیق حبیب الرحمن الأعظمی۔
۶۱: السنن المأثورة للشافعی تحقیق الدکتور عبد المعطی۔
۶۲: سنن النسائی مع حاشیة السیوطی والسندھی۔
۶۳: شرح اصول اعتقاد اصل السنة والجماعة للالکائی تحقیق الدکتور احمد سعد ۶۴: شرح السنة للبغوی تحقیق شعیب۔
۶۵: شرح معانی الآثار للطحاوی۔
۶۶: الشریعة للآجُرِّی تحقیق محمد حامد الفقی۔
۶۷: شعب الایمان للبیہقی الدار السلفیة بالھند۔
۶۸: صحیح ابن حبان [الإحسان] تحقیق شعیب۔
۶۹: صحیح ابن خزیمة تحقیق الدکتور مصطفیٰ الأعظمی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۰: صحیح ابی عوانہ۔

۷۱: صحیح البخاری مع فتح الباری۔ دارالمعرفۃ۔

۷۲: صحیح مسلم مع شرح النووی۔

۷۳: الصمت وآداب اللسان لابن ابی الدنیا تحقیق۔ نجم عبد الرحمن

۷۴: الضعفاء الکبیر للعقیلی تحقیق الدکتور عبد المعطی۔

۷۵: الطبقات الکبری لابن سعد۔

۷۶: طبقات المحدثین لأبی الشیخ تحقیق الدکتور عبد الغفار وسید کسروی ۷۷: علل الحدیث لابن ابی حاتم۔

۷۸: عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی تحقیق عبد القادر احمد عطاء

۷۹: عمل الیوم واللیلۃ للنسائی تحقیق الدکتور فاروق حمادہ۔

۸۰: فتح الباری لابن حجر دارالمعرفۃ۔

۸۱: فتح القدیر شرح الھدایۃ لابن الھمام، دارالفکر

۸۲: الربانیۃ علی الأذکار النوادیۃ لابن علان۔

۸۳: الفردوس لشیرویہ بن شہردار الدیلمی تحقیق فواز احمد ومحمد المعتصم باللہ۔ ۸۴: فضائل الصحابۃ لأحمد بن حنبل تحقیق وصی اللہ بن محمد عباس ۸۵: فضائل المدینۃ لمفضل بن محمد الجندی تحقیق محمد مطیع وغزوہ بدیر ۸۶: فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لإسماعیل بن اسحاق القاضی تحقیق الألبانی۔

۸۷: القبل والعانقۃ والمصافحۃ لابن الأعرابی تحقیق مجدی السید ابراھیم۔ ۸۸: الکاشف للذھبی۔ ۸۹: الکامل لابن عدی تحقیق لجنۃ من المختصین ۹۰: کشف الأستار عن زوائد البزار للھیثمی تحقیق حبیب الرحمن الأعظمی ۹۱: الکنی والأسماء للدولابی۔

۹۲: المجروحین لابن حبان تحقیق محمود ابراھیم۔

۹۳: مجمع الزوائد للھیثمی مؤسسۃ المعارف۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۴: المجموع شرح المهذب للنووی ۔ دار الفکر
۹۵: المحلی لابن حزم تحقیق لجنۃ إحیاء التراث العربی۔
۹۶: مختصر سنن أبی داود للمنذری مع معالم السنن وتہذیب السنن
۹۷: المدخل لابن الحاج
۹۸: المستدرک للحاکم۔
۹۹: مسند احمد عمر لحمد بن ابراہیم الطرسوسی تحقیق
احمد راتب عرموش۔
۱۰۰: مسند أبی بکر الصدیق لأبی بکر احمد بن علی المروزی۔
۱۰۱: مسند أبی یعلی تحقیق حسین سلیم أسد۔
۱۰۲: مسند احمد بن حنبل
۱۰۳: مسند الحمیدی تحقیق حبیب الرحمن الأعظمی
۱۰۴: مسند سعد بن ابی وقاص لأحمد بن ابراہیم الدورقی۔
تحقیق عامر حسن صبری
۱۰۵: مسند الشافعی دار الکتب العلمیۃ۔
۱۰۶: مسند الشہاب للقضاعی تحقیق حمدی عبد المجید السلفی
۱۰۷: مسند الطیالسی ترتیب البنا۔
۱۰۸: آثار للطحاوی۔
۱۰۹: مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجہ للبوصیری
تحقیق کمال یوسف الحوت۔
۱۱۰: مصنف ابن ابی شیبۃ الدار السلفیۃ بالہند
۱۱۱: مصنف ابن ابی شیبۃ تحقیق کمال یوسف الحوت
دار التاج بیروت۔
۱۱۲: مصنف عبد الرزاق تحقیق حبیب الرحمن الأعظمی۔
۱۱۳: معالم السنن للخطابی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۴: المعجم الاوسط للطبرانی تحقیق الدکتور محمد الطحان
۱۱۵: معجم الشیوخ لابن جمیع تحقیق الدکتور عمر عبد السلام
۱۱۶: معجم الشیوخ لأبی یعلی تحقیق حسین سلیم أسد.
۱۱۷: المعجم الصغیر للطبرانی.
۱۱۸: المعجم الکبیر للطبرانی أیضاً تحقیق حمدی عبد المجید السلفی
۱۱۹: المغنی فی الضعفاء للذهبی تحقیق الدکتور نور الدین عتر
۱۲۰: مقدمة ابن الصلاح مع شرح العراقی.
۱۲۱: المنتخب من المسند لعبد بن حمید تحقیق صبحی بدری
ومحمود محمد خلیل.
۱۲۲: المنتقی لابن الجارود تحقیق لجنة من العلماء
۱۲۳: موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان للهیثمی
۱۲۴: الموضح للخطیب البغدادی.
۱۲۵: الموطأ لمالک تحقیق فؤاد عبد الباقی
۱۲۶: میزان الإعتدال للذهبی تحقیق علی محمد البجاوی.
۱۲۷: نیل الأوطار للشوکانی - مکتبة الدعوة الإسلامیة الأزهر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤلّف کی دیگر تصنیفات

نام کتاب	سال طباعت
۱: آئینہ نبوّت (سیرت رسولؐ کے چند تابناک گوشے)	سنہ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء
۲: رمضان المبارک ـــ روحانی تربیت کا مہینہ	سنہ ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء
۳: کشفُ الشبہات ـ عقیدۂ توحید ورسالت کی حقیقت	سنہ ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء
۴: مسنون ذکر الٰہی (قرآن کریم اور صحیح احادیث کی دعائیں)	سنہ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء
۵: درآمد گوشت کی شرعی حیثیت	سنہ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء
۶: مناسکِ الحج والعمرۃ	سنہ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء
۷: خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء استعمال (اردو ۔ انگلش)	سنہ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء
(صرف اردو) سلسلہ اشاعت " " " "	ع ۸۶۹
۸: انسانی تاریخ کی خفیہ ترین تحریک " "	ع ۳۷۰
(اسکی اہمیت کے پیش نظر جناب منشی عبدالرحمٰن صاحب (ملتان) نے اسے اپنے سلسلہ اشاعت	
۹: دعوت الی اللہ اور وجوب عمل بالسنۃ	سنہ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء
۱۰: قبولیت عمل کی شرائط (حصہ اوّل) ـ ریڈیو ام القیوین کی نشری تقاریر کا مجموعہ	سنہ ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء
۱۱: سیرتِ امام اعظم امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم (نشری تقاریر)	سنہ ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۱ء

زیر طبع وترتیب

۱۲: مسنون نماز ۔ مدلّل (جلد اول) نشری تقاریر

۱۳: مسنون نماز ۔ مدلّل (جلد دوم) " "

۱۴: رمضان المبارک اور روزہ مع احکام زکوٰۃ "

۱۵: قبولیتِ عمل کی شرائط (حصہ دوم) "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تراجم

شائع کنندگان

بزم الہلال جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

〃 〃 〃 〃 〃 〃

الحاج علی محمد سعید باقری، شارجہ

الحاج عامر محمد سعید باقری 〃

الشیخ محمد صالح الکندی۔ 〃

الحاج عامر محمد سعید باقری 〃

مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن ابیرڈین یونیورسٹی (برطانیہ)

صدیقی ٹرسٹ، نسیم پلازا، نشتر روڈ، کراچی

〃 〃 〃 〃 〃 〃

"خزینۂ بصیرت" کی پندرھویں جلد میں بھی شائع کیا ہے۔

الادارۃ الاسلامیۃ للترجمۃ والتالیف، فیصل آباد

مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ، تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

〃 〃 〃 〃 〃

〃 〃 〃 〃 〃

〃 〃 〃 〃 〃

〃 〃 〃 〃 〃

〃 〃 〃 〃 〃

〃 〃 〃 〃 〃

〃 〃 〃 〃 〃

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب : سوئے حرم (حج وعمرہ اور قربانی کے احکام ومسائل)

مولف : محمد منیر قمر بن حاجی نواب الدین

تخریج : حافظ عبدالرؤف عبدالحنان

پروف ریڈنگ : مولانا غلام فاروقی

تاریخ طباعت : ۱۶/اگست ۱۹۹۱ء روز جمعہ مطابق ۵/صفر ۱۴۱۲ھ

طباعت : عماد پریس چھتہ بازار حیدرآباد اے پی

تعداد : ایک ہزار [۱۰۰۰]

طبع : اول

کتابت : محمد عبدالرؤف

: ملنے کے پتے :

۱: ورشۃ للحدادہ ص ب : تیلیفون الشارقہ

۲: مکتبۃ کتاب وسنت ص ب : ۵۰۰۸۰ الشارقہ

...ٹاؤن - لاہور
04744

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کتاب ملنے کے پتے

(۱) العشیرة للخیاطة والتطریز
لصاحبه :- نعیم جاوید - پوسٹ بکس ۹۱۳۱
فون نمبر ۵۳۱۵۷۰ ٹیلرنگ مارکیٹ، بار دبئی

(۲) عدیل للخیاطة والتطریز
لصاحبه :- ملک محمد ارشد - پوسٹ بکس ۹۱۳۱
فون نمبر ۵۳۳۱۳۰ ٹیلرنگ مارکیٹ۔ بار دبئی

(۳) ورشة سعید للحدادة
لصاحبه :- الحاج عامر محمد سعید باقرین - پوسٹ بکس ۵۸۹۹
فون نمبر ۳۳۸۶۲۸، منطقہ صناعیہ، شارجہ (متحدہ عرب امارات)